B9ED101CCT

تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں

(Philosophical Foundations of Education)

بیچلر آف ایجوکیشن (بی۔ایڈ۔)

(پہلا سمسٹر)

Bachelor of Education (B. Ed.)

(First Semester)

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد-32، تلنگانہ-انڈیا

Copyright © 2025, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)

ISBN : 978-81-975953-3-2
Course : Philosophical Foundations of Education
First Edition : August 2024
Copies : 1000
Price : 200

Programme Coordinator (B. Ed.)

Prof. Sayyad Aman Ubed, Professor (Education), CDOE, MANUU

Editorial Board/Editors

Prof. Mushtaq Ahmed I. Patel (Chairperson)
Professor, CDOE, MANUU

Prof. Sayyad Aman Ubed (Member)
Programme Coordinator, B.Ed. (ODL)

Prof. Shaikh Shaheen Altaf (Member)
HOD, Dept. of Edu &Training, MANUU

Dr. Shaikh Wasim (Member Convener)
Associate Professor, CDOE, MANUU

Prof. Siddiqui Mohd Mahmood (Member)
Senior Professor, Dept. of Edu &Training, MANUU

Dr. Sameena Basu (Member)
Associate Professor, CDOE, MANUU

(Late) Prof. Najmus Saher (Member)
Professor, CDOE, MANUU (Content Editor)

Dr. Badarul Islam
Assistant Professor, MANUU, CTE, Aurangabad
(Language Editor)

Production

Prof. Nikhath Jahan, Professor (Urdu), CDOE, MANUU

Mr. P Habibulla, Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr. Mohd Akmal Khan, Assistant Professor (C), CDOE, MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE, MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Faheemuddin, LDC, Purchase & Stores Section, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Centre for Distance and Online Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
*Director:*dir.dde@manuu.edu.in *Publication:*ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

CRC Prepared by: Dr. Mohd Adil, Asst. Prof. (C), CDOE, MANUU
Title Page: Dr. Mohd Akmal Khan

Printed at: Print Time & Business Enterprises

فہرست

پیغام	وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی		5
پیغام	ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم		6
کورس کا تعارف	پروگرام کوآرڈینیٹر (بی۔ایڈ)		7
اکائی نمبر	**اکائی کا نام**	**مصنف**	**صفحہ نمبر**
	بلاک I: فلسفہ اور تعلیم کا تعارف		
1-	فلسفہ کا تصور اور اس کی وسعت (Concept and Scope of Philosophy)	ڈاکٹر نہال احمد انصاری، اسسٹنٹ پروفیسر، مانو، سی ٹی ای، آسنسول Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol	9
2-	تعلیم کا تصور اور دائرہ کار (Concept and Scope of Education)		24
3-	فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلق، فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد (Relationship between Philosophy and Education, Philosophy & Aims of Education)		39
4-	فلسفہ تعلیم اور تعلیمی فلسفہ (Philosophy of Education and Educational Philosophy)		53
	بلاک II: ہندوستانی تعلیم۔ تاریخی تناظر		
5-	دورِ قدیم کی تعلیم: ویدک اور بدھ مت کے تعلیمی نظام (Education during the Ancient Period: Vedic and Buddhist Education)	ڈاکٹر نہال احمد انصاری، اسسٹنٹ پروفیسر، مانو، سی ٹی ای، آسنسول Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol	68
6-	قرونِ وسطیٰ کی تعلیم (Education during the Medieval Period)		85
7-	جدید دور میں تعلیم: ماقبل ومابعد آزادی کا دور (Education during the Modern Period: Pre and Post Independent Era)		100
8-	ہندوستانی تعلیمی مفکرین (Indian Educational Thinkers)		117

بلاک III: مشرقی اور مغربی فلسفیانہ مکاتب			
-9	مشرقی فلسفۂ تعلیم: سانکھیہ اور یوگا (Eastern Philosophy of Education: Samkhya and Yoga)	ڈاکٹر بدرالاسلام اسسٹنٹ پروفیسر مانو، سی ٹی ای، اورنگ آباد Dr. Badarul Islam Assistant Professor MANUU CTE, Aurangabad	135
-10	مشرقی فلسفۂ تعلیم: نیایہ اور صوفی ازم (Eastern Philosophy of Education: Nyaya and Sufism)		150
-11	مغربی فلسفۂ مکاتب: تصوریت و فطرتیت (Western Schools of Philosophy: Idealism and Naturalism)		166
-12	فلسفۂ عملیت اور فلسفۂ وجودیت (Pragmatism, Existentialism)		182
بلاک IV: اقدار کی تعلیم اور تدریس بطور پیشہ			
-13	اقدار اور اقدار کے بحران کا تصور اور درجہ بندی (Concept & Classification of Values and Value Crisis)	ڈاکٹر شیخ وسیم ایسوسیٹ پروفیسر مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مانو Dr. Shaikh Wasim Associate Professor Center for Distance and Online Education, MANUU	200
-14	اقدار کو فروغ دینے کے طریقے: اقدار اور ہم آہنگ زندگی (Approaches to Inculcate Values, Values & Harmonious Life)		220
-15	استاد: پیشہ ورانہ قابلیت اور عزائم، اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات (Teacher: Professional Competencies and Commitments, Professional Ethics of Teachers)		238
-16	تدریس بطور پیشہ (Teaching as a Profession)		258
	نمونہ امتحانی پرچہ		279

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ +A حاصل کیا ہے۔ اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقہ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری / گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات و اطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثر انداز ہوگا۔

فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم و تدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو / ہندی / انگریزی / عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

پروفیسر سید عین الحسن
شیخ الجامعہ، مانو

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جاچکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جارہے ہیں۔ سی ڈی او ای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام او ڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراوتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنر سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جارہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔ میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جارہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائد تدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جارہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد رضا اللہ خان

ڈائرکٹر، سی ڈی او ای، مانو

کورس کا تعارف

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی جانب سے فاصلاتی نظام کے طلبہ کے لیے تیار کردہ یہ درسی کتاب بی۔ایڈ (پہلا سمسٹر) کے کور کورس **"تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں"** پر مشتمل ہے۔ اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ معلم طلبہ فلسفہ اور تعلیم کے درمیان گہرے رشتے کو سمجھ سکیں، مختلف فلسفیانہ مکاتبِ فکر کا مطالعہ کریں اور ان کے ذریعے تعلیم کے اغراض و مقاصد اور اقدار کے فروغ کو بہتر طور پر جان سکیں۔

یہ کورس چار بلاکس اور سولہ اکائیوں پر مشتمل ہے:

بلاک اوّل: فلسفہ اور تعلیم کا تعارف : اس بلاک میں فلسفہ کے تصور اور وسعت، تعلیم کے دائرہ کار، فلسفہ و تعلیم کے باہمی تعلق اور تعلیم کے مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی فلسفۂ تعلیم اور تعلیمی فلسفہ کے امتیازات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

بلاک دوم: ہندوستانی تعلیم–تاریخی تناظر: اس حصے میں ہندوستان کے مختلف ادوار میں تعلیم کی صورتحال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ قدیم (ویدی اور بدھ مت) تعلیم، قرونِ وسطیٰ (بشمول اسلامی تعلیم) اور جدید دور (قبل و بعد از آزادی) کی تعلیمی حالت بیان کی گئی ہے۔ مزید بر آں اہم تعلیمی مفکرین جیسے رابندر ناتھ ٹیگور، سری اربند گھوش، مہاتما گاندھی، علامہ اقبال، سر سید احمد خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نظریات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

بلاک سوم: مشرقی اور مغربی فلسفیانہ مکاتب: یہ بلاک فلسفۂ تعلیم کے نظریاتی تنوع پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں مشرقی فلسفہ (سانکھیہ، یوگا، نیایہ اور صوفی ازم) اور مغربی فلسفیانہ مکاتب (تصوریت، فطریت، عملیت اور وجودیت) کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ طلبہ مختلف فلسفیانہ زاویوں سے تعلیم کو سمجھ سکیں۔

بلاک چہارم: اقدار کی تعلیم اور تدریس بطور پیشہ: اس حصے میں اقدار کے تصور، درجہ بندی اور موجودہ دور میں اقدار کے بحران پر گفتگو کی گئی ہے۔ مزید بر آں اقدار کو فروغ دینے کے مختلف طریقے، ہم آہنگ زندگی کا نظریہ اور استاد کی پیشہ ورانہ قابلیت، اخلاقیات اور عزم پر زور دیا گیا ہے۔ آخر میں تدریس کو ایک پیشہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے استاد کے کردار کو بطور معمارِ قوم، خالق و نقیبِ علم اور مستقبل کی سماج سازی کے تناظر میں اجاگر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں یہ بات پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ تمام مواد آسان اور سادہ زبان میں ہو تاکہ فاصلاتی طلبہ بآسانی اسے سمجھ سکیں۔ مواد کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ مطالعہ کرنے والے طلبہ مرحلہ وار فلسفیانہ بنیادوں کو جان سکیں۔ ہر اکائی کے آخر میں معروضی اور غیر معروضی سوالات دیے گئے ہیں تاکہ قاری اپنی معلومات، فہم اور استفادہ کو خود پرکھ سکے۔

مختصراً یہ کورس نہ صرف فلسفہ اور تعلیم کے رشتے کو سمجھنے میں معاون ہوگا بلکہ مستقبل کے معلمین کو نظریاتی بصیرت، اقدار پر مبنی تدریسی رویے اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے شعور سے بھی لیس کرے گا۔ امید ہے کہ یہ کتاب طلبہ کے لیے ایک رہنما اور مفید ذریعۂ علم ثابت ہوگی۔

پروفیسر سید امان عبید

پروگرام کوآرڈینیٹر

اکائی 1۔ فلسفہ کا تصور اور اس کی وسعت

(Concept and Scope of Philosophy)[*]

1.0 تمہید(Introduction)

1.1 مقاصد(Objectives)

1.2 فلسفہ کا تصور اور وسعت(Concept and Scope of Philosophy)

- 1.2.1 فلسفہ کا ہندوستانی تصور(Indian Concept of Philosophy)
- 1.2.2 فلسفہ کا مغربی تصور(Western Concept of Philosophy)
- 1.2.3 فلسفہ کا بدلتا تصور(Changing Concept of Philosophy)

1.3 ہندوستانی اور مغربی فلسفہ میں فرق(Difference between Indian and Western Philosophy)

1.4 فلسفہ کی نوعیت(Nature of Philosophy)

1.5 فلسفہ کی خصوصیت(Characteristics of Philosophy)

1.6 فلسفہ کی اہمیت(Importance of Philosophy)

1.7 فلسفہ کی وسعت ودائرہ کار(Scope and Branches of Philosophy)

- 1.7.1 مابعدالطبیعیات(Metaphysics)
- 1.7.2 علمیات(Epistemology)
- 1.7.3 علمِ اقدار(Axiology/Value Theory)
- 1.7.4 منطق(Logic)

1.8 خلاصہ کلام(Summary)

1.9 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

1.10 فرہنگ(Glossary)

[*] Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

1.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1.0 تمہید (Introduction)

فلسفہ انسانی فکر کی سب سے اعلیٰ ترین حد ہے۔ حتمی سچائی کی تلاش ہمیں کائنات کی فطرت اور اس کے خالق اور مادی اسباب پر غور و فکر کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس میں پوری کائنات اور انسانی زندگی کی حقیقی شناخت، روح و جسم، خالق و مخلوق، زندگی و موت اور علم و جہالت کا منطقی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس میں علم کے حصول کے ذرائع اور اس کے مقاصد، انسان کے قابل اور نا قابل عمل واعمال پر بحث کی جاتی ہے۔ فلسفیوں نے کائنات اور انسان کے فطرت کے بارے میں غور و فکر کیا۔ روح الٰہی، جانداروں اور حصول علم کے ذرائع اور انسان کے اسباب و علل کے بارے میں بحث کی۔ بعد میں یہی سب فلسفہ کے مطالعہ کا موضوع بنا۔ موجودہ دور میں فلسفہ کو اب ایک سائنس کے طور پر قبول کیا جا نے لگا ہے کیونکہ فلسفہ کائنات کے حتمی سچائی کی تلاش کرتی ہے۔ اس اکائی میں ہم فلسفہ کے مفہوم، وسعت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- فلسفہ کے مفہوم کو سمجھ جائیں۔
- فلسفہ کے تصور سے واقف ہو جائیں۔
- فلسفہ کی اصل شکل کو جان جائیں۔
- فلسفہ کی خصوصیات سے واقف ہو جائیں۔
- فلسفہ کے وسعت سمجھ جائیں۔

1.2 فلسفہ کا مفہوم و تصور (Meaning and Concept of Philosophy)

1.2.1 فلسفہ کا ہندوستانی تصور ((Indian Concept of Philosophy)

ہندوستان کو فلسفہ کی پیدائشی سرزمین کہا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں کسی بھی طرح کی سوچ و فکر کو فلسفہ کہا جاتا تھا، لیکن جیسے جیسے علم کا میدان ترقی کرتا گیا فلسفہ کے متعلق نظریہ میں بدلاؤ آتا گیا۔ فلسفہ اب مختلف شعبوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ جیسے بشریات، الٰہیات، معاشیات، طب وغیرہ۔ فلسفہ علم کی اس شاخ کو کہا جاتا ہے جس میں اس کائنات کی حتمی حقائق کو فلسفیانہ انداز میں دریافت کیا جاتا ہے۔

ہندوستانی فلسفہ روحانیت پر زیادہ منحصر ہے اور اس نے ہمیشہ سچائی کے عملی ادراک کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ فلسفہ کو ہندی میں 'درشن' کہا جاتا ہے۔ ہندی میں لفظ 'درشن' کا مطلب ہوتا ہے 'دیکھنا' نظریہ' یا 'بصری آلہ'۔ 'خود کو دیکھیں' ہندوستانی فلسفہ کے تمام مکاتب کی کلیدی فکر ہے۔ براہ راست یہ نظریہ سچائی کا حقیقی ادراک ہے۔ اس میں وہ ذرائع بھی شامل ہوتے ہیں جو اسے احساس کی طرف لے جاتے ہیں۔۔ 'وید' ہندوستانی فلسفہ کا سب سے قدیم ادب مانا جاتا ہے۔ اس میں زندگی سے متعلق مختلف نظریات اور فلسفہ کو پیش کیا گیا ہے۔ برہمہ (خالق / خدا) لافانی ہے۔ اتماء (روح) مایا (وہم) کو فتح کرنے کے بعد حتمی روح (برہمہ) کے ساتھ دوبارہ مل جاتی ہے اور یہی ملن 'موکچھا' حاصل ہونا ہے۔ بدھ مت کے فلسفہ کے مطابق 'نروان' پنر جنم سے رہائی ہے۔ اپنشد دور میں فلسفہ کو اس نئے شکل میں قبول کیا گیا۔ حقیقت کا دیدار ہی درشن یعنی فلسفہ ہے۔ درشن چیزوں کی ابدی نوعیت کا علم حاصل کرتا ہے۔

ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کے الفاظ میں ”فلسفہ حقیقت کے نوعیت کی ایک منطقی وضاحت یا تحقیق ہے۔“

1.2.2 فلسفہ کا مغربی تصور (Western Concept of Philosophy)

مغربی دنیا میں فلسفہ کا ذکر سب سے پہلے یونان میں دکھائی دیتا ہے۔ ابتدا میں فلسفہ کا میدان بہت وسیع تھا لیکن جیسے جیسے علم کا میدان ترقی کرتا گیا فلسفہ ایک آزاد مضمونکے طور پر محدود ہوتا گیا۔ اردو میں فلسفہ انگریزی لفظ ”Philosophy“ کا ترجمہ ہے جو دو یونانی الفاظ 'Philo' اور 'Sophia' سے بنا ہے۔ فلوس کا مطلب ہے 'محبت' اور صوفیہ کا مطلب ہے 'علم' یعنی فلسفہ کا مطلب ہے 'علم سے محبت'۔ یونانی فلسفی افلاطون نے فلسفہ کو اسی معنی میں قبول کیا۔ سقراط نے فلسفہ سے وابستہ لوگوں کو عقلمند کے بجائے 'عقل کے عاشق' کہا۔ فلسفہ کی اصطلاحات سب سے پہلے پیتھوگورس نے استعمال کیں اور تقریباً اس کا مطلب پیتھوگورس کے لیے حکمت کا حصول تھا۔ پیتھوگورس (Pythogorus) پہلا یونانی مفکر ہے جس نے خود کو فلسفی کہا۔ سقراط کا مزید پیغام کہ 'خود کو جانو' خودی اور علم پر منحصر ہے جو فلسفہ کے طرف اشارہ کرتا ہے۔ مغربی فلسفیوں نے فلسفہ کی جو تعریفیں پیش کیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

- "وہ شخص جو ہر قسم کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے اور ہمیشہ سیکھنے کا شوق رکھتا ہے اور کبھی مطمئن ہونے سے باز نہیں آتا ہے وہ واقعی ایک فلسفی ہے۔ فلسفہ کا مقصد چیزوں کی ابدی نوعیت کا علم ہے"۔ افلاطون
- افلاطون کے شاگرد ارسطو نے فلسفہ میں عملییت پر زور دیا۔ انہوں نے افلاطون کے پیش کردہ فلسفہ کی تعریف الگ سے پیش کی۔ ارسطو کے مطابق "فلسفہ وہ سائنس ہے جو وجود کی نوعیت کی تحقیق کرتی ہے جیسا کہ وہ اپنے آپ میں ہے"۔
- "فلسفہ ادراک کی سائنس اور تنقید ہے"۔ کانٹ
- "فلسفہ علم کی سائنس ہے" فیشٹے
- فلسفہ سائنس کی ترکیب ہے یا ایک عالمگیر سائنس۔ ہربرٹ اسپینسر
- "فلسفہ سائنس کی سائنس ہے۔" کومٹے

فلسفیوں کے درج بالا تعارف اور خیالات کو دیکھتے ہوئے اس بات کا امکان ہے کہ قدیم ترین انسان اپنے اردگرد موجود معجزاتی کائنات کو دیکھ کر انتہائی حیران ہوا ہوگا۔ کافی عرصے تک اس نے زندگی کے معنی تلاش کرنے کے لیے مختلف سمتوں میں کوشش کی ہوگی جو درحقیقت ایک مشکل کام ہے۔ ابھی تک انسان بہتر منظم نظام فکر کی استدلال کے ساتھ تلاش کی جستجو میں ہے۔ ایسی ہی کوششوں اور کاوشوں کے حتمی نتائج کو فلسفہ کہا جاسکتا ہے۔

ہسٹری آف فلسفہ میں الفریڈ ویبر کہتے ہیں "یہ (فلسفہ) فطرت کے ایک جامع نظریہ کی تلاش ہے، چیزوں کی نوعیت کی عالمگیر وضاحت کی کوشش ہے"۔

کائنات کے چلتے پھرتے عمل اور ترقی میں انسان کے غوروفکر کی فطری قوت اپنے آپ یہ سوال کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ میں کہاں جاؤں گا؟ یہ کائنات کیا ہے؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟۔ اس کائنات میں میرا کیا کردار ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ انسان ان سوالوں کے مختلف ادوار میں مختلف طریقے سے حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اس لیے دیکھا جائے تو فلسفہ بحیثیت مجموعی کائنات پر ایک منظم مطالعہ اور اس کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ مختلف نظریوں کے زاویوں کے مطابق مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے جس سے دنیا کی اشیاء کی تشریح یا استدلال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہونے کی وجہ سے ہی فلسفیوں نے مختلف زمانوں میں مختلف فلسفیانہ اصول اور نظریات وہ قائم کئے۔ ان میں سے کچھ کو وسیع طور پر زیر بحث لایا جاتا رہا ہے۔

1.2.3 فلسفہ کا بدلتا تصور (Changing Conceot of Philosophy)

دنیا میں فلسفہ کے یونانی تصور کو ایک طویل عرصے تک قبول کیا جاتا رہا ہے۔ ارسطو نے مختلف موضوعات پر اپنے نظریات پیش کیے۔ وہ تسلیم کرتا، تھا کہ فلسفہ خیالات اور حالات کے ساتھ گفتگو ہے۔ یہ نہ تو مطلق ہے اور نہ ہی حتمی۔ ہر تخلیق کے پیچھے ایک فلسفیانہ فکر ہے۔ اور ہر فلسفیانہ فکر کے پیچھے بلاشبہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس کی آزادانہ قیاس آرائیوں اور تحقیقات میں خود کو مصروف رکھا ہے۔ کچھ خیالات اور نظریات کو ان کے عقائد کے لیے بہت عزت ملی۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کو ان کے نظریہ کی وجہ سے دکھ اٹھانا پڑا۔ مثال کے طور پر، سقراط کو ہیملاک پینا پڑا، اسپینوزا کو عبادت گاہ سے نکال دیا گیا، والٹیئر کو جلاوطن کر کے قید کر دیا گیا، کانٹ کو بے عزتی اور غربت کا سامنا کرنا پڑا، شوپن ہاور کو یونیورسٹیوں نے بے عزت کیا، نطشے کو پاگل پن کا شکار کر دیا گیا، رسل کو اس کی وکالت پر پابندی لگا کر اس کا مذاق اڑایا گیا۔ ا

موجودہ دور میں فلسفہ کے بدلتے تصور پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ میں اناٹومی، فزیالوجی، نباتیات، اخلاقیات، منطق، طبیعیات، نفسیات، سیاست اور مابعد الطبیعات وغیرہ کو عمومی طور سے فلسفہ کے شراکت کے طور پر سمجھا جانے لگا ہے۔ یہاں تک کہ نشاۃ ثانیہ کے فلسفیانہ فکر کو مختلف میدانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ نشاۃ ثانیہ سے متعلق طبیعیات کے شاخوں پر تنقید کرنے والی شاخوں کو فطری فلسفہ کہا جانے لگا ہے۔ سیاست، اخلاقیات، نفسیات وغیرہ جیسے شعبوں کو نیچرل فلسفہ کہا جانے لگا۔ فلسفہ کے نظریات اٹھارویں صدی تک مغربی منظر نامے پر حاوی رہے۔ انیسویں صدی کے دوران فلسفیوں نے امتیازی عمل کو مزید جاری رکھا۔ فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی

جیسے مضامین کو فطری فلسفہ کے بجائے نیچرل سائنسز کہا گیا۔ان مضامین کے لیے نئ اصطلاح تجرباتی علوم کو استعمال کیا گیا۔معاشیات، نفسیات، بشریات اور سیاست کو سماجی علوم کے رمزے میں ڈالا گیا ہے۔موجودہ صدی میں رسمی منطق نے بھی ریاضی کے نظم وضبط کے ساتھ اپنی آزادی کو بنیادی قرار دیا ہے۔اس طرح ان سبھی مضمون کے فلسفہ کو ان کے نام اور مقامات کے حوالے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیں

1. فلسفہ کے مفہوم کو ہندوستانی اور مغربی تصورات کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔
2. قدیم دور سے لے کر موجودہ زمانے تک فلسفہ کے تصور میں کس طرح تبدیلی آئی ہے؟ مثالوں کے ساتھ بیان کیجیے۔

1.3 ہندوستانی اور مغربی فلسفہ میں فرق (Difference between Indian and western Philosophy)

فلفسہ کے متعلق ہندوستانی نقطہ نظر اور مغربی نقطہ نظر میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ہندوستانی فلسفہ میں سب سے پہلی فکر کائنات کی ساخت اور اس کیے حقائق کو جاننا ہے۔فلسفہ میں خالق و مخلوق، روح و جسم، علم و جہالت اور انسانی زندگی کے آخری مقصد کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ادراک کے ذرائع اور اس کی بنیاد پر انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بحث اور جائزہ لیا جاتا ہے۔اس کے برعکس مغربی فلسفہ میں کائنات کی اصل شاخت، خالق و مخلوق، روح و جسم وغیرہ پر غور وفکر کیے بغیر انسانی زندگی کے تمام عملی پہلوؤں پر محض منطق کی بنیاد پر بحث اور جائزہ لیا جاتا ہے۔ہندوستان میں بھی بعض فلسفیوں نے خالق اور مخلوق، روح اور جسم، دنیا اور آخرت، زندگی اور موت وغیرہ پر مغربی انداز میں دلائل پیش کئے ہیں۔لیکن ہندوستانی سماج میں اس کو اہمیت و مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ہمارے بزرگوں نے ہمیں حقیقی اور مابعد الطبیعاتی علم فراہم کیا ہے جس کی بنیاد پر ہم کسی بھی مادے یا سرگرمی کا صحیح معنوں میں تجزیہ کرسکتے ہیں۔ہماری نظر میں مابعد الطبیعات، علمیات، منطق، علمِ اقدار اور اخلاقیات فلسفہ کے اہم اجزا ہیں۔جہاں تک ہندوستانی فلسفوں اور مغربی فلسفوں میں فرق کا تعلق ہے۔بلدیو اپادھیائے نے ہندوستانی اور مغربی فلسفوں کے درمیان درج ذیل فرق بتایا ہے۔

1۔ ہندوستانی فلسفہ انسان کو تین مصائب روحانی، جسمانی اور مافوق الفطرت سے نجات دلانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔جب کہ مغربی فلسفے حیرت انگیز اشیاء کو دیکھنے کے تجسس کو کم کرنے کی کوشش سے پروان چڑھے ہیں۔
2۔ ہندوستانی فلسفہ کو آزادانہ طور پر تیار کیا گیا ہے، جب کہ مغربی فلسفہ دیگر مضامین جیسے انسانیت، سماجیات اور سیاسیات کی بنیادوں پر تیار کیے گئے ہیں۔

3۔ ہندوستانی فلسفہ حقیقی علم کی شکل وساخت کی وضاحت کرنے کی طرف مائل ہے جبکہ مغربی فلسفہ پورے علم اور سیکھنے کی وضاحت کرنے کی طرف مائل ہے۔

4۔ ہندوستانی فلسفہ منطق اور مضبوط تجرباتی علم پر مبنی ہیں، جب کہ مغربی فلسفہ صرف منطق پر مبنی ہوتا ہیں۔

5۔ ہندوستانی فلسفہ کا مذہب سے گہرا تعلق ہے جبکہ مغربی فلسفہ کا ایسا کوئی گہرا تعلق نہیں ہوتا۔

1.4 فلسفہ کی نوعیت(Nature of Philosophy)

ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسفہ کی نوعیت کیا ہے؟ آرٹس یا سائنس؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو فلسفہ کی نوعیت سائنسی معلوم ہوتی ہے۔ فلسفہ میں منطقی نظریہ ہوتا ہے اور اس نظریہ کو سمجھے بغیر ہم سائنس نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ سائنس کو سمجھنے کے لیے سائنسی سوچ کا ہونا لازمی ہے اور سائنسی سوچ بغیر فلسفہ کا مطالعہ کیے نہیں ہو سکتی۔ اس نقطہ نظر سے فلسفہ سائنس معلوم ہوتا ہے۔ فلسفہ کا ایک اہم کام مسائل پر غور کرنا اور اس سے متعلق سوالات کرنا ہوتا ہے۔ سائنس فلسفہ کے مسائل پر غور کرکے اس کے سوالوں کا حل تلاش کرتی ہے۔ فلسفہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں سائنسی طریقے سے مسائل پر غور کرنا ہوتا ہے، سائنسی تجربے کرنے پڑتے ہیں اور سائنسی سرگرمیوں کو انجام دینا پڑتا ہے۔ ان سب مراحل سے گزر کر ہم کسی بھی فلسفیانہ مسائل کا حل تلاش کر پاتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ اپنے نوعیت میں سائنس ہے۔

1.5 فلسفہ کی خصوصیات((Characteristics of Philosophy)

فلسفہ کے خصوصیات کو درج ذیل نقطوں کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔

1۔ فلسفہ تجربے، قیاس اور منطق پر مبنی ہوتا ہے۔

2۔ فلسفہ ایک موضوعی مضمون ہے۔

3۔ فلسفہ ایک ہدایتی نظریہ ہے۔

4۔ فلسفہ ایک لبرل یعنی آزادانہ مضمون ہے۔

5۔ فلسفہ کائنات کی حتمی حقائق کا منطقی تجزیہ کرتا ہے۔

6۔ فلسفہ سیکھنے کے مقصد، وسائل اور طریقوں کا تجزیہ کرتا ہے۔

7۔ فلسفہ انسان کے اقدار اور قابل قبول عمل اور ناقابل قبول عمل کا تجزیہ کرتا ہے۔

8۔ فلسفہ کا سائنس کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔

9۔ فلسفہ ایک مضمون ہے عمل نہیں۔

10۔ فلسفہ استخراجی، تجزیاتی اور ترکیبی طریقہ س کار کے ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

1.6 فلسفہ کی اہمیت((Importance of Philosophy)

فلسفہ سنجیدہ اور غیر جانبدارانہ سوچ پر زور دیتا ہے۔ یہ ایک منطقی نقطہ نظر ہے۔ اس کے ذریعہ ہم سچ کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ زندگی کی چھوٹی اور سطحی چیزوں سے اوپر اٹھ کر فطرت اور مافوق الفطرت اور تجریدی موضوعات کی معروضی تحقیق کرنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک چراغ کی روشنی کی طرح ہے۔ جب کسی چراغ کو جلایا جاتا ہے تو اندھیرے میں رکھی ہر شئے اس کی روشنی سے نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب ہم زندگی کے کسی موضوع پر گہرائی سے سوچتے ہیں تو زندگی کی بہت سی تجریدی باتیں اور سچائیاں سامنے آنے لگتی ہیں۔ فلسفہ کا علم حاصل کرنا انسان کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جو شخص اس علم سے عاری ہوتا ہے اس کے پاس عقل کی کمی اور غور فکر کرنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذہانت سے کسی موضوع کی گہرائی یا حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ بالکل جانور کی طرح ہو جاتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اپنی بنیادی جبلت کے حکم کے مطابق برتاؤ کرنے لگتا ہے۔ فلسفہ کا علم ہونے سے انسان میں منطقی سوچ اور ذہن کی وسعت ملتی ہے۔ وہ صحیح اور غلط کی پہچان کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیا مثالی اقدار ہے اور کیا نہیں، کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ اس بات کا علم اسے ہو جاتا ہے۔ اسے معاشرے میں کیسے رہنا چاہیے کیسے نہیں اس بات کا شعور اسے ہو جاتا ہے۔ اسے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ اس کی زندگی ہم آہنگ، خوشگوار اور کامیاب کیسے بن سکتی ہے۔ فلسفہ مسلسل انسان میں خیالات کی کشمکش پیدا کرتا ہے اور اس کی قوت فیصلہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

فلسفہ کے تعلیم کا مقصد علم حاصل کرنا، حقیقت کو جاننا اور اپنے خیالات کو بہتر بنانا ہے۔ اس لیے فلسفہ ہر شخص کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص زندگی کے گہرے سوالات کے بارے میں گہرائی سے سوچنے کے بعد برتاؤ یا عمل کرتا ہے، تو وہ جلد بازی میں حیوانیت اور ناپسندیدہ کام کو انجام نہیں دیتا۔ اس کے لیے ایسے اصول یا حل تلاش کرنا ممکن ہو جاتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنی اور معاشرے کی زندگی کو بہتر، تسلی بخش، مطمئن اور موثر بنا سکے۔ اس لیے ہر شخص کو فلسفہ کا علم ہونا ضروری ہے۔ جس فرد میں فلسفہ کا علم نہیں ہوتا، وہ بالکل اسی حالت میں ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اندھیرے میں کالی چیز ڈھونڈ رہا ہو۔ فلسفہ کے ذریعے انسان کی باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ صحیح اور اطمینان بخش راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جس پر چل کر وہ مثالی اور مناسب فیصلے کرنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی زندگی اور معاشرے کو ایک نئی روشنی دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سخت تپسیا کے بعد مہاتما بدھ نے مراقبہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ دنیا دکھوں کا سمندر ہے۔ اس میں درمیانی راستہ اور عدم تشدد پر چل کر ہی کامیابی سے زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ اس نئے علم کی روشنی میں اس نے جو سمجھ حاصل کی اس نے اسے کروڑوں لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے قابل بنایا۔ اسی طرح مذہب اسلام کی طرف سے دی گئی تعلیمات نے کروڑوں لوگوں کی زندگیوں میں علم، خوش مزاجی، محبت اور رجائیت کو جگایا ہے۔ دنیا میں مختلف فلسفہ پیدا ہوئے۔ ان فلسفہ کے ذریعے لوگوں کو طرز زندگی اور راہ راست پر چلنے کی راہ ہموار ہوئی۔ صحیح طرح کے عقائد پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے فلسفہ کو ایک عمومی سائنس کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد گہرے اور وسیع سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

1.7 فلسفہ کی وسعت ودائرہ کار(Scope of Philosophy)

جہاں تک فلسفہ کا دائرہ کار کی بات ہے تو یہ بہت ہی وسیع ہے۔ جب ہم اس موضوع پر بات کرتے ہیں کہ فلسفہ کا دائرہ کار کیا ہے تو ہمارا مطلب ہوتا ہے کہ فلسفہ کس میدان میں کام کرتا ہے۔ اس کا علاقہ کیا ہے؟ وہ کون سے بنیادی شعبے ہیں جن میں فلسفیانہ تحقیقات سرگرم ہیں۔ اگر ان کی حد بندی کی جائے تو ہمیں فلسفہ کی وسعت مل جائے گی۔ فلسفہ میں خدا، روح، صوفیانہ طاقتیں، کائنات کی اصلیت وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کی وسعت میں سماجیات، اخلاقیات، سیاسات، جمالیات اور منطق جیسے دیگر موضوعات بھی شامل ہیں۔ یہ پوری کائنات کی حقیقی شکل و ساخت کا مطالعہ کرتا ہے۔ یہ کائنات میں موجود تمام اشیاء اور سرگرمیوں پر بحث کرتا ہے۔ ایسی بحث کرنے کے لیے عقلی تحقیقات اور استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ چیزوں کی حتمی وجوہات اور اسباب کو سمجھا جاسکے۔ تجرباتی طبیعی علوم میں اشیاء، مادے، عمل، حیاتیات وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور اسے حقیقی علوم کہا جاتا ہے۔ منطق فلسفہ ثبوتوں اور بنیادی اصولوں کو حاصل کرنے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح منطق کے مطالعہ کو عقلی سائنس کہا جاسکتا ہے۔ مابعد الطبیعات کا تعلق حقیقی وجود اور اس کی صفات سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا تعلق کسی چیز کی فطرت اور موجودہ چیزوں کے بنیادی اصول اور عمل سے ہے۔ ارسطو نے اسے فلسفہ پرائما (Philosophy Prima) کہا، یعنی پہلا فلسفہ جو حقیقت کے سب سے بنیادی اور گہرے پہلوؤں سے متعلق ہے۔ مابعد الطبیعیات روایتی طور پر سائنس کی ملکہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ نیز مابعد الطبیعاتی دلائل اور نظریات صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب مجموعی مابعد الطبیعیاتی نقطہ نظر مربوط ہو اور حقائق کی منطقی اور مستقل تشریح ہو۔

مفکرین نے بنیادی طور پر فلسفہ کے دائرہ کار کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (1) مابعد الطبیعات (2) علمیات (3) اخلاقیات، اور (4) منطق

1.7.1 مابعد الطبیعات(Metaphysics)

مابعد الطبیعات فلسفہ کی ایک شاخ ہے جس کا تعلق وجود اور دنیا کی بنیادی نوعیت کی وضاحت سے ہے۔ مابعد الطبیعیات کی اصطلاح کا لفظی مطلب ہے 'طبیعات سے ماورا'۔ فلسفہ کا یہ شعبہ حقیقت کی نوعیت پر مرکوز ہے۔ مابعد الطبیعیات تجربے اور فکر کے دائروں میں اتحاد تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ارسطو نے مابعد الطبیعیات کا خاکہ تیار کیا۔ مابعد الطبیعاتی سطح پر چار وسیع فلسفیانہ مکاتب فکر کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ مکاتب فکر مثالیت پسندی، حقیقت پسندی، عملیت پسندی (تجربہ پسندی) اور وجودیت پسندی ہیں۔ مابعد الطبیعیات فلسفہ کی بنیاد ہے۔ اس میں قدرت اور اس کے تخلیق پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔ دنیا کی وضاحت یا اس کی تشریح کے بغیر ہم کائنات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ مابعد الطبیعاتی فلسفہ کا وہ نظریہ ہے جس میں ہم دنیا کو سمجھنے کے قابل بنتے ہیں۔ کائنات کو سمجھنے اور اس کے اصولوں کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مضبوط بنیاد کے بغیر تمام علم مشتبہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت مطلق کیا ہے۔ حقیقت کے بارے میں کوئی بھی غلط فہمی انسانی زندگی کو مشکل بنا دے گی۔ اس کی ایک مخصوص نوعیت ہے جو ہمارے خیالات اور احساسات سے آزاد ہے۔ ایک مناسب مابعد الطبیعاتی عالمی نظریہ کا مقصد حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنا چاہیے۔ مابعد الطبیعات کے اصولوں کا مطالعہ ایک جامع مطالعہ ہے جو تمام وجود، تمام علم اور تمام وضاحت کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ وجود کے مطالعہ کے لیے ذمہ دار ہے۔ یہ ایک عالمی نظریہ کی بنیاد ہے۔ یہ کیا؟ کیوں،؟ کون

کس لئے ؟وغیرہ سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ یہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا حقیقی ہے یا محض ایک وہم ہے۔ یہ ہمارے آس پاس کی دنیا کے بارے میں ایک بنیادی نظریہ پیش کرتا ہے۔مابعد الطبیعات کی کئی شاخیں ہیں۔

آنٹولوجی۔ یہ کائنات کے وجود کے بنیادی رمزوں اور ان کے تعلقات کی تحقیق کرتا ہے۔اس میں کائنات کے نوعیت سے متعلق سوالات پر غور کیا جاتا ہے۔ جیسے کائنات فانی ہے یالا فانی اور اس کے عناصر کیا ہے ؟وغیرہ

کاسمولوجی۔ یہ کائنات کے اندر تمام مظاہر کی مجموعی کا مطالعہ ہے۔اس کے تحت کائنات کی تخلیق اور رترقی سے متعلق سوالات پر غور کیا جاتا ہے۔کائنات سے متعلق تمام مسائل اور موضوعات کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

تھیالوجی۔اس میں خدا کے وجود،اس کی نوعیت،اس کی ہیت وغیرہ جیسے سوالات پر غور کیا جاتا ہے۔ جیسے خدا کا وجود ہے یا نہیں؟ کیا خدا ایک ہے ؟اس کی ذات صفت کیا ہے ؟وغیرہ وغیرہ

روح کی مابعد الطبیعات۔ اس کے تحت 'روح' اور 'جیوا' سے تعلق رکھنے والے سوالوں پر غور کیا جاتا ہے۔ جیسے روح کیا ہے؟ حیات کیا ہے ؟، موت کیا ہے ؟وغیرہ

1.7.2 علمیات(Epistemology)

علمیات ،علم کے حصول کے طریقہ کار اور انسانی علم کی نوعیت، دائرہ کار اور حدود کا مطالعہ ہے۔ علمیات علم کی اصل ساخت، طریقوں اور سالمیت کی تحقیقات کرتی ہے۔ یہ قدرت کے حقیقی علم پر مرکوز ہوتی ہے۔علمیات علم کے مختلف پہلوؤں اور اس کے حصول سے متعلق نظریہ ہے۔ علم کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جیسے انکشاف شدہ علم، تجزیاتی علم، تجرباتی علم، عقلی علم اور مستند علم وغیرہ وغیرہ۔ علمیات علم اور عقیدے کا مطالعہ ہے۔ مطالعہ کے طور علمیات کا تعلق مختلف سوالات سے ہوتے ہیں جیسے علم کیا ہے؟ اس کے کیا مقاصد ہیں؟ اسے حاصل کرنا کیوں ضروری ہے ؟اس کے حاصل کرنے کے کیا فائدے ہیں؟ علم کی ضروری شرائط کیا کیا ہیں؟اس کے ذرائع کیا ہیں؟اس کی ساخت کیا ہے ؟اور اس کی حدود کیا ہیں؟ وغیرہ وغیر۔ مثال کے طور پر کیا آسمان کہیں پر زمین سے ملتا ہے ؟ کیونکہ اگر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھے تو ایسا لگتا ہے کہ کچھ دور بعد آسمان زمین سے مل جاتا ہے۔ اگر ہم زمین اور آسمان کی بالکل ٹھیک طریقے سے مطالعہ کرے تو ہماری سوچ اور نظریہ بدل جائے گی۔ یہ کیسے ہوا؟ان سوالوں کا جواب ہمیں کیسے ملا؟ ایسے سوالوں کا جواب ہمیں علمیات سے ملتا ہے۔اس میں تصورات کی نوعیت، تصورات کی تشکیل، حواس کی درستگی، منطقی استدلال کے ساتھ ساتھ خیالات، جذبات اور تمام ذہنی چیزیں شامل ہیں۔ اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ ہمارے ذہنوں کا حقیقت سے کیا تعلق ہے۔ یہ تعلقات درست ہے یا نہیں۔ صحیح اور غلط کا تعین کرنے کے لیے درست تشخیص کے طریقہ کار کا تعین کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے ہم اپنے ارد گرد کی دنیا کو دیکھ اور سمجھ سکے اور یہ علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کے بغیر ہمارے پاس یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہماری سوچ نتیجہ خیز اور درست ہے۔ اس کے بغیر ہم صحیح اور غلط میں فرق نہیں کر پائے نگے۔ یہ علمیات ہی ہے جس کے مدد سے ہم حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ اس علم کو اپنی زندگی کے مقاصد کو فروغ دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ علم کی کمی کسی بھی چیز کی مکمل سمجھ کو مشکل بنا دیتی ہے۔ علم دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا واحد طریقہ اور ذریعہ ہے۔

منطق علم مستقل مزاجی کو بر قرار رکھنے کا طریقہ ہے۔ معروضیت علم کو حقیقت سے جوڑنے کا ذریعہ ہے تا کہ اس کی صداقت کا تعین کیا جا سکے۔ تصورات حقیقت کی مخصوص تفصیلات یا دیگر تجریدات کے خلاصے ہیں۔ ایک مناسب علم، علم عقلی اور علمیات ہے۔

علمِ اقدار: علمِ اقدار، قدر کا مطالعہ، اس کی نوعیت، معیار، اور مابعد الطبیعیاتی حیثیت کی تحقیق ہے۔ عصری مباحثوں میں علمِ اقدار کے بجائے قدر نظریہ کی اصطلاح زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ حالانکہ تھیوری آف ویلیو کی اصطلاح معاشیات میں اشیا اور خدمات کی قیمت کے حوالے سے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن فلسفہ میں اس کا تعلق اقدار سے ہے۔ یہ ان اصولوں کو دریافت اور تجویز کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کون سے اعمال اور سیرت سب سے زیادہ قابل قدر ہیں اور وہ کیوں ہیں، کون سا عمل قابل قبول اور کون سا نہیں۔ اخلاق کا تعلق اچھے اور برے، صحیح اور غلط، منظور اور نامنظور کے ساتھ ساتھ نیکی اور بدی سے بھی ہے۔ جمالیات اس نوعیت کی تحقیقات ہے کہ کیا خوبصورت یا بدصورت ہے اور ایسا کیوں ہے؟ اقدار تعلیم کے مقصد میں شامل ہے۔ تعلیم زندگی کی اقدار کے ساتھ مربوط ہیں۔ تمام ادارے اچھے اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ شعوری یا لاشعوری طور پر اساتذہ قدر کی ترقی اور ترسیل کرنے والے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ علمِ اقدار کے دو بڑے ذیلی حصے ہیں- اخلاقیات اور جمالیات۔

1.7.3 اخلاقیات (Ethics)

اخلاقیات فلسفہ کی ایک شاخ ہے جسے اخلاقی فلسفہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں صحیح اور غلط رویے کے تصورات کو منظم کرنا، دفاع کرنا اور تجویز کرنا شامل ہے۔ یہ انسانی رویے میں اقدار کا مطالعہ یا اخلاقی مسائل کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس میں اعمال کی درستگی یا غلط ہونا، چیزوں کی اچھی یا خراب ہونا، مطلوبہ رویہ قابل ملامت یا قابل تعریف ہونا ان سبھی پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق اقدار سے ہے اس لئے اس میں سچائی کو دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اعمال اور خوبیوں کے حوالے سے اخلاقیات کے مطالعہ میں کچھ اہم شعبے شامل گئے ہیں۔

میٹا ایتھکس۔ یہ اخلاقی فیصلوں اور نظریات کی بنیاد پر کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟ جیسے سوالات وارد کرتا ہے۔ بجائے اس کے کچھ مخصوص اخلاقی اعمال پیش کیے جائیں۔

معیاری اخلاقیات۔ یہ اخلاقیات کے تعین کے عملی ذرائع سے متعلق ہے۔

عملی اخلاقیات۔ یہ ان طریقوں سے متعلق ہے جن سے اخلاقی عمل اور اس کے نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

جمالیات (Asthetics): جمالیات فلسفہ کی وہ شاخ ہے جس کی نوعیت خوبصورتی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں خوبصورتی اور اس کی تخلیق و تعریف کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ حسی اور جذباتی اقدار کا مطالعہ ہے، جسے بعض اوقات جذبات اور ذائقہ کا فیصلہ بھی کہا جاتا ہے۔ جمالیاتی فنون لطیفہ میں اقدار کا مطالعہ ہے۔ اس میں آرٹ، روایات اور ثقافت کی عکاسی اور ان پر تنقیدی نظر ڈالی جاتی ہے۔ اس میں احساسات، خوبصورتی کے معیارات اور متعلقہ تصورات کی تفتیش بھی شامل ہے۔ اس میں جن سے متعلق کچھ سوالوں پر غور و فکر کر ان کے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ جیسے، کیا فن ایک فکری یا نمائندہ سرگرمی ہے؟ کیا آرٹ حقیقت پسندانہ اور مثالی اشیاء کی نمائندگی کرتا ہے؟ فنکارانہ قدر کا کیا ہے اور

اس کے کیا مقاصد ہیں؟ فن تعمیر اور فن مصوری میں کیا فرق ہیں؟ کیا آرٹ اور حقیقت میں کوئی واضح فرق یا تعلقات ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ ذیل کے مضامین بھی فلسفہ کے شاخ کے طور پر مطالعہ کئے جاتے ہیں۔

1.7.4 منطق (Logic)

فلسفہ کی اہم شاخ ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہمیں حقیقت کو جانے بغیر ہمیں کسی بھی بات پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی قبول کرنا چاہیے۔ انسان کو کسی بھی بات پر اعتماد کرنے یا قبول کرنے سے پہلے اس پر گہرائی سے غور و فکر کرنا چاہیے، اس کے بارے میں تحقیق کرنا اور اس کی تہہ میں جانا چاہیے۔ اس کے سبھی پہلوؤں کا تجزیہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد فیصلہ لینا چاہیے۔ منطق کسی بھی بات کو آنکھ بند کر قبول کرنے کے مخالف ہے۔ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اسے سوچنے اور سمجھنے کی قوت عطا کی ہے۔ اس لئے انسان کو اپنے زندگی میں کسی بھی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے اس کا استعمال کرنا چاہئے۔

فلسفہ سائنس-فلسفہ کی اس شاخ میں مختلف سائنسی علوم کے بنیادی تصورات اور نتائج کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

فلسفہ تعلیم: فلسفہ کی یہ شاخ تعلیم کے تصور، مقاصد، وسعت اور اس کی اہمیت و ضرورت پر فلسفیانہ روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں تعلیم کے مختلف شعبوں میں پیدا ہونے والے مسائل کا مطالعہ کر حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ طے ہوتا ہے کہ تعلیم کے مقاصد کیا ہونے چاہئیں اور کیوں؟ تعلیم کا نصاب کیا ہونا چاہیے؟ طریقے تدریس کیا ہو وغیرہ وغیرہ جیسے سبھی پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے۔

فلسفہ سیاسی: فلسفہ کے اس شاخ میں سیاست کے اصولوں، اس کی صورت، سرکار کی ذمہ داریوں وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

فلسفہ معاشیات: فلسفہ کی اس شاخ کا تعلق معاشیات اور معاشی سرگرمیوں میں پیدا ہونے والے مسائل سے ہے۔

فلسفہ سماجیات: فلسفہ کی اس شاخ میں سماج اور سماجی اداروں کی فلسفیانہ بنیادوں اور ان کے کارگردگیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سماج میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کا فلسفیانہ حل تلاش کرتا ہے۔

فلسفہ زبان: فلسفہ کی اس شاخ میں مختلف زبانوں میں استعمال ہونے والے مختلف الفاظ، ان کے شاخت اور معانی کے تعین کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں زبان کے تصورات اور اس کے ارتقا پر بحث کی جاتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیں (Check Your Progress)

1. ہندوستانی فلسفہ اور مغربی فلسفہ کے مقاصد میں بنیادی فرق واضح کیجیے۔
2. بلدیو اپادھیائے کے مطابق ہندوستانی اور مغربی فلسفہ کے درمیان کون سے نمایاں اختلافات پائے جاتے ہیں؟

1.8 خلاصہ (Summary)

فلسفہ زندگی کا ایک مستقل اور جامع مضمون ہے۔ یہ زندگی کا مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ یہ تمام انسانی تجربے اور سرگرمی کی اہمیت کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہ زندگی کی بنیاد اور مقاصد کو تلاش کرتا ہے۔ یہ حقیقت کی نوعیت کے بارے میں ایک منطقی تحقیق ہے۔ فلسفہ زندگی کے سب سے گہرے سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ زندگی اور اس کی بنیادی اقدار کو واضح کرتا ہے۔ فلسفہ کا مطلب مقاصد اور اقدار سے متعلق نقطہ نظر ہے جس کے مطابق انسان زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ فلسفہ کی مدد سے انسان خود کے بارے میں، کائنات کے بارے میں، اس سے اپنے تعلقات، اس کی ابتدا اور اس کی تقدیر کو سمجھنے کی کوشش رہتا ہے۔ یہ زندگی کا وہ رویہ ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ ایک فکر زندگی اور طرز زندگی ہے۔

1.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے اختتام کے بعد اب آپ

- فلسفہ کے مفہوم اور تصور سے واقف ہو گئے ہوں گے۔
- فلسفہ کی ساخت کو جان گئے ہوں گے۔
- فلسفہ کے خصوصیات اور وسعت کے واقف ہو گئے ہوں گے۔

1.10 فرہنگ (Glossary)

علمیات: علم کے بارے میں مطالعہ۔

علمِ اقدار: قدر کے بارے میں مطالعہ

Outology: کائنات فانی ہے یا لافانی کا مطالعہ

بشریات: انسان کے بارے میں مطالعہ

تھیالوجی: خدا کے وجود اس کے فطرت کا مطالعہ

کاسمولوجی: کائنات کے اندر تمام مظاہر کی مجموعی کا مطالعہ

مابعد الطبیعات: طبعیات سے ماورا، حقیقت کے بارے میں مطالعہ

1.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exam Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات

1۔ لفظ "Philosophy" کس زبان سے نکلا ہے؟

(الف)انگریزی (ب)فارسی (ج)عربی **(د)یونانی**

2۔ لفظ "Philos" کا مطلب ہے۔

(الف)محبت (ب)علم (ج)ذہن (د)عزت

3۔ لفظ "Sophia" کا معنی ہے؟

(الف)صحت **(ب)علم** (ج)لڑکی (د)پیار

4۔ فلسفہ کو ہندی میں کیا کہتے ہیں؟

(الف)ویدیا (ب)وید (ج)دھرم **(د)درشن**

5۔ ہندوستانی کی سب سے قدیم کتاب مانی جاتی ہے؟

(الف)دھم (ب)اپنیشد **(ج)وید** (د)برہمن

6۔ فلسفہ سائنس کی سائنس ہے۔" کس نے کہا؟

(الف)روسو (ب)کانٹ (ج)کامٹے (د)ارسطو

7۔ فلسفہ حقیقت کے نوعیت کی ایک منطقی وضاحت یا تحقیق ہے۔" یہ کس کا قول ہے؟

(الف)رادھاکرشنن (ب)جان لاک (ج)گاندھی (د)افلاطون

8۔ خوبصورتی کا مطالعہ فلسفہ کے کس شاخ میں ہوتی ہے؟

(الف) علمِ اقدار **(ب) جمالیات** (ج) تعلیم (د)زبان

9۔ فلسفہ کے کس شاخ میں خدا کے وجود پر غور لیا جاتا ہے؟

(الف)تھیالوجی (ب)سماجی (ج)کاسمولوجی (د)آنٹولوجی

10۔ فلسفہ کے دائرہ کار کو بنیادی طور پر کتنے حصوں میں تقسیم کیا ہے؟

(الف) تین **(ب)چار** (ج)پانچ (د)چھ

درست جوابات درج ذیل ہیں:

1. یونانی
2. محبت
3. علم
4. درشن
5. وید
6. کامٹے
7. رادھاکرشنن
8. جمالیات
9. تھیالوجی
10. چار

نوٹ: معروضی سوالات کے جواب بولڈ کیا ہوا ہے۔

مختصر جوابات کے حامل سوالات

1۔ فلسفہ کے تصور کی وضاحت کریں۔

2۔ فلسفہ کے شعبوں کو لکھیں۔

3۔ فلسفیانہ نقطہ نظر سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

4۔ فلسفیانہ نقطہ نظر کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

5۔ فلسفہ کی نوعیت پر بحث کریں۔

6۔ فلسفہ کے ہندوستانی تصور کو لکھیں۔

7۔ فلسفہ کے مغربی تصور کو لکھیں۔

8۔ فلسفہ کے فطرت کو لکھیں۔

9۔ جمالیات پر نوٹ لکھیں۔

10۔ علمِ اقدار کے بارے میں لکھیں۔

طویل جوابات کے حامل سوالات

1۔ مابعد الطبیعیات سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ تفصیل سے لکھے؟

2۔ ایک معلم کو فلسفہ کا علم کیوں ہونا چاہیے؟ بحث کریں۔

3۔ فلسفہ کے مختلف شاخوں کو تفصیل سے لکھے؟

4۔ فلسفہ کے بدلتے تصورات پر بحث کریں؟

5۔ ہندوستانی اور مغربی فلسفہ کے درمیان فرق کو واضح کریں؟

1.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggetsed Learning Material)

- شیکچھا کے سمانیہ سیدھانت-جی ایس ڈی تیاگی اور پی ڈی پاٹھک، 2007، ونو دپستک مندر، آگرہ
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاستر یہ ادھار، 2012، ایس پی روہیلا، اگروال پبلیکشن، آگرہ
- شیکچھا اور درشن، رام ناتھ شرما، راجندر کمار شرما
- ابھرتے ہوئے ہندوستانی سماج میں تعلیم۔ ساجد جمال، عبد الرحیم
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاشتر یہ سدھانت، سوروپ وسکسینہ
- شیکچھا کے دارشنک پرشٹھ بھومی۔ ڈاکٹر لکشمی لال
- ادیامان بھارتیہ سماج میں شیکچھا، ستیاپال روہیلا،
- ڈاکٹر بدر الاسلام، تعلیم کی اسلامی بنیادیں، 2019، وہائٹ ڈاٹ پبلشرز، نئی دہلی۔

- Philosophical Foundation of education, S.P. Ruhela/ R. K. Nayak, 2014, Agrwal Publication,Agra
- Philosophical Perspective of Educatiom, R.B. Lal/S. Palod, 2016, Vinay Rakheja, Meerut.
- Philosophical and Sociological Perspective of Education in Contemporary India, Bhavana Shukla, Agrwal Publication, Agra

اکائی 2۔ تعلیم کا تصور اور دائرہ کار

(Concept and Scope of Education)[*]

2.0 تمہید (Introduction)

2.1 مقاصد (Objectives)

2.2 تعلیم کے معنی و مفہوم (Meaning and Concept of Education)

2.2.1 تعلیم کا وسیع مفہوم (Broad Meaning of Education)

2.2.2 تعلیم کا محدود مفہوم (Narrow Meaning of Education)

2.3 تعلیم کا تصور (Concept of Education)

2.4 تعلیم کے مقاصد (Aims of Education)

2.5 تعلیم کو متاثر کرنے والے عوامل (Factors Influencing Education)

2.6 تعلیم کی نوعیت (Nature of Education)

2.7 تعلیم کے اقسام (Types of Education)

2.7.1 رسمی (Formal)

2.7.2 بے رسمی (Informal)

2.7.3 غیر رسمی (Non-formal)

2.8 تعلیم کی خصوصیات (Characteristics of Education)

2.9 تعلیم کی وسعت (Scope of Education)

2.10 خلاصہ (Summary)

2.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

2.12 فرہنگ (Glossary)

2.13 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.14 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

[*] Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

2.0 تمہید (Introduction)

تعلیم کسی بھی قوم اور سماج کی ترقی کی بنیاد ہوتی ہے۔ کوئی بھی ملک صرف بنیادی ڈھانچہ کو فروغ دے کر یا کسی دوسرے مدتی منصوبوں پر پیسہ اور وقت خرچ کر کے ترقی نہیں کر سکتا ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دنیا میں اسی ملک یا قوم نے ترقی اور برتری حاصل کی جس کے پاس تعلیم تھی۔ آج بھی وہی ملک یا قوم آگے ہے جس کے پاس تعلیم ہے۔ اگر معاشرے میں تعلیم کا مرکزی کردار نہ ہو تو کچھ نہیں بدلے گا۔ تعلیم صرف اسکولوں میں بچوں کو علم دینے کے عمل تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک چلتا رہتا ہے۔ ہم پوری زندگی کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ تعلیم جامد نہیں بلکہ ایک متحرک عمل ہے، جو بدلتے ہوئے حالات اور وقت کے مطابق فرد کی نشوونما کرتا ہے۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- تعلیم کے معنی و مفہوم کو بیان کر سکیں۔
- تعلیم کے تصور اور مقاصد کی وضاحت کر سکیں۔
- تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرنے والے عوامل کی نشاندہی کر سکیں۔
- تعلیم کے نوعیت اور اس کے خصوصیات کو بیان کر سکیں۔
- تعلیم کے اقسام کو بیان کر سکیں۔

2.2 تعلیم کے معنیٰ و مفہوم (Meaning and concept of Education)

تعلیم ایک شعوری اور جاننے والا عمل ہے۔ تعلیم کا مطلب صرف شاگرد کو مضمون کی معلومات فراہم کرنا نہیں، بلکہ ان میں تعلیم و تربیت کے ذریعے اچھے عادات پیدا کرنا ہے اور ان کے طرز عمل میں بدلاؤ لانا ہے۔ تعلیم انسان کی فطری صلاحیتوں کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اس کا مستقبل روشن اور تابناک ہو سکے۔

تعلیم کے لیے انگریزی لفظ ''Education'' استعمال کیا جاتا ہے جو ایک لاطینی لفظ ''Educatum'' سے نکلا ہے۔ ہندی میں تعلیم کے لئے 'ششکشا' لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ 'ششکشا' کی اصطلاح سنسکرت کے لفظ 'ششکچھ' سے آئی۔ 'ششکچھ' کا مطلب ہے علم حاصل کرنا، مضمون سیکھنا، معلومات، حکم، وغیرہ۔ روایتی معنوں میں تعلیم کا مطلب کسی فرد کے لیے رویہ اختیار کرنا یا نظم و ضبط کرنا ہے۔ سنسکرت میں 'ششکچھا' ستر ا، ادب کی چھ شاخوں میں ایک خاص شاخ ہے۔ ستر ا، ادب ویدوں کو سیکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ سنسکرت میں ایک اور اصطلاح ہے جو تعلیم کے لئے استعمال کی جاتی ہے وہ ہے 'ودیا'۔ 'ودیا' کا اردو میں مطلب علم ہوتا ہے۔ 'ودیا' کی اصطلاح سنسکرت لفظ 'وِد' سے نکلی ہے۔ جس

کا مطلب ہے۔ زیادہ جاننا، زیادہ علم حاصل کرنا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں صرف وہی شخص تعلیم یافتہ سمجھا جاتا تھا جو مہذب اور جانکار ہوتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایشیائی لوگ تعلیم کو انسان کو مہذب بنانے کا عمل سمجھتے تھے۔

2.2.1 تعلیم کا وسیع مفہوم (Broad Meaning of Education)

وسیع تر مفہوم میں تعلیم تا زندگی چلنے والا عمل ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک جو کچھ بھی سیکھتا اور تجربہ حاصل کرتا رہتا ہے، وہ تعلیم ہے۔ یہ تا عمر سیکھنے کا عمل تعلیم کے زمرے میں آتا ہے اور یہی تعلیم کا وسیع مفہوم ہے۔ یہ سیکھنے اور تجربے کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان خود کو مختلف طریقوں سے جسمانی، ذہنی، سماجی اور روحانی ماحول سے ہم آہنگی قائم کرتا ہے اور اسی کے ذریعے ترقی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں 'ٹی ریمونٹ' کا یہ قول قابل ذکر ہے کہ۔

"تعلیم ترقی کا وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان آہستہ آہستہ اپنے جسمانی، سماجی اور روحانی ماحول کے مطابق مختلف طریقوں سے خود کو ڈھال لیتا ہے۔ زندگی خود واقعی تعلیم دیتی ہے۔ اس کا پیشہ، خاندانی زندگی، دوستی، شادی، ولدیت، تفریح، سفر وغیرہ سب کچھ تعلیم ہے۔"

اس قول کے مد نظر دیکھا جائے تو تعلیم کا میدان بہت ہی وسیع ہے۔ تعلیم اس مرحلہ یا ترقی کا نام ہے جو بچپن سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہتی ہے۔ تعلیم کے مدد سے انسان اپنے زندگی کے مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے مختلف حالات پر قابو پاتا ہے اور زندگی کے مختلف مسائل کو حل کرتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنے فرائض کو بھی سرانجام دیتا ہے۔ تعلیمی ترقی کے بغیر انسانی زندگی کامیابی کی منزل نہیں حاصل کر سکتی۔ تعلیم کے وسیع مفہوم کو مزید واضح کرنے کے لیے چند ماہرین تعلیم کے خیالات کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

'لاج' نے کہا کہ "والدین اپنے بچے کو اور اساتذہ اپنے طالب علم کو تعلیم دیتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو ہم بولتے ہیں، سوچتے ہیں یا کرتے ہیں کسی نہ کسی طریقے سے وہ تعلیم کا حصہ ہیں۔ اس وسیع معنی میں زندگی تعلیم ہے اور تعلیم زندگی ہے۔"

J. S. Mackenzie کے مطابق "وسیع معنوں میں تعلیم ایک ایسا عمل ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے اور زندگی کے تقریباً ہر تجربے کے ساتھ اس کا ذخیرہ بڑھتا جاتا ہے۔"

پروفیسر ڈمویل کے مطابق "تعلیم کے وسیع معنی میں وہ تمام اثرات شامل ہیں جو پیدائش سے موت تک فرد کو متاثر کرتے ہیں۔"

2.2.2 تعلیم کا محدود مفہوم (Narrow Meaning of Education)

محدود معنی میں تعلیم کا مطلب بچوں کو اسکول میں دی جانے والی تعلیم ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر کہا جائے تو بچوں کو ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت ایک خاص وقت میں خاص طریقوں سے ایک خاص قسم کا علم دیا جاتا ہے۔ اس میں تعلیم کچھ خاص اثرات اور خاص مضامین تک محدود رہتی ہے۔ بچوں کو صرف وہی تعلیم دی جاتی ہے جسے معاشرے کے بڑے لوگ اس کی زندگی کے لیے مفید سمجھتے ہیں۔ بچہ

یہ تعلیم صرف چند سال تک حاصل کر سکتا ہے اوراس کو حاصل کرنے کے لیے بنیادی جگہ اسکول ہوتا ہے۔اسکول میں تعلیم دینے کا کام ایک خاص قسم کا شخص کرتا ہے جسے استاد کہا جاتا ہے۔ وہ بچوں کے تعلیم کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔ بچے اسکول میں بہت سے مضامین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔عام طور پر اس تعلیم کا مطلب خاص قسم کی کتابوں کو پڑھانا اور سمجھانا ہوتا ہے۔ اور یہی تعلیم کا محدود مفہوم ہے۔ تعلیم کے محدود مفہوم کو مذید سمجھنے کے لیے ہم کچھ ماہر تعلیم کے خیالات پر غور کرے تو مزید واضح ہو گا۔

T. Raymont نے کہا" محدود معنوں میں تعلیم کا استعمال بول چال کی زبان اور قانون میں کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے تعلیم فرد کی خود ترقی ہے۔اور یہ ماحول کے عمومی اثرات کو کوئی جگہ نہیں دیتا۔اس کے بر عکس، یہ صرف ان خاص اثرات کو جگہ دیتا ہے جو معاشرے میں موجود ہیں۔بوڑھے لوگ جان بوجھ کر اور منظم طریقے سے کم عمر لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں، خواہ یہ اثرات خاندان، مذہب یا ریاست کے ذریعے ڈالے گئے ہوں۔"

J. S. Mackenzie کے مطابق "محدود معنیٰ میں تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ ہماری طاقتوں کی ترقی اور پیش رفت کے لیے کی جانے والی کوئی بھی شعوری کوشش ہے۔"

2.3 تعلیم کا تصور (Concept of Education)

تعلیم دراصل ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسان کی پوشیدہ طاقتیں پروان چڑھتی ہیں اور منظر عام پر آتی ہیں۔اس کے ذریعے فرد کو نئے علم، ہنر، اقدار، نظریات وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔اسے سیکھ کر وہ اپنے ماحول پر اختیار حاصل کر معاشرے میں اپنا صحیح مقام حاصل کرتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے زندگی کے مقاصد حاصل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ انتہائی بے بس اور لاچار حالت میں ہوتا ہے۔ لیکن پیدائش کے چند ہی دنوں میں وہ اپنے خاندان کے افراد کی نقل کرتے ہوئے چلنا، کھانا، پینا، سننا اور بولنا سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ان سب کے ساتھ وہ آہستہ آہستہ بہت سی دوسری سر گرمیوں کو بھی کرنا سیکھ جاتا ہے۔ انسان سب سے پہلے اپنی ماں کی گود میں اپنا پہلا سبق سیکھتا ہے۔ پھر اپنے گھر کے ماحول اور اس کے بعد اپنے سماج اور معاشرہ سے سیکھتا ہے۔ مہذب معاشرے اپنے بچوں کی فطری قوتوں کی مناسب نشوونما اور رویے میں مطلوبہ بدلاؤ لانے کے لیے تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔اس کے لئے اسکولوں کو قائم کیا جاتا ہے ۔جہاں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں بچے اسکولوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ بلکہ یوں کہے تو اسکول چھوڑنے کے بعد بھی سیکھنے اور سکھانے کا عمل زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ سیکھنے اور سکھانے کا یہی عمل جو زندگی بھر جاری رہتا ہے ، تعلیم کا تصور ہے۔ اس تعلیمی تصور میں مقاصد، نصاب اور طریقہ تدریس شامل ہوتے ہیں جن کا دائرہ بہت وسیع ہوتے ہیں۔ بہت سے دانشوروں نے تعلیم کی تصور پر اپنے اپنے نظریے کو بیان کیا ہیں۔ تعلیم کی سینکڑوں تعاریفیں پیش کی گئی ہیں۔اس کے مختلف پہلوؤں جیسے تعلیم کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس پر مختلف دانشوروں نے اپنے اپنے خیال کا اظہار کئے ہیں۔ ان میں سے ہم نے آپ کے لیے ذیل میں کچھ چند اہم ترین تعاریفیں منتخب کی ہیں جن کا تعلق تعلیم کے تصور سے ہے۔

"تعلیم وہ عمل ہے جو سماج یا قانون کے ذریعہ قبول کیا جاتا ہے اور بزرگوں اور نیک لوگوں کے ذریعہ بچوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ مناسب رویے کو اپنی طرف متوجہ اور رہنمائی کرتا ہے" افلاطون

"تعلیم انسان کی فطری، منظم اور ترقی پسند ترقی ہے" پیسٹالوزی

"تعلیم سے میرا مطلب یہ ہے کہ بچے اور انسان کے جسم، دماغ اور روح میں بہترین چیزیں سامنے آئیں۔" گاندھی

"تعلیم بچے کی مکمل شخصیت کی مکمل نشوونما ہے" نن

"سیکھنا تجربے کی مسلسل تجدید کے ذریعے زندگی گزارنے کا عمل ہے؛ یہ فرد میں ان تمام صلاحیتوں کی نشوونما ہے جو اسے اپنے ماحول پر قابو پانے اور اپنی صلاحیتوں کو پورا کرنے کے قابل بنائے گی۔" جان ڈیوی

مشہور فرانسیسی ماہر سماجیات 'ایمائل درکھم' جسے 'فادر آف سوشیالوجی آف ایجوکیشن' کہا جاتا ہے نے مانا کہ حقیقت میں تعلیم کا تصور ہی سوشلائزیشن کا تصور ہے۔ اپنی مشہور کتاب 'ریسرچ اینڈ سوشیالوجی'(1956) میں انہوں نے اس بات کو واضح کیا کہ۔ ان کا خیال ہے کہ "تعلیم نوجوان نسل کی سماج کاری کا کام ہے۔"

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)

1. تعلیم کے وسیع اور محدود مفہوم میں کیا فرق ہے؟
2. "Education" اور "شکشا" الفاظ کی ماخذ اور معنوں کی وضاحت کیجیے۔
3. مختلف مفکرین (مثلاً افلاطون، گاندھی، جان ڈیوی) کے مطابق تعلیم کا تصور کیا ہے؟

2.4 تعلیم کے مقاصد(Aims of Education)

ہندوستان کے سابق صدر ڈاکٹر۔ پی جے عبدالکلام نے تعلیم کے مقصد بارے میں کہا تھا کہ "تعلیمی نظام کا مقصد کردار اور انسانی اقدار کی تعمیر، ٹیکنالوجی کے ذریعے سیکھنے کی صلاحیت کو بڑھانا اور بچوں میں اعتماد پیدا کرنا ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنے مستقبل کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو سکے" اس مناسبت سے دیکھا جائے تو تعلیم کے مندرذہ ذیل کچھ اہم مقاصد ہو سکتے ہیں۔

1۔ ہر فرد کا ترقی اور نشونما کرنا اور روشن مستقبل کے لئے تیار کرنا۔

2۔ معاشرے و سماج میں ہم آہنگی لانا۔

3۔ سیکھنے والے کی سماجی تغیر کو یقینی بنانا۔

4۔ فرد میں تنقیدی و تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینا۔

5۔ سماج میں اقدار و اخلاقیات کو فروغ دینا۔

6۔ سماجی تبدیلی، سماجی اصلاح اور سماجی تعمیر نو کے لیے فرد کو تیار کرنا۔

7۔ افراد کو قومی ترقی میں حصہ دار بنانا۔

8۔ قومی یکجہتی اور بین الاقوامی سمجھ کو فروغ دینا۔

9۔ ٹیکنالوجی کا فروغ اور اس کے ذریعے سیکھنے کی سہولت فراہم کرانا۔

10۔ فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنا اور ایک مثالی شہری بنانا۔

2.5 تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرنے والے عوامل (Factors Influencing Education)

فلسفیانہ عمل۔ کسی بھی سماج کا تعلیم اس کے سماج میں رائج فلسفیانہ نظریہ سے طے ہوتا ہے۔ فلسفہ تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرتی ہے۔ مثال کے طور پر قدیم زمانے میں ویدک عہد میں تعلیم کا مقصد 'موکچھا' حاصل کرنا تھا تو وہی بدھ کے عہد میں تعلیم کا مقصد 'نیروان' حاصل کرنا تھا۔ ہندوستان میں جب ہم مسلم عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس وقت کے تعلیمی نظام پر اسلامی نظریات اور فلسفہ وفکر کا اثر دکھائی دیتا ہے اور اس کے زیر اثر تعلیمی مقاصد میں بدلاؤ بھی صاف دیکھا دیتا ہے۔ اس طرح ہر زمانے میں اس وقت کے فلسفیانہ نظریہ اور فکر کے مناسبت سے اس وقت کے تعلیمی مقاصد کو طے ہوتے ہیں۔

ثقافتی عمل۔ ہر سماج کا ایک اپنی ایک خاص تہذیب و ثقافت ہوتی ہے۔ جس میں اس سماج کے روایات، عقائد، رہن سہن، رسم و رواج، اقدار وغیرہ ہوتے ہیں۔ ہر سماج اپنے تہذیب کی ترقی، تحفظ اور ترسیل کرتا ہے اور اس کے لئے تعلیم سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ تعلیم سماجی کام کا بنیادی ایجنٹ ہوتا ہے جس کے ذریعے ثقافت کا علم دیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں گرو اپنے طلباء کو گروکل اور آشرم میں سناتن یا ویدک ثقافت کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ تمام قبائلی گروہوں میں غیر رسمی تعلیم ان کی ثقافت کے اصولوں اور مروجہ عناصر کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ عیسائی اور مسلم سماج کے تعلیمی مقاصد عیسائی اور مسلم ثقافت سے متاثر دیکھائی دیتے ہیں۔

ماحولیاتی عمل۔ موجودہ دور میں ترقی کے نام پر جنگلات تیز رفتاری سے کاٹے جارہے ہیں، جنگلی جانور اور پرندے مارے جارہے ہیں، زمین سے پٹرول اور دیگر معدنیات بڑی مقدار میں نکالی جارہی ہیں، فیکٹریوں کا فضلہ مسلسل ندیوں میں پھینکا جارہا ہے۔ اس سب انسانی کارکردگیوں کے وجہ سے مٹی، پانی اور ہوا مسلسل آلودہ ہورہی ہیں۔ اس کے وجہ سے آسمان پر اوزون کی تہہ میں بہت بڑا سوراخ ہوگیا ہے جس سے کینسر جیسی خطرناک بیماریوں میں اضافہ ہورہے ہیں۔ سمندر میں سونامی جیسا خوفناک سیلاب اور طوفان آرہے ہیں۔ اس لیے دنیا کے تمام ممالک اس بات کو سنجیدگی سے محسوس کررہے ہیں کہ اگر ماحولیات کو نہیں بچایا گیا تو انسانی وجود پر بہت بڑا خطرہ آسکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں ماحولیاتی تحفظ کے متعلق بیداری لائی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ طلبہ کو قدرتی ماحول سے روشناس کرایا جائے۔ انھیں اسکول میں ماحولیاتی تعلیم دی جائے جس سے ان میں قدرت کے متعلق بیداری، لگاؤ اور دلچسپی پیدا ہو۔ انہیں زندگی میں ماحولیات کی اہمیت کا اندازہ ہو تاکہ وہ اس کے تحفظ اور فروغ سے متعلق اقدار اور تکنیکوں کو سیکھ اور سمجھ سکے۔ اس لیے اب سنٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) نے اپنے قومی نصابی خاکہ 2005 میں ماحولیاتی تعلیم کو ایک مضمون کے طور پر شامل کیا اور اسے اسکول کے نصاب

کا لازمی حصہ قرار دیا۔ نئی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی ماحولیاتی تعلیم پر زور دیا گیا ہے۔اس طرح تعلیمی عمل کے ذریعہ ہم قدرت کو تحفظ اور ترقی کر سکتے ہیں۔

سماجی عمل۔ سماج اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے تعلیمی اہتمام کرتا ہے۔اس لئے معاشرے کا سماجی نظام تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرتے ہیں۔ کسی بھی سماج میں کئی طبقوں کے لوگ رہتے ہیں،مثال کے طور پر ہندوستانی سماج میں کئی مذہب، نسل، ذات کے لوگ رہتے ہیں۔ ان سبھی کو ہم سماج کے کئی سماجی طبقہ، مقامی شہری، طبقاتی امتیاز وغیرہ میں بانٹتے ہیں۔ بھر یہ اپنے مفاد کے مطابق تعلیم کے مقاصد کو طے کرتے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں برہمنوں کی ذات کو اعلیٰ ذات سمجھا جاتا تھا۔ ان کے طرز زندگی، اخلاق اور ضابطہ اخلاق کو مثالی سمجھا جاتا تھا اور تعلیم کا بنیادی مقصد ان جیسا بننا ہوتا تھا۔ دلتوں وقبائلیوں کے سماجی اور معاشی حالات بہت خراب تھے۔ اور اس کی بنیادی وجہ تھی، ان کا تعلیم سے محروم ہونا۔ ہندوستانی سماج کے ساخت اور فطرت کو دیکھتے ہوئے آزادی کے بعد آئین میں تمام شہریوں کو قانونی یکسانیت، مذہبی آزادی، تعلیمی مساوات، سماجی انصاف اور سیکولر سلوک فراہم کرنے کا عہد کیا گیا ہے۔ سبھی کو یکساں بنیادی حقوق فراہم کیے گئے ہیں۔ اس لیے آج کی ہندوستانی تعلیم میں سماجی تفریق کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اقتصادی ومعاشی عوامل۔ پیسہ انسانی زندگی کا بہت ہی اہم جز ہے۔ معاشی عنصر ہمارے زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہے۔ سرمایہ داری کی معاشی پالیسیوں نے طبقاتی کشمکش کو جنم دیا۔ جس سے عام لوگوں میں معاشی مسائل اور عدم تحفظ میں اضافہ ہوا۔ عالمگیریت اور نجی کاری کے موجودہ معاشی نظام نے جہاں معاشی واقتصادی ترقی بخشا ہے وہی کئی خدشات بھی پیدا کیا ہے۔ اس سے متاثر ہو کر تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کا جہت شخصیت کے فروغ سے بدل کر نوکری یا منافع بخش کاروبار کے لئے تعلیم وتربیت فراہم کرنا بن گیا ہے۔ لہذا، زیادہ تر طلباء فلسفہ، آرٹ، زبان و ثقافت وغیرہ جیسے مضامین کا مطالعہ نہ کرکے، پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں جلد از جلد کوئی اچھی نوکری مل جائے اور وہ زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکے۔ آج پیشہ وارانہ تعلیم دینے والے اداروں کی باڑھ سی آگئی ہے اور ان میں داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد میں بھی کافی اضافہ ہوا ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں اعلیٰ سماجی طبقہ اور متوسط سماجی طبقہ کے ارکان کے رجحان اس طرف کافی تیزی سے بڑھا ہے۔

سائنسی اور تکنیکی عوامل۔ اکیسویں صدی سائنس اور ٹیکنالوجی کا صدی کہا جاتا ہے۔ اس صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبردست ترقی اور فروغ ہوا ہے۔ موجودہ دور میں منطق علم، سائنس اور تکنیکی تعلیم کی اہمیت کافی بڑھ گئی ہے۔ اس لیے نئے تعلیمی نظام میں سائنس اور تکنیک کے بہت گہرے اثرات دکھائی دے ہے۔ آج تعلیم کے مقاصد کا تعین میں سائنس اور تکنیک اہم رول ادا کر رہی ہے۔ سائنس اور تکنیک بغیر آج ہم تعلیم کا تصور نہیں کر سکتے۔

2.6 تعلیم کی نوعیت (Nature of Education)

تعلیم کی نوعیت کو بنیادی طور پر فلسفیوں نے زیر بحث لایا ہے۔ فلسفی، ماہرین عمرانیات، ماہر معاشیات اور ماہر نفسیات نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے نقطہ نظر سے تعلیم کی نوعیت کے بارے میں درج ذیل نکات نکل کر سامنے آتے ہیں۔

1) تعلیم کی نوعیت سماجی ہے۔ جس طرح کا سماج ہوتا ہے تعلیم کیفطرت بھی اسی طرح کی ہوتی ہے۔ تعلیم پر سماج کی ضرورت، ثقافت کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر تعلیم کے تین رخ ہوتے ہیں۔ طالب علم، استاد اور تدریسی مواد یا تعلیمی سرگرمیاں۔ ان سب پر سماج کا اثر صاف دکھائی دیتا ہے۔

2) تعلیم فطری طور پر مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔ معاشرے میں تعلیمی عمل مختلف نوعیت میں ہمیشہ جاری وساری رہتا ہے۔

3) تعلیم ایک بامقصد عمل ہے۔ اس کے مقاصد کا تعین معاشرہ کرتا ہے۔ یہ فطرت سے ترقی پسند ہیں۔ اس طرح تعلیم میں ترقی اور بدلاؤ کا عمل جاری رہتا ہے۔

4) تعلیم کا موضوع بہت ہی وسیع ہے اور اس کی حدبندی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اس کے محدود معنوں میں اس کا موضوع مخصوص نصاب تک محدود ہے۔ دونوں لحاظ میں یہ ترقی میں معاون ہے۔

5) فطری طور پر اس کے طریقے بہت وسیع ہیں۔ اس میں حسب ضرورت تبدیلی ہوتے رہتی ہے۔

6) معاشرے کی تعلیمی نوعیت کئی عوامل پر منحصر ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس کا مذہب، فلسفہ، ثقافت، سیاسی نظام، معاشی نظام اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی وغیرہ۔

مندرجہ بالا نکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی نوعیت معاشرے، مذہب، فلسفہ، ثقافت، سیاسی نظام، معاشی نظام اور سائنس وٹیکنالوجی میں تبدیلی کے ساتھ بدلتے رہتا ہے۔ جس سے تعلیم کے مقاصد، شکل میں تبدیلی ہوتے رہتی ہے۔ اس طرح تعلیم کی نوعیت متحرک ہے۔

2.7 تعلیم کی اقسام (Types of Education)

تعلیم کی تین قسمیں ہیں

1) رسمی تعلیم (2) بے رسمی تعلیم اور (3) غیر رسمی تعلیم

2.7.1 رسمی تعلیم (Formal Education)

رسمی تعلیم، وہ طریقہ تعلیم ہے جس میں طلبا کو تعلیم رسمی طور سے فراہم کی جاتی ہے۔ اس میں تعلیمی مقام یعنی تعلیمی ادارے، نصاب، تدریس مواد، معلم، امتحان، وغیرہ سبھی ایک خاص رسمی نظام میں رسمی طریقے سے دی جاتی ہے۔ رسمی تعلیم ایک منظم ماحول میں دی جاتی ہے جس کا واضح مقصد طالب علم کو رسمی طور سے پڑھنا، لکھنا سکھانا ہوتا ہے۔ عام طور پر رسمی تعلیم اسکولی ماحول میں دی جاتی ہے جس میں ایک سے زیادہ طلبا ایک کمرہ جماعت میں اپنے طے شدہ مضمون کی تعلیم مخصوص اساتذہ کے ذریعے دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اسکولوں میں دی جانے والی 6 سے 14 سال کے بچوں کو مفت ولازمی تعلیم رسمی تعلیم ہے۔ جمہوریہ ہند کی مختلف ریاستیں نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل اینڈ ٹریننگ کے ذریعے تیار شدہ قومی نصاب کے فریم ورک کی بنیاد پر لازمی اسکولی تعلیم فراہم کراتے ہیں۔ اس طرح کے تعلیم میں

نصاب، کلاس روم کا ڈیزائن اور سائز، طالب علم اور استاد کے درمیان تعامل، تعلیمی سرگرمیاں وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ رسمی تعلیم ایک ایسا سماجی عمل ہے جس میں فرد اپنے سماجی، معاشی اور ثقافتی ترقی حاصل کرتا ہے۔

2.7.2 بے رسمی تعلیم (Informal Education)

بے رسمی تعلیم وہ تعلیم ہے جو عام طور پر اسکول سے باہر سماج میں حاصل کی جاتی ہے۔ یہ تعلیم سماج میں افراد کے درمیان سماجی تعلقات سے ہوتا ہے۔ اس طرح کی تعلیم ہم خاندان، ہم عمر، دوست، پڑوسی، کھیل گروپ وغیرہ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ اس میں زبان، ثقافت، روایات اور آداب شامل ہوتے ہیں۔ یہ تعلیم مدتی یا وقتی نہیں ہوتا بلکہ تاعمر مسلسل جاری وساری رہتا ہے۔ بنیادی طور پر اس تعلیم کے ذریعہ ہم سماجی کاری کو فروغ دیتے ہیں۔ بے رسمی تعلیم کو حاصل کرنے میں غیر منظم اداروں اور غیر رسمی گروپوں میں رول بہت ہی اہم ہوتی ہیں۔

2.7.3 غیر رسمی تعلیم (Non-Formal Education)

غیر رسمی تعلیم ان بچوں کے لیے متبادل تعلیمی نظام ہے جو رسمی تعلیم میں حصہ لینے سے قاصر رہ گئے ہیں۔ غیر رسمی تعلیم عام طور پر تعلیمی اداروں سے باہر ہوتی ہے لیکن ان میں تعلیمی اداروں کا نیم رول ہوتا ہے۔ اس میں نہ کوئی متعین جگہ یا معلم نہیں ہوتا۔ ہاں نصاب ضرور متعین ہوتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم ان بچوں کو مواقع فراہم کراتی ہے جو اسکول سے باہر رہ جاتے ہیں۔ ایسا دیکھا گیا ہے کہ کچھ بچے کسی وجہ سے اسکول نہیں جا پاتے۔ کچھ بچے ایسے ملتے ہیں جو بیچ میں ہی پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں۔ بیچ میں پڑھائی چھوڑنے والے بچوں کو تعلیمی اصطلاح میں ڈراپ آؤٹ بچوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم کے ذریعہ ایسے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ غیر رسمی تعلیم بے حد لچکدار طریقے سے فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ اسکولی اور اعلیٰ تعلیم دونوں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ نئی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی غیر رسمی تعلیم کا ذکر بہت ہی اہمیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی 2020 میں فاصلاتی تعلیم کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہندوستان جیسے بڑا ملک کے لئے غیر رسمی تعلیم کافی مفید اور کارآمد ہے۔ اس لئے ہندوستان میں بہت سارے ادارے اسکولی اور اعلی تعلیم کو غیر رسمی طرح چلا رہے ہیں۔

2.8 تعلیم کی خصوصیات (Characteristics of Education)

1۔ تعلیم فطری طور پر سہ رخی عمل ہے۔
2۔ تعلیم ایک مسلسل چلنے والا عمل ہے۔
3۔ یہ ایک لچکدار مضمون اور تجربہ ہے۔
4۔ یہ شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نشوونما کو فروغ دیتا ہے۔
5۔ یہ افراد کے ترقی کے لیے سازگار آلہ ہے۔

6۔ یہ سماج کا نو تشکیل، تہذیب و ثقافت کا ترسیل، تحفظ اور فروغ دیتا ہے۔

6۔ تعلیم سائنسی اور فلسفیانہ عمل کو ترقی دیتا ہے۔

2.9 تعلیم کی وسعت (Scope of Education)

تعلیم شخصیت کی مکمل نشو و نما کرتی ہے اور اس نشو و نما کا عمل تا حیات چلتا رہتا ہے۔ تعلیم ایک بچے کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے اور اس کی موت پر ختم ہوتی ہے۔ تعلیم صرف کلاس روم تک یا زندگی کے کسی خاص دور تک محدود نہیں ہوتا۔ انسان زندگی بھر خود سے اور زندگی کے بدلتے ہوئے حالات سے سیکھتا رہتا ہے اور پھر اس کے مطابق خود کو ڈھالتا ہے۔ تبدیلی اور تسلسل ترقی، انسانی وجود کا بنیادی قانون ہے۔ زندگی میں تبدیلی اور ترقی ایک مسلسل عمل ہے۔ تعلیم اس عمل میں ایک ایجنٹ کا کردار ادا کرتا ہے۔ تعلیم وہ عمل ہے جس کے ذریعے ایک فرد آزادانہ ماحول میں اپنی فطرت کے مطابق اپنے شخصیت کا فروغ کرتا ہے۔ انسان کو اپنے زندگی میں ہمیشہ کسی نہ کسی تجربے سے دوچار ہوتے رہتا ہے اور وہ زندگی بھر کے اس تجربات سے سیکھتا رہتا ہے۔ اس لئے تعلیم محض کچھ معلومات کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ سماجی اور قدرتی ماحول میں زندگی کے ذریعے تجربات کا حصول ہے۔ اس میں وہ تمام علم اور تجربات شامل ہیں جو بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کے دوران حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو تعلیم کا دائرہ کسی فرد کے لئے ان تمام تجربات کا مجموعہ بن جاتا ہے جو وہ زندگی بھر حاصل کرتا ہے۔ اس وسیع معنوں میں زندگی تعلیم ہے اور تعلیم ہی زندگی ہے۔ اس طرح تعلیم کی وسعت شخصیت کی متوازن اور ہم آہنگی کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ شخصیت میں صرف جسم اور دماغ ہی نہیں بلکہ روح بھی شامل ہے۔ عام طور پر، ہم کسی موضوع کے دائرہ کار اور موضوع کے درمیان فرق نہیں کرتے، لیکن دونوں کے درمیان ایک باریک فرق ہوتا ہے۔ دائرہ کار سے مراد ہے کہ موضوع یا مواد کی وہ حد ہے جس تک موضوع کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اور موضوع سے مراد وہ حد ہے جس کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ بطور مضمون تعلیم کے دائرہ کار کو عام طور پر درج ذیل حصوں میں تقسیم کر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تعلیمی فلسفہ۔ انسانی زندگی بہت پر اسرار ہے۔ اگر ہم اس کے اسرار کو سمجھ نہ سکیں تو ہم زندگی کے مقصد کا تعین نہیں کر سکیں گے۔ زندگی میں ہمیں کیا سکھنا ہے اور کیا سکھانا ہے اس بات کا پتہ ہمیں تعلیمی فلسفہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ لہذا ایک مضمون کے طور پر تعلیم میں مختلف فلسفہ یا زندگی کے نقطہ نظر شامل ہوتے ہیں۔ اور ان کی بنیاد پر تعلیم کے مقاصد، نصاب اور طریقے تدریس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تعلیمی مضمون کے اس شعبے کو تعلیمی فلسفہ کہا جاتا ہے۔

تعلیمی سماجیات۔ انسان ایک سماجی جانور ہے۔ وہ سماج میں رہتا ہے اور معاشرے سے سیکھتا ہے۔ معاشرہ انسان کے طرز عمل میں بلاؤ لانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تعلیم معاشرے کو کنٹرول کرتی ہے اور اسے ترقی دیتی ہے۔ اس مضمون میں معاشرے کی ساخت، معاشرے اور تعلیم کے باہمی تعلقات، مختلف سماجی تنظیمیں اور تعلیم کے عمل میں ان کے افعال، معاشرے اور اسکولوں کے درمیان تعلقات، تعلیم کے سماجی افعال اور سماجی تبدیلی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مطالعہ کے اس شعبے کو تعلیمی سماجیات کہا جاتا ہے۔

تعلیمی نفسیات۔ موجودہ دور میں تعلیمی نفسیات کو تعلیم کے عمل میں اہم مقام حاصل ہے۔ ذہنی، جذباتی اور انفرادی تفاوت کو سمجھنے کے لیے ہمیں نفسیات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ نفسیات کا وہ حصہ جس میں بچوں کی نشو و نما، سیکھنے کا عمل اور دیگر تعلیمی مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اسے تعلیمی نفسیات کہا جاتا ہے۔ اس میں فطرت، صلاحیتیں، بچوں کی دلچسپیوں، یادداشت، بھولنے، سوچنے اور تخیل وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے عمل میں ان سب کے استعمال کی حد کا تعین کیا جاتا ہے۔ تعلیمی نفسیات میں بچوں کی ذہانت اور شخصیت کی نشو و نما، ان کی پیمائش کے طریقے اور سیکھنے کے عمل، طریقوں اور حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تعلیم کی تاریخ۔ کس بھی دور میں حال اور ماضی کی کامیابیوں کی بنیاد پر مستقبل کا تشکیل ہوتا ہے۔ اس لیے ماضی کا مطالعہ ضروری ہے۔ ایک مضمون کے طور ہم تعلیم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ زمانہ قدیم کے تعلیمی نظام اور نتائج کا مطالعہ کر ہم اپنے مستقبل کے تعلیمی پالیسی بنا کر مستقبل کے تعلیم بندوبست کا خاکہ بنایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ تعلیمی مضمون اس کا مطالعہ اہم ہے۔

تقابلی تعلیم۔ آج کے گلوبل دور میں تقابلی تعلیم بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں تعلیمی مضمون کے میدان میں مختلف ممالک کے تعلیمی نظاموں کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں ہم مختلف ممالک کے تعلیمی نظام کے خوبیوں کا تجزیاتی مطالعہ کر ہے ایک مفید اور موثر تعلیمی پالیسی تیار کرپاتے ہیں۔

تعلیمی مسائل۔ اس میں ملک کے موجودہ تعلیمی مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان کے حل کے طریقے تلاش کیے جاتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں بنیادی تعلیمی مسائل ملک کے تمام شعبوں میں تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کرنا، تعلیم کو پیشہ ورانہ شکل دینا اور اخلاقی تعلیم فراہم کرنا ہے۔ تا کہ ملک میں قومیت کا فروغ ہو۔

تعلیمی انتظامیہ۔ تعلیمی انتظامیہ بطور مضمون میں تعلیمی اداروں کے نظام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں تعلیمی انتظامیہ، ریاست اور معاشرہ کے کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اسکولوں کی تعمیر کس طرح ہو، کن اصولوں کی بنیاد پر مختلف تعلیمی سرگرمیاں کو انجام دیا جائے۔ انتظامیہ اور تدریسی وغیر تدریسی عملہ کے درمیان کے تعلقات اور باہمی تعاون کیسے بہتر ہو۔ بچوں کے داخلے، ان کی درجہ بندی، نظم وضبط اور تشخیص کا انعقاد کس طرح ہو۔ ان سب کا مطالعہ ہم تعلیمی انتظامیہ میں کرتے ہیں۔ تعلیم کے عمل کو اچھی طرح سے چلانے میں تعلیمی انتظامیہ ہماری مدد کرتا ہے۔

فن اور ٹیکنالوجی کی تعلیم۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ ہمارے روزمرہ کے زندگی میں تکنیک کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ تکنیک نے تعلیم کے میدان میں بھی دخل دیا ہے۔ آج تعلیمی اداروں کے درسی و تدریسی عمل میں ٹیکنالوجی کا کردار بہت ہی اہم ہو گیا ہے۔ تعلیمی ترقی کے لئے تعلیم میں اس کا استعمال ضروری ہو گیا ہے۔ سیکھنا اور سیکھانا ایک فن ہے۔ اس فن میں تکنیک کا استعمال اسے اور موثر اور دلچسپ بناتا ہے۔ آج ہم تعلیم میں بہت سے سوالات کے جوابات تکنیک کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔ تکنیک کا سہارا لے کر مختلف مضامین کے درس و تدریس کے لئے مختلف طریقے کار ایجاد کئے گئے ہیں۔ تدریس کے نئے تکنیکی طریقے کار کا استعمال کر مختلف درجوں کے بچوں نہایت ہی دلچسپ اور موثر انداز میں تعلیم مہیا کرائی جارہی ہے۔ فن اور ٹیکنالوجی کی تعلیم، تعلیم میں فن اور تکنیک کا موثر استعمال اور نئے طریقے کار کھوجنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔

مطالعہ کے میدان میں تعلیم۔ موجودہ تعلیمی میدان میں ایک مضمون کے طور پر مطالعہ کرنے کے لئے بہت سے نئے مضامین تیار ہو رہے ہیں اور ان کا مطالعہ کیا جارہا ہے۔ ان میں سے کچھ کے نام ہیں۔ بچوں کی تعلیم، بالغوں کی تعلیم، خواتین کی تعلیم، پیشہ ورانہ تعلیم، اساتذہ کی تعلیم، لائبریری کی تعلیم، تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی، تعلیمی ٹیکنالوجی، تعلیمی منصوبہ بندی، ماحولیاتی تعلیم، تعلیمی پیائش و تشخیص، تعلیمی شماریات اور تعلیمی تحقیق وغیرہ۔ اس تناظر میں ایک پہلو کی وضاحت کرنا مناسب ہو گا کہ یہ سب کچھ سال پہلے تک تعلیم کی تاریخ، تعلیمی انتظامیہ، تعلیمی نفسیات اور تدریسی تکنیک میں پڑھا جاتا تھا، لیکن اب یہ سب آزاد مضامین کے طور پر مطالعہ کئے جارہے ہیں۔ جہاں تک ایک مضمون کے طور پر تعلیم کے مطالعہ کا سوال ہے تو ہم اس کا مطالعہ پہلے سے کرتے آرہے ہیں۔ لیکن جب ہمیں تعلیم کے کسی خاص شعبے میں مخصوص صلاحیت حاصل کرنی ہوتی ہے تو ہم ان کا آزادانہ مطالعہ کرتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)

ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے عبد الکلام کے مطابق تعلیم کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

تعلیم کے تین ایسے مقاصد تحریر کریں جو فرد کی شخصیت کی نشوونما سے متعلق ہوں۔

تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرنے والے دو اہم عوامل کی وضاحت کریں۔

2.10 خلاصہ(Summary)

تعلیم انسانی زندگی کا وہ عمل ہے جس کے ذریعے فرد کی شخصیت کی مکمل ترقی اور نشوونما ہوتی ہے۔ یہ انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو فروغ دیتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہی انسان کو زندگی کے اقدار، اصول اور مہارتوں کو سمجھ پاتا ہے۔ اسی کے ذریعے وہ اپنے زندگی کے مقاصد کو حاصل کر سماج میں اعلیٰ مقام اور بلندی حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا تعلیم ہر فرد کے لئے حاصل کرنا نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔

2.11 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد اب آپ اس قابل ہو گئے کہ:

- تعلیم کے معنی، مفہوم، تصور اور مقاصد کو سمجھا سکیں۔
- تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرنے والے عوامل سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔
- تعلیم کے نوعیت، اقسام اور خصوصیات سے واقف ہو گئے ہوں گے۔

2.12 فرہنگ(Glosaary)

- شکشا" کی اصطلاح سنسکرت کے لفظ "ش کچھ " سے آئی۔
- 'ودیا' کی اصطلاح سنسکرت لفظ 'وِد' سے نکلی ہے۔
- پوشیدہ۔ چھپا ہوا
- سناتن۔ ایک مذہب کا نام جس کے ماننے والے کو ہندو کہا جاتا ہے۔

2.13 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective type questions)

1۔Education لفظ کس زبان سے نکلا ہے؟

(الف)انگریزی (ب)فارسی (ج)**لاطینی** (د)جاپانی

2۔ تعلیم کے کتنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اقسام ہوتے ہیں۔ (دو / **تین** / چار / پانچ)

3۔" تعلیم انسان کی فطری، منظم اور ترقی پسند ترقی ہے"۔ یہ قول کس کا ہے؟(**پیسٹالوزی** / ارسطو / کانٹ / سقراط)

4۔لفظ "Educatum" کس زبان سے نکلا ہے؟ (انگریزی / **لاطینی** / جاپانی / فرانسیسی)۔

5۔"ودیا" کی اصطلاح۔۔۔۔۔۔۔سے نکلی ہے۔ (واد / دیا / **ود** / وادی)

6۔'شکچھ' کس زبان کا لفظ ہے؟(ہندی / **سنسکرت** / پالی / کھڑی)

7۔ تعلیم ایک مسلسل چلنے والا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔(تحریک / **عمل** / کارواں / تہذیب)

8۔'فادر آف سوشیالوجی آف ایجوکیشن' کسے کہا جاتا ہے؟(کانٹ / روسو / **درکھم** / ہربٹ)

9۔'ریسرچ اینڈ سوشیالوجی' کتاب کس سن میں لکھی گئی؟ (1950/**1956**/1960/1966)

10۔ویدک زمانہ میں تعلیمی ادارہ کو کیا کہا جاتا تھا؟(مٹھ / **گروکل** / اسکول / ودیاگھر)

دیے گئے معروضی سوالات کا جواب نامہ:(Answer Key)

	سوال نمبر	درست جواب
	1	لاطینی
	2	تین
	3	پیسٹالوزی
	4	لاطینی

	5	ود
	6	سنسکرت
	7	عمل
	8	درکھم
	9	1956
	10	گروکل

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Questions)

1۔ تعلیم سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2۔ تعلیم کے تصورات کو بیان کریں۔

3۔ تعلیم کے اہم مقاصد پر روشنی ڈالیے۔

4۔ تعلیم کے وسیع معنیٰ کو بیان کریں۔

5۔ تعلیم کے خصوصیات کو بیان کریں۔

6۔ تعلیم کے نوعیت کو واضح کریں۔

7۔ رسمی تعلیم کی وضاحت کریں۔

8۔ بے رسمی تعلیم سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

9۔ تعلیم کے محدود معنیٰ کی وضاحت کریں۔

10۔ "تعلیم ایک مسلسل چلنے والا عمل ہے" وضاحت کریں۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Questions)

1۔ تعلیم انسانی زندگی کے لئے کیوں ضروری ہے؟ مدلل جواب دیں۔

2۔ "تعلیم طرز عمل میں بدلاؤ لاتا ہے" اس قول کی وضاحت کریں

3۔ تعلیم کے مختلف اقسام کو تفصیل سے لکھیں؟

4۔ تعلیم کے مقاصد کو متاثر کرنے والے عوامل پر روشنی ڈالے؟

5۔ تعلیم کے بارے میں مختلف دانشوروں کے خیالات کو واضح کریں؟

2.14 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggetsed Learning Material)

- شیکچھا کے سمانیہ سیدھانت۔ جی ایس ڈی تیاگی اور پی ڈی پاٹھک، 2007، ونود پستک مندر، آگرہ
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاستریہ ادھار، 2012، ایس پی روہیلا، اگروال پبلیکیشن، آگرہ
- شیکچھا اور درشن، رام ناتھ شرما، راجندر کمار شرما
- ابھرتے ہوئے ہندوستانی سماج میں تعلیم۔ ساجد جمال، عبد الرحیم
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاشتریہ سدھانت، سوروپ وسکسینہ
- شیکچھا کے دارشنک پرشٹھ بھومی۔ ڈاکٹر لکشمی لال
- ادیامان بھارتیہ سماج میں شیکچھا، ستیاپال روہیلا،
- ڈاکٹر بدر الاسلام، تعلیم کی اسلامی بنیادیں، 2019، وہائٹ ڈاٹ پبلشرز، نئی دہلی۔

- Philosophical Foundation of education, S.P. Ruhela/ R. K. Nayak, 2014, Agrwal Publication,Agra
- Philosophical Perspective of Educatiom, R.B. Lal/S. Palod, 2016, Vinay Rakheja, Meerut.
- Philosophical and Sociological Perspective of Education in Contemporary India, Bhavana Shukla, Agrwal Publication, Agra

اکائی 3۔ فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلق، فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد

(Relationship between Philosophy and Education, Philosophy & Aims of Education)*

3.0 تمہید(Introduction)

3.1 مقاصد(Objectives)

3.2 فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلق(Relationship between Philosophy and Education)

3.2.1 مابعد الطبیعیات اور تعلیم(Metaphysics and Education)

3.2.2 علمیات اور تعلیم(Epistemology and Education)

3.2.3 علم اقدار اور تعلیم(Axiology and Education)

3.2.4 منطق اور تعلیم(Logic and Education)

3.3 فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد(Aims of Philosophy and Education)

3.3.1 فلسفہ اور نصاب(Philosophy and Curriculum)

3.3.2 فلسفہ اور طریقہ تدریس(Philosophy and Teaching Methods)

3.3.3 فلسفہ اور نظم وضبط(Philosophy and Discipline)

3.3.4 فلسفہ اور درسی کتابیں(Philosophy and Textbooks)

3.3.5 فلسفہ اور تعلیمی انتظامیہ(Philosophy and Educational Administration)

3.4 خلاصہ(Summary)

3.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

3.6 فرہنگ(Glossary)

3.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

3.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

* Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

3.0 تمہید (Introduction)

فلسفہ اور تعلیم کے درمیان ایک فطری تعلق پائی جاتی ہے۔ ہر باشعور اور تعلیم یافتہ شخص کا ذاتی فلسفہ ہوتا ہے اور وہ اپنے زندگی کو اسی فلسفیانہ سوچ اور نظریہ کے ساتھ گزارتا ہے۔ سماج افراد سے بنتا ہے اور ہر فرد کسی نہ کسی فلسفہ سے متاثر ہوتا ہے۔ اس طرح ہر سماج کا بھی اپنا ایک فلسفہ ہوتا ہے۔ سماج اپنے تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے فلسفیانہ نظریہ کے مطابق اسکول قائم کرتا ہے۔ جس فلسفیانہ نظریہ کے تحت اسکول قائم کیا جاتا ہے اس کا تعلیمی نظام بھی اسی فلسفہ زیر اثر کام کرتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو اسکول میں درس و تدریس کا کام انجام دے رہے اساتذہ کا بھی اپنا ایک فلسفیانہ نظریہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھ سکتے ہے ہیں کہ فلسفہ کا اثر فرد، سماج، معاشرہ اور اسکول سبھی پر دیکھائی دیتا ہے۔ فلسفہ اور تعلیم بالکل آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ فلسفہ کسی بھی مسئلے کے بارے میں گہرائی سے جاننے، کھلے ذہن سے سمجھنے اور منطقی طور پر سوچنے پر زور دیتا ہے۔ وہیں تعلیم افراد کو جاہلانہ عجلت میں بغیر سوچے سمجھے غیر ذمہ دارانہ کام کرنے سے روکتی ہے اور معاشرہ میں ہم آہنگی قائم کرتی ہے۔ تعلیم کا مطلب صرف مشینی طور پر طلبا کو پڑھانا نہیں ہے۔ بلکہ طلباء کو کیوں؟ کیا؟ کب؟ اور کیسے؟ پڑھایا جائے پر بھی غور و فکر کرنا ہے۔ اور ان تعلیمی سوالوں کا جواب ہمیں فلسفہ سے ملتا ہے۔ اس اکائی میں ہم فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلقات اور فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلق کی وضاحت کر سکیں۔
- فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد کے درمیان تعلق سے واقف ہوں گے۔
- فلسفہ اور تعلیمی نظام کے درمیان تعلق سے واقف ہوں گے۔
- فلسفہ اور تعلیم کے وجودیت کو سمجھ پائیں گے۔

3.2 فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلقات (Relationship between Philosophy and Education)

تعلیم، فلسفہ کا متحرک اور عملی پہلو ہے۔ کوئی بھی تعلیم کسی فلسفہ کے زیر اثر ہی ترقی اور فروغ پاتی ہے۔ فلسفہ کے اثر سے تعلیم زندہ، الہامی، متحرک اور موثر ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی اسکول میں اسکول کے منتظمین اور اساتذہ کی جانب سے تصوریت کے فلسفہ کو اپنایا جاتا ہے تو وہاں کے نظام تعلیم کے تمام پہلوؤں میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ اساتذہ ایک مثالی استاد کی طرح برتاؤ کرتے ہیں، وہاں کا نظم و ضبط بہترین ہوتا ہے۔ اساتذہ اور طلبہ کے درمیان مثالی تعلقات ہوتے ہیں۔ اسکول میں اساتذہ اور دیگر ملازمین اسی فلسفیانہ نظریات سے متاثر ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس طرح تعلیمی عمل میں فلسفہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ اور تعلیم ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ جیسے ایک روپیہ کے سکے میں ایک طرف تصویر ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کی قیمت درج ہوتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تبھی

بازار میں اس سکے کی قیمتی ہوتی ہے۔ نظام تعلیم بھی ایک روپیہ کے سکے کی طرح ہے جس پر ایک طرف تعلیم درج رہتی ہے تو دوسری طرف فلسفہ۔ اگر کسی سکے کے ایک طرف تصویر ہو لیکن دوسری طرف کوئی قیمت کا نشان درج نہ ہو تو اسے کوئی بھی سکہ نہیں کہے گا اور بازار میں اسے صرف ایک عام دھات کا ٹکڑا تصور کیا جائے گا۔ یہی حال تعلیم اور فلسفہ کا ہے۔ اگر تعلیمی اداروں، اساتذہ اور نظام تعلیم کا کوئی فلسفیانہ سوچ، عقیدہ، قدر اور نقطہ نظر نہ ہو تو سماج میں اس کی کوئی اہمیت اور قیمت نہیں رہ جاتی۔ فلسفہ زندگی کے مقاصد کی وضاحت کرتا ہے۔ اس کے مطابق تعلیمی مقاصد کو طے کرتا ہے۔ فلسفہ ہمارے سامنے سوال کھڑا کرتا ہے اور تعلیم اس کا جواب تلاش کرتی ہے۔ جیسے علم کیا ہے؟ طلبا کے لئے کون سا علم مفید اور بامعنی ہے۔ کس دور اور معاشرے میں کس طرح کے تعلیم دی جانی چاہیے۔ اس کا مقاصد کیا ہو؟۔ طریقہ تدریس کیا ہونی چاہیے۔ ادارے میں اچھا تعلیمی ماحول کس طرح پیدا ہوگی۔ کس طرح اچھے اقدار اور رویوں کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ سماجی احتساب کا احساس کیا ہونا چاہیے، اسے کون سا ضابطہ اخلاق اپنانا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ ان سبھی سوالوں کا جواب ہم تعلیم کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو فلسفہ اور تعلیم کا تعلق بہت ہی واضح ہے۔ فلسفہ ہمیں بتاتا ہے کہ تعلیم کے مقاصد کیا ہونے چاہئے۔؟ استاد کو کیسے کام کرنا چاہیے۔؟ درس و تدریس کس طرح ہونی چاہیے۔ باہمی رویہ اور نظم و ضبط کیسا ہو، نصابی کتاب، ہوم ورک، امتحانات، مختلف سرگرمیاں، اسکول کی انتظامیہ اور قیادت کس طرح ہونی چاہیے۔ فلسفہ یہ بھی بتاتا ہے کہ تعلیم کے متنوع چیلنجز کو کیسے حل کیا جانا چاہیے۔

اگر ہم انسانی تہذیب و ثقافت اور تعلیم کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر دور میں مختلف فلسفیوں نے تعلیم کی سمت کو طے کیا ہے۔ اگر ویدک دور کے ہندوستان تعلیمی نظام پر غور کیا جائے تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ویدک دور میں اس وقت کے فلسفیانہ نظریہ کے مطابق تعلیمی مقاصد اور نظام قائم کئے گئے۔ تعلیم میں مذہبی عناصر کے اثرات صاف دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے فلسفیانہ سوالات یا خیالات شامل تھے جس کی بنیاد خالص مذہبی تھے۔ جیسے کہ روح کیا ہے؟ ذہانت کیا ہے؟ فرض کیا ہے؟ وقار کیا ہے؟ سچ کیا ہے؟ حقوق کیا ہیں؟ ثقافت کیا ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ وغیرہ کی معلومات حاصل کرنا اس دور کی تعلیم کے اہم مقاصد تھے۔

فلسفہ، زندگی اور کائنات کے متعلق انسان کا ایک نقطہ نظر ہے۔ فلسفہ زندگی کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔ اس کا تعلق براہ راست زندگی کے نظریات سے ہوتا ہے۔ فلسفہ زندگی کی قیادت کرتا ہے اور دنیا کی بہت سی تبدیلیوں اور حالات سے گزر کر راستہ دکھاتا ہے۔ جب تک فلسفہ زندہ ہے عوامی زندگی بے مقصد اور منزل سے دور نہیں ہوسکتی۔ فلسفیوں کے خیالات ان کے ذاتی طرز زندگی سے پروان چڑھتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو فلسفہ خیالات، احساسات اور تجربات پر مبنی ایک نظریہ ہے۔

زندگی کا ہر فلسفہ ایک خاص عقیدے پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر ایمان زندگی کے لیے اہم اور ضروری قرار دی گئی ہے تو اس کا فلسفیانہ اہمیت ہے اور اس کے کو سمجھنے کے لئے تعلیم کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس لیے زندگی کے فلسفہ کو سمجھنے کے لئے تعلیم کا ہونا لازمی ہے۔ فلسفہ کو تعلیم سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ تحقیق اور مطالعہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ درحقیقت دونوں کے درمیان بہت گہرا رشتہ ہے۔ مثال کے طور پر عظیم فلسفی سقراط کا خیال تھا کہ 'علم فضیلت ہے'۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے سقراط نے نہ کوئی نظام فکر قائم کیا، نہ کوئی کتاب لکھی اور نہ لوگوں کو کوئی فلسفیانہ نظریہ پڑھایا۔ وہ بازار میں گھومتا، لوگوں سے ملتا، ان کے خیالات جاننے کی کوشش کرتا،

اس سے باتیں کرتا اور انہیں سوچنے کا موقع فراہم کرتا۔ اس طرح اس نے اپنے طرز زندگی اور اپنے سوچ سے لوگوں کو اس کے حقیقت کا احساس دلایا۔ چنانچہ اس تبادلے سے تعلیم کے میدان میں سقراطی طریقہ یعنی سوال جواب کا طریقہ پیدا ہوا۔ سقراطی طریقہ ان کے فلسفہ حیات کی عملی شکل ہے۔

پائتھاگورس کا اصول تھا کہ "ہم خدا کی منقولہ جائیدادہیں، خدا ہمارا محافظ ہے اور ہمیں اس کی اجازت کے بغیر بھاگنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص دراصل فلسفی ہوتا ہے وہ فطری طور پر ماہر تعلیم بھی بن جاتا ہے۔ تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ عظیم فلسفی بڑے ماہر تعلیم رہے ہیں۔ فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلق پر کچھ ممتاز فلسفیوں نے اپنے خیالات کا ظہار کئے ہیں۔

آر آر رسق کے مطابق "ہر ماہر تعلیم ایک عظیم فلسفی رہے ہیں، ان کے اصولوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے فلسفیانہ نظریات کی اصل ان کے تعلیمی منصوبوں اور اس وقت کے تعلیمی نظاموں میں ملتی ہے۔ مثال کے طور پر، افلاطون کے تعلیم کا تصور تعلیم سے متعلق اس کے ثقافتی منصوبے میں جھلکتا تھا۔ روسو کے سماجی دشمن فلسفہ نے اس کے منفی تعلیم کے منصوبے کو ظاہر کیا۔ اسپینسر کے ہیڈونزم سے تعلیم میں فطری نتائج سے نظم وضبط کا اصول سامنے آیا۔ امریکہ میں تجرباتی فلسفہ نے جنم لیا"

راس کے مطابق "فلسفہ اور تعلیم ایک ہی سکے کے دورخ ہیں۔ تعلیم فلسفہ کا ترقی پسند پہلو ہے۔ فلسفہ ایک نظریاتی مضمون ہے اور تعلیم اس کا عملی پہلو ہے۔ تعلیم میں فلسفہ کے نظریات کو اپنایا جاتا ہے اور اسی کے مطابق پڑھایا جاتا ہے"

ڈیوی کے مطابق "استاد کو فلسفہ کے اصولوں کو جاننے کے بعد ہی تعلیم، نصاب، نظام تعلیم اور تدریسی کام کے مقاصد تیار کرنے چاہیے"

اسپینسر کہتا ہے کہ "صرف ایک سچا فلسفی ہی حقیقی تعلیم کو عملی شکل دے سکتا ہے"

"تعلیم کا مقصد فلسفہ کی مدد کے بغیر کبھی بھی مکمل طور پر واضح نہیں ہو سکتا" فشٹے(Fishte)

"فلسفہ کی مدد کے بغیر تعلیم کا عمل صحیح راستے پر نہیں بڑھ سکتا" جنٹائل(Gentile)

G E Purtigi کے مطابق "انتہائی سنجیدہ معنوں میں، یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جس طرح تعلیم کی بنیاد فلسفہ پر ہے، اسی طرح فلسفہ کا بنیاد تعلیم پر ہے"

جرمن فلسفی فشٹے کا خیال تھا کہ "تعلیم فلسفہ کے بغیر کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتی"

"تعلیم کا فلسفہ تعلیم کے مسائل کے مطالعہ کے لیے فلسفہ کا اطلاق ہے" ہینڈرسن

تعلیم ایک ترقی یافتہ مضمون ہے۔ اس کی بنیادوں کو ایک بین شعبہ جاتی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ فلسفہ تعلیم کی بنیاد ہے جس پر تعلیم کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس عمارت کی تعمیر میں نفسیات اینٹ اور مارٹر (mortar) کا کام کرتی ہے۔ نفسیات تعلیم کو سائنسی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس بنیاد نے تعلیم کی سطح یا اس کی نوعیت کو بطور سائنس ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ سماجیات تعلیمی عمارت کا ڈھانچہ تشکیل دینے میں مدد کرتی ہے۔ آسان لفظوں میں کہے تو تعلیمی عمارت کا ڈھانچہ سماجی قوتوں، سماجی ضروریات اور تقاضوں سے تیار ہوتا ہے۔

اس لیے فلسفہ، نفسیات اور سماجیات تعلیم کے بنیادی ڈھانچے ہیں۔ فلسفہ اور تعلیم کے درمیان قریبی تعلقات کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی انحصار ہے۔ اس طرح فلسفہ اور تعلیم کا رشتہ اٹوٹ ہے۔

مغربی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو فلسفہ کا تعلق علم سے ہے اور علم کا تعلق فلسفہ سے ہے۔ مغربی نقطہ نظر میں فلسفہ غور وفکر کی بات کرتا ہے۔ وہی ہندوستانی نقطہ نظر سے دیکھیے تو یہ تجربہ کی بات کرتا ہے۔ ہندوستانی فلسفہ کے مطابق اس میں جامع شخصیت شامل ہے جبکہ مغربی نقطہ نظر صرف علم تک محدود ہے اور فکری اطمینان پر مرکوز ہے۔ ہر انسان کے پاس زندگی کا کوئی نہ کوئی فلسفہ ضرور ہوتا ہے اور وہ اسی فلسفہ کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے۔ چاہے وہ اس کے بارے میں مکمل واقفیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

3.2.1 مابعد الطبیعیات اور تعلیم((Metaphysics and Education)

ارسطو نے طبیعیات کے مطالعہ کے بعد مابعد الطبیعیات کے مطالعہ پر زور دیا۔ طبیعیات دنیا کی بیرونی شکل کے قوانین کا مطالعہ کرتی ہے۔ مابعد الطبیعیات چیزوں کے جوہر کو تلاش کرتی ہے۔ اس میں کئی اہم مسائل کا مطالعہ کیا جاتے ہیں۔ وجود کی نوعیت کیا ہے؟ انسان کیا ہے؟ دنیا کیا ہے؟ خدا کیا ہے؟۔ یعنی کے مابعد الطبیعیات کا تعلق انسان، دنیا اور مرنے کے بعد کی زندگی سے ہے۔ اس لیے زندگی اور تعلیم کے مقاصد پر اس کا نمایاں اثر پڑتا ہے۔ فلسفہ زندگی کی منزل کا تعین کرتا ہے۔ زندگی کے مقاصد زندگی کی اقدار کا تعین کرتے ہیں۔ زندگی کی اقدار تعلیم کے مقاصد میں جھلکتے ہیں۔ لہٰذا تعلیم کے مختلف ذرائع کے ذریعے ہم اقدار اور اہداف تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کی بنیاد فلسفہ پر ہے۔ تعلیم پر اثر انداز ہونے والے اہم تعلیمی اصولوں میں تصوریت، فطرت پرستی، تجربات پرستی یا عملیت پسندی، حقیقت پسندی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فطرت پرستی کے مطابق فطرت واحد عنصر ہے۔ اس کی بنیاد پر فطرت پرستی کی مختلف شکلیں تیار ہوئیں۔ مثال کے طور پر اگر دنیا مادی عناصر سے بنی ہے تو انسان بھی مادی عناصر سے بنی ایک ترقی یافتہ مخلوق ہے۔ اگر دنیا کی فطرت روحانی ہے تو انسان روحانی وجود ہے۔ اس تجزیہ کی بنیاد پر ان دونوں نظریات میں تعلیم کے مقاصد کو الگ الگ دیکھا جا سکتا ہے۔

Huxley نے لکھا کہ "تمام لوگ اپنی زندگی اپنے فلسفہ کے مطابق یا خدا کے متعلق اپنے عقائد کے مطابق گزارتے ہیں۔ یہ بات غیر عقائد والے لوگوں کے لیے بھی درست ہے۔ مابعد الطبیعیات کے بغیر جینا ناممکن ہے۔ ہمارے پاس مابعد الطبیعیات یا غیر مابعد الطبیعیات کے درمیان کوئی انتخاب نہیں ہے لیکن انتخاب صرف سچی مابعد الطبیعیات اور بری مابعد الطبیعیات کے درمیان ہے۔"

3.2.2 علمیات اور تعلیم(Epistemology and Education)

علمیات فلسفہ کی وہ شاخ ہے جس میں علم سے متعلق مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔ علم کی اصل نوعیت کیا ہے؟ حقیقی علم کی نوعیت کیا ہے۔؟ علم حاصل کرنے کے کون کون ذرائع ہیں؟ ان سوالات کا جواب دنیا کے حوالے سے بھی اور ہمارے عقائد یا نقطہ نظر سے بھی ملتا ہے۔ اس لیے علمیات کا تعلق بھی مابعد الطبیعیات سے ہے۔ اگر دنیا کے بارے میں ہمارا نظریہ مادیت پسند ہے تو حصول علم کے ذرائع کا تعلق

براہ راست حسی علم سے ہو گا۔ اگر ہمارا نظریہ روحانی ہے تو علم حاصل کرنے کا طریقہ منطقی اور روحانی علم سے متعلق ہو گا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ علمیات اور تعلیم کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔

3.2.3 علم الاقدار اور تعلیم (Axiology and Education)

علم الاقدار کا تعلیم سے بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ اس میں مختلف طرح کے علم آتے ہیں جو ذیل میں ہیں۔

اخلاقیات اور تعلیم: اخلاقیات انسانوں کے فرائض پر بحث کرتی ہے۔ اس میں اخلاقی فیصلوں پر بحث کی جاتی ہے۔ اس میں نیکی کی بات کی جاتی ہے۔ یہ گناہ اور نیکی کا معیار فراہم کرتا ہے۔ تعلیم میں اخلاقی اقدار کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے تعلیم میں اخلاقیات کو جگہ دی جانی چاہیے۔ اخلاقیات نظم و ضبط سے متعلق ہمارے تصورات کو متاثر کرتی ہے۔ اسکول کی تنظیم، اسکول کے قواعد، بچوں اور بڑوں کے باہمی تعلقات، طلبہ کے فرائض اور رویے، اساتذہ کے فرائض اور رویے، نظم و ضبط کے اصول اور طریقے وغیرہ کے تعین میں اقدار کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اقدار کے تمام سوالات کے جوابات فلسفہ اخلاقیات میں ملتا ہیں۔ اقدار کو سمجھنے کے لیے فلسفہ اخلاقیات کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے۔

جمالیات اور تعلیم: جمالیات خوبصورتی کی سائنس ہے۔ یہ ادب اور فن کو فلسفیانہ بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تعلیم میں ادب اور فن کا اہم حصہ اور رول ہوتا ہے۔ ادب اور فن میں جمالیات کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ بغیر جمالیات کے ادب اور فن دلچسپی کے عناصر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تعلیم میں ادب اور فن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جمالیات تعلیم کے مختلف حصوں کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہے۔

3.2.4 منطق اور تعلیم (Logic and Education)

مضمون منطق، منطق کی سائنس ہے۔ یہ تمام علم کی بنیاد ہے۔ سائنس اور تکنیک کے اس موجودہ دور میں منطق اور تعلیم کے درمیان رشتے اور زیادہ گہرے ہو گئے ہیں۔ یہ تعلیم میں منطقی نظریہ، تنقیدی سوچ اور تجزیاتی رویے پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اس میں سوچ، استدلال اور فیصلہ سازی وغیرہ کے منطقی عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ استقرائی اور استخراجی دونوں منطق کی اہم شاخیں ہیں جس کے تحت منطق کو سمجھا جاتا ہے۔ منطق کا تعلق تعلیم کے اصول اور عمل دونوں سے ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress) سوال 1 : فلسفہ اور تعلیم کے تعلق کی بہترین وضاحت کون سی ہے؟ سوال 2 : علمیات (Epistemology) اور تعلیم کے درمیان تعلق کس پر منحصر ہے؟ سوال 3 : منطق (Logic) تعلیم میں کس چیز کو فروغ دیتی ہے؟

3.3 فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد (Aims of Philosophy and Education)

کامیاب زندگی کے لیے تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بامقصد تعلیم کے لیے فلسفہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تعلیم کی بنیاد فلسفہ پر ہے۔ فلسفہ کے ذریعے تعلیم کے مقصد، نصاب، طریقہ تدریس، اسکولی نظام، نظم وضبط وغیرہ کو ایک قطعی شکل دی جاتی ہے۔ تعلیم کے مختلف شعبوں میں فلسفہ کے کردار کو تفصیل سے سمجھا جاسکتا ہے۔

رسک کا خیال ہے کہ " تعلیم کے مقاصد کا تعلق زندگی کے مقاصد سے ہے "

فلسفہ طے کرتا ہے کہ زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہیے۔ جب زندگی کے مقاصد کا تعین فلسفہ سے ہوتا ہے تو فطری بات ہے کہ تعلیم کے مقاصد بھی اسی سے متعین ہوں۔ کیونکہ تعلیم ہی زندگی ہے اور زندگی ہی تعلیم ہے۔ ٹی پی نن نے لکھا ہے کہ "تعلیم کا ہر منصوبہ بالآخر ایک عملی فلسفہ ہوتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کو چھوتا ہے۔ اس لیے تعلیم کے مقاصد یقینی طور پر زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں اور وہ زندگی کے نظریات سے متعلق ہوتے ہیں۔ چنکہ زندگی کے نظریات بالکل مختلف ہوتے ہیں اور اس کے اثر تعلیمی مقاصد پر پڑتے ہیں اس لیے زندگی کے تعلیمی اصولوں میں بھی فرق ہوتا ہے "

جیسا کہ ہمیں معلوم ہیں کہ زندگی کے متعلق نظریہ کو ہم فلسفہ کہتے ہیں۔ ہر شخص اپنی زندگی ایک خاص نقطہ نظر کے مطابق گزارتا ہے۔ اس لیے زندگی اور فلسفہ کے درمیان گہرا رشتہ دیکھائی دیتا ہے۔ تعلیم کے مقاصد زندگی کے نقطہ نظر کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔ زندگی اور تعلیم کے درمیان اتنا ہی گہرا رشتہ ہے جتنا کہ فلسفہ اور زندگی کے درمیان ہے۔ زندگی کے بارے میں ہم جس طرح کا نقطہ نظر ہم رکھتے ہیں، اسی طرح کے تعلیمی مقاصد کو ہم طے کرتے ہیں۔ اگر ہمارے زندگی کا نقطہ نظر صرف مادی ترقی ہے اور اگر ہم مادیت پسندانہ سوچ رکھتے ہیں تو ہمارا تعلیم کا مقصد مادی دولت جمع کرنے کا فن اور مہارت سیکھنا ہوگا۔ اگر ہمارے زندگی کا نقطہ نظر مذہبی یا روحانی طور پر نجات حاصل کرنا ہے تو ہم تعلیم کا مقصد بھی اسی طور پر مقرر کرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ تعلیم کے مقاصد کا تعین ہر زمانے میں لوگوں کے طرز زندگی کے مطابق طے کیا جاتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم ہندوستان میں زندگی کا آخری مقصد نجات حاصل کرنا تھا۔ لہٰذا اس وقت تعلیم کا مقصد مذہبی اور روحانی ترقی مقرر کیا گیا تھا۔ آج جدید ہندوستان میں لوگ جمہوری فلسفے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لیے آج تعلیم کا مقصد جمہوری شہریت کی ترقی مقرر کیا گیا ہے۔ ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیم کے مقاصد کا تعین میں فلسفہ کا کردار نہایت ہی اہم ہے۔ اس سلسلے میں 'جان ڈیوی' نے لکھا ہے کہ "فلسفہ کا تعلق تعلیم کے مقاصد کے تعین سے ہے "

3.3.1 فلسفہ اور نصاب (Philosophy and Curriculum)

ہمیں معلوم ہے کہ تعلیم کے مقاصد فلسفہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ہم نصاب کی تدوین کرتے ہیں۔ جب تعلیم کے مقاصد فلسفہ پر مبنی ہوں گے تو ظاہر سی بات ہے کہ نصاب بھی اس کے مطابق ہو گا۔ اس طرح ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نصاب کی تدوین کے لئے فلسفہ کا علم ہونا ضروری ہے۔

بوڈے کہتے ہیں ”نصاب کا صحیح تعین کرنے کے لیے ایک فلسفی کی ضرورت ہے"

اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لیے لفظ نصاب کا مطلب جاننا ضروری ہے۔ یہ لفظ نصاب انگریزی کے 'کریکولم 'کا ترجمہ ہے۔ کریکولم لاطینی لفظ' کیورر' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے 'ریس کورس' یا 'ڈوڑنا'۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نصاب وہ راستہ ہے جس پر انسان اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے عبور حاصل کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مقصد کون طے کرتا ہے؟ اس کا فطری جواب یہ ہے کہ مقصد کا تعین فلسفہ سے ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے حصول کا راستہ متعین کیا جائے گا۔ اس طرح نصاب کے تعین میں فلسفہ ایک اہم بنیاد کا کام کرتا ہے۔

بریگزٹ میں لکھا گیا ہے کہ ”یہاں تعلیم کو ایسے لیڈروں کی خاص ضرورت ہے جو ایک قطعی اور جامع فلسفہ رکھتے ہوں، جن سے وہ دوسروں کو اس بات پر قائل کر سکتے ہیں کہ اس کے مستقل استعمال سے وہ ایک مناسب نصاب کی تشکیل میں راہنمائی کر سکتے ہیں۔"

اگر فلسفہ تصوریت کے مطابق دیکھا جائے تو نصاب مثالی خیال پر مبنی ہونا چاہئے۔ اس کے مطابق تعلیم کا مقصد زندگی کی ابدی اقدار کی حصولیابی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے نصاب میں انسانی افکار اور اقدار کو اہم مقام دیا گیا ہے۔ فطرت پرستی بچے کی قدرتی نشوونما پر زیادہ زور دیتی ہے۔ اس کے مطابق تعلیم کا مقصد بچے کی انفرادیت کو پروان چڑھانا ہے۔ اس لیے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے نصاب بچے کی موجودہ ضروریات، دلچسپیوں، صلاحیتوں وغیرہ پر مبنی ہے۔ فطری نظریہ بچوں پر مرکوز نصاب پر زور دیتا ہے۔ عملیت پسند نظریہ افادیت، عملیت وغیرہ پر زور دیتا ہے۔ یہ بچے کو اپنی اقدار کا خالق سمجھتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بچے کی موجودہ اور مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نصاب میں مفید سرگرمیوں کو جگہ دی جاتی ہے۔ اس طرح عملیت پسند نظریہ عمل پر مبنی نصاب پر زور دیتا ہے۔ حقیقت پسندی نظریہ براہ راست پر یقین رکھتا ہے۔ اس لیے نصاب میں تھیوری سے زیادہ پریکٹیکل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں خارجی زندگی کی حقیقی سرگرمیوں کو نصاب میں اہم مقام دیا گیا ہے۔ آخر میں ہم رسک کے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں "تعلیمی مقاصد کا انحصار جتنا نصاب پر ہے اتنا کسی دوسرے پر نہیں ہے۔"

3.3.2 فلسفہ اور طریقہ تدریس (Philosophy and Teaching Methods)

ہم نے دیکھا کہ تعلیمی مقصد کے حصول کے لیے ہم نصاب کی تشکیل دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نصاب کو کس طرح سے طالب علموں کے ذہن تک منتقل کیا جائے تاکہ وہ اپنے تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ تعلیم کی منتقلی کے لیے جس ذریعہ یا طریقہ کو اپنایا جاتا ہے اسے طریقہ تدریس کہتے ہیں۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ معلم تدریس کے لئے کون سا طریقہ کا استعمال کرے۔ اس کے لئے تعلیمی مقصد کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ جب تک تعلیمی مقصد معلوم نہ ہو مناسب طریقہ تدریس کا چناؤ کرنا مشکل کام ہوتا

ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مقصد کا علم نہ ہونے کی صورت میں کوئی طریقہ وضع کرنا ممکن نہیں۔ لہذا، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تدریس کے طریقہ کار فلسفہ سے متاثر ہوتے ہیں اور فلسفہ کے زیر اثر طریقہ تدریس متعین کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں 'راس' کا کہنا ہے کہ۔

"تعلیمی مقاصد اور طریقہ تدریس فلسفیانہ اصولوں کے فطری نتائج ہیں"

مختلف فلسفیانہ نظریات کے نتیجے میں تعلیمی میدان میں مختلف تدریسی طریقے نمودار ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سقراط نے اپنے فلسفیانہ نظریات کے مطابق سوال جواب کے طریقے کو جنم دیا۔ پلاوٹو نے 'ڈائیلاگ میتھڈ' دریافت کیا اور ارسطو نے 'استقرائی اور استخراجی طریقہ' دریافت کیا۔ بیکن نے 'تجربہ اور مشاہدہ' کو اپنے نقطہ نظر کو واضح کرنے کا بہترین طریقہ سمجھا۔ روسو نے بچے کو انتہائی آزادی فراہم کرنے کی حمایت کی۔ اس لیے اس نے 'خود تجربہ اور خود سرگرمی' پر زور دیا۔ مونٹیسوری نے حس کی تربیت کو اپنے طریقہ کار کی بنیاد 'حسی حقیقت پسندی' کی بنیاد پر بنایا۔ فروبیل نے اپنے فلسفہ کے مطابق کنڈرگارٹن میتھڈ کو جنم دیا۔ اس طرح مختلف ماہرین تعلیم اور فلسفیوں نے مختلف طریقے اپنانے کا مشورہ دیا۔

3.3.3 فلسفہ اور نظم وضبط(Philosophy and Discipline)

رسک کا کہنا ہے کہ "اسکول کے نظم وضبط کا کام کسی بھی دوسرے پہلو سے زیادہ براہ راست فلسفیانہ تصورات کی عکاسی کرتا ہے۔"

نظم وضبط کا تصور مختلف فلسفیانہ نظریات سے متاثر ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق معاشرے اور فرد کے فلسفہ سے ہے۔ فلسفہ خود اپنی ترقی کا پس منظر تیار کرتا ہے۔ مثال کے طور پر نظم وضبط قائم کرنے کے لیے فلسفہ فطریت جسمانی سزا کو ممنوع قرار دیتے ہوئے بچوں کو فطری آزادی کی اہمیت دیتے ہیں۔ فلسفہ عملیت نظم وضبط قائم کرنے کے لیے لطف اندوزی، دلچسپی اور سماجی تعاون پر مبنی سرگرمیوں کو جگہ دیتے ہیں۔ اہل تصوریت بنیادی طور پر اقدار اور استاد کے ذریعے نظم وضبط قائم کرنے کے حق میں ہوتے ہیں۔ کچھ ماہر تصوریت جو مطلق العنان ہوتے ہیں وہ جابرانہ نظم وضبط کی حمایت کرتے ہیں۔ فلسفہ تصوریت زیادہ تر موثر نظم وضبط کے تصور پر یقین رکھتے ہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفیانہ نظریات کے مطابق نظم وضبط کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں۔ جابرانہ نظم وضبط، موثر نظم وضبط، آزادانہ نظم وضبط، سماجی نظم وضبط وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہم نظم وضبط پر غور کریں تو ان پر فلسفہ کا اثر صاف نظر آتا ہے۔

رسک نے لکھا ہے " فلسفہ فطریت میں اخلاقی معیارات کی صداقت کو مسترد کرتے ہوئے، بچے کے فطری یا فطری رجحانات کو آزادانہ طور پر ظاہر ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن وہ صرف چیزوں کو کنٹرول کرنے میں یقین رکھتا ہے۔ دوسری طرف، تصوریت اخلاقی اقداروں کی عدم موجودگی میں انسانی رویے کو نامکمل سمجھتے ہیں اور بچوں کو اخلاقی معیارات کو قبول کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں اور انہیں تربیت فراہم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ انہیں آہستہ آہستہ طرز عمل کا حصہ بنایا جاسکے۔"

3.3.4 فلسفہ اور درسی کتاب(Philosophy and Textbook)

درسی کتاب تعلیمی نظام میں معلم اور طلباء کے بیچ پل کا کام کرتا ہے۔ درسی کتاب، نصاب کے مطابق تیار کئے جاتے ہیں۔ اس لئے نصاب کی طرح درسی کتابوں پر بھی فلسفہ کا اثر دیکھائی دیتا ہے۔ درسی کتابیں تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے ایک طاقتور ذریعہ ہوتی ہیں۔ فلسفہ نصابی کتابوں کے تخلیق اور تیاری میں بنیاد کا کام کرتا ہے۔ نصابی کتب کے تیاری میں تعلیم کے مقاصد، زندگی کے اصولوں، عقائد اور نظریات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ان کے ذریعے زندگی کے معیارات قائم ہوتے ہیں۔

ویزلی کی رائے ہے کہ "نصابی کتاب تعلیمی معیارات کی عکاسی کرتی ہے اور اسے قائم کرتی ہے۔ شاید یہ زیادہ تر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ استاد کو کیا جاننا چاہیے اور بچوں کو کیا سیکھنا چاہیے۔ یہ تدریسی طریقوں اور تعلیمی معیار کو بھی متاثر کرتی ہے۔"

وہ کتابیں جو زندگی کے مروجہ نظریات کی عکاسی کرتی ہیں، انہیں موزوں نصابی کتب کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ اس طرح نصابی کتب کی تخلیق، انتخاب اور موزونیت کے پیچھے بنیادی فلسفہ کارفرما ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جس طرح فلسفہ نصابی کتاب کی تخلیق میں بنیاد کا کام کرتا ہے۔ نصابی کتاب نیا فلسفہ، نئے نظریات وخیالات اور اصولوں کو جنم دیتا ہے۔ اس طرح نئی نصابی کتابیں نئے فلسفہ کی تخلیق میں ایک بنیاد کا کام کرتی ہیں۔

3.3.5 فلسفہ اور تعلیمی انتظامیہ (Philosophy and Educational Administration)

اسکولی نظام: اسکول کا انتظام کیسے کیا جائے؟ کون لوگ کریں گے؟ ریاست کو تعلیم پر کنٹرول کرنا چاہیے یا نہیں؟ جیسے دیگر سبھی سوالات کا جواب فلسفہ سے ملتا ہے۔ اگر معاشرہ انفرادیت پر مبنی فلسفہ پر یقین رکھتا ہے تو وہ تعلیم کو رضاکارانہ تنظیموں کے ہاتھ میں رکھے گا۔ اگر معاشرہ سوشلسٹ نظریات پر یقین رکھتا ہے تو وہ تعلیم پر سماج یا ریاست کا مکمل کنٹرول چاہے گا۔ اسکول کے انتظام کے لیے کس قسم کا استاد یا پرنسپل ہونا چاہیے؟ اس کا فیصلہ فلسفہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسکول کے داخلی اور خارجی نظام کا تعین معاشرے کے فلسفہ پر منحصر ہے۔ اگر معاشرہ جمہوری فلسفے پر یقین رکھتا ہے تو اسکول کا نظام جمہوری ہوگا۔ استاد کا طرز عمل بھی جمہوری ہوگا۔ اگر معاشرہ مطلق العنان فلسفہ پر یقین رکھتا ہو تو تعلیمی نظام بھی مطلق العنان نقطہ نظر کے مطابق ہوگا۔ فلسفہ اساتذہ اور اسکولی انتظامیہ کو یہ تجویز کرتا ہے کہ طلباء کے ساتھ برتاؤ کرنے میں کن اصولوں، نظریات اور طریقوں پر خیال رکھنا چاہیے اس طرح فلسفہ اسکولی نظام میں رہنمائی بخشتا ہے۔

اساتذہ: اسکول اور تعلیمی نظام کے ہموار کام کے لیے اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اساتذہ کیسے ہو؟ اساتذہ کا رویہ کیسا ہو؟ اساتذہ کو درس و تدریس کے درمیان کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟ ایسے سوالات کے جوابات دینے میں صرف فلسفہ ہی ہماری مدد کرتا ہے۔ ہر فلسفہ اپنے نقطہ نظر سے استاد کے مقام متعین کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، فلسفہ فطرتیت، فطرت کو ہی بہترین استاد مانتا ہے اور معلم کے کردار کو محدود کرتا ہے۔ وہ معلم سے توقع کرتا ہے کہ وہ خاموشی سے طلباء کی آزادانہ سرگرمیوں کا مشاہدہ کرے۔ فلسفہ تصوریت مثالی استاد کو اہم مقام دیتا ہے۔ وہ اسے والدین کے برابر مقام دیتا ہے۔ فلسفہ عملیت استاد کو سماجی ماحول کے خالق کے طور پر دیکھتا ہے۔ استاد کا کام بڑی حکمت، تدبر اور ذمہ داری کا ہوتا ہے۔ اس لیے ایک استاد کو فلسفہ کا مناسب اور بہترین علم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ سماج، معاشرہ، ملک اور دنیا کو بہتر طریقے

سے تعمیر کر سکے اور اخلاق و منطق کو ملحوظ رکھ سکے۔ جس طرح ایک کمپاس ملاحوں کو سمت معلوم کرنے میں مدد کرتا ہے، اسی طرح فلسفہ کا علم اساتذہ کے لیے کمپاس کا کام کرتا ہے۔ اس طرح اساتذہ کا تعلیمی نظام میں مقام فلسفیانہ نظریہ کے مطابق طے کئے جاتے ہیں۔

اسکول کی عمارت: اسکول کیا ہے؟ یہ کس طرح اور کس کے ذریعے بنایا جانا چاہئے؟ اسکول کی اندرونی اور بیرونی شکل کیسی ہونی چاہیے؟ اس کی عمارت کا ڈیزائن کیسا ہونا چاہیے؟ ایسے سوالات کے جوابات فلسفہ کے ذریعے ہی ملتے ہیں۔ فلسفہ فطریت اینٹوں کی عمارتی اسکول کے مخالف ہے۔ فلسفہ عملیت عظیم الشان اسکولی عمارتیوں کا حمایتی ہے۔ فلسفہ تصوریت اپنے مکتب کی بیرونی شکل کا تعین سادہ زندگی اور مثالی سوچ کے معیار کے مطابق طے کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی داخلی شکل کو جمالیاتی اور ثقافتی نقطہ نظر سے بلند کرنا چاہتا ہے۔ وہ اسے ایک خوبصورت باغ کے طور پر دیکھتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)

1. فلسفہ تعلیم میں نصاب کے تعین میں کس طرح مدد کرتا ہے؟
2. زندگی کے نظریے اور تعلیمی مقاصد کے درمیان کیا تعلق ہے؟
3. فلسفہ کس طرح اساتذہ کے کردار اور اسکول کے نظم وضبط کو متاثر کرتا ہے؟

3.4 خلاصہ (Summary)

فلسفہ اور تعلیم کے باہمی تعلقات کو بہتر طریقے سے سمجھ گئے ہوں گے۔ آپ کو اس بات کا علم ہو گیا ہو گا کہ فلسفہ اور تعلیم ایک دوسرے سے اس طرح منسلک ہے کہ ان دونوں کو الگ کر دیکھنا یا سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔ فلسفہ انسانی غور و فکر اور ایک نظریہ ہے جو کائنات کے بارے میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تعلیم انسانی فطرت کے بارے میں مختلف نظریات کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا جواب دیتا ہے۔ ہر فلسفہ سیاست پر اثرانداز ہوتا ہے اور سیاست تعلیم کو متاثر کرتی ہے۔ آج جمہوری فلسفہ دنیا کے بہت سے ممالک کی سیاست پر اثرانداز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تعلیم کے تمام پہلوؤں پر جمہوری اثرات دیکھائی رہے ہیں۔

3.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد اب آپ:

- فلسفہ اور تعلیم کے درمیان تعلقات کو سمجھ گئے۔
- فلسفہ اور تعلیم کے مقاصد کے درمیان تعلقات سے واقف ہو گئے۔
- فلسفہ اور تعلیمی نظام کے درمیان تعلقات سے واقف ہو گئے۔

- فلسفہ اور تعلیم کے درمیان گہرے رشتے کو سمجھ گئے۔

3.6 فرہنگ(Glossary)

تعلیم کے میدان میں سوال جواب کا طریقہ سقراطی طریقہ ہے۔

"فلسفہ اور تعلیم ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

تعلیم۔ تعلیم ایک سماجی عمل ہے جو سیکھنے کے ذریعے طالب علم کے طرز عمل کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

سیکھنا۔ تجربہ یا تربیت کے ذریعے رویے کو تبدیل کرنے کا عمل۔

نصاب۔ تجربات کا مجموعہ جو کلاس روم کے اندر اور باہر حاصل ہوتی ہیں۔

سمت۔ رخ

منسلک۔ جڑا ہوا ہونا،

مسترد۔ رد کرنا

ملحوظ۔ پیش نظر، لحاظ رکھنا

استدلال۔ دلیل پیش کرنا

مطلق العنانیت۔ ڈکٹیٹر شپ

3.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1۔ "فلسفہ اور تعلیم ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں" کس نے کہا؟(جان ڈیوی / ایڈمس / فیسٹے / **راس**)

2۔ "نصاب کا صحیح تعین کرنے کے لیے ایک فلسفی کی ضرورت ہے۔"(**بوڈے** / گاندھی / سقراط / ارسطو)

3۔ فلسفہ اور تعلیم کے درمیان ایک۔۔۔۔۔۔ تعلق پائی جاتی ہے۔(الگ / **فطری** / نئ / سطحی)

4۔ "تعلیمی فلسفہ کا انحصار جتنا نصاب پر ہے اتنا کسی دوسرے پر نہیں ہے۔" کس نے کہا؟(**رسک** / جان / لاق / بوڈے)

5۔ جمالیات۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی سائنس ہے۔(بدی / عقل / ذہن / **خوبصورتی**)

6۔ تعلیم فلسفہ کا ایک۔۔۔۔۔۔۔۔ پہلو ہے۔(باطنی / ظاہری / **متحرک** / ساکن)

7۔ فروبیل نے اپنے فلسفہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میتھڈ کو جنم دیا(**کنڈر گارٹن** / سوال و جواب / حقیقی / منصوبائی)

8۔ "صرف ایک سچا فلسفی ہی حقیقی تعلیم کو عملی شکل دے سکتا ہے۔" کس نے کہا؟(جان ڈیوی / **اسپینسر** / رسک / لاک)

9۔ 'علم فضیلت ہے' کس کا خیال ہے ؟(**سقراط** / ارسطو / ٹیگور / اقبال)

10۔ویدک دور کی سب سے قدیم کتاب ہے؟(برہمن / اپنیشد / **رگ وید** / سام وید)

دیے گئے معروضی سوالات کے جوابات ہیں:

1۔ جان ڈیوی

2۔ بوڑے

3۔ فطری

4۔ رسک

5۔ خوبصورتی

6۔ متحرک

7۔ کنڈرگارٹن

8۔ اسپینسر

9۔ سقراط

10۔ رگ وید

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Questions)

1۔ تعلیم اور محوریات کے درمیان تعلق کو لکھیں؟

2۔فلسفہ اور تعلیم کے درمیان ایک فطری تعلق پائی جاتی ہے۔وضاحت کریں؟

3۔ تعلیم فلسفہ کے کن پہلوؤں پر مبنی ہے؟ سمجھائے۔

4۔فلسفہ کا طریقہ تدریس سے کیا تعلق ہے واضح کریں؟

5۔فلسفہ نظم وضبط کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔واضح کریں؟

6۔فلسفہ کا تعلیمی نصاب پر اثرات کو لکھیں؟

7۔ تعلیم کے لئے فلسفہ کا ہونا کیوں ضروری ہے؟واضح کریں

8۔فلسفہ تعلیم کے مقاصد کو کس طرح متاثر کرتی ہے لکھیں؟

9۔فلسفہ کا درسی کتاب پر اثرات کو لکھیں؟

10۔"فلسفہ اور تعلیم ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں"۔واضح کریں؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Questions)

1۔ تعلیم سے متعلق تمام سوالات بالآخر فلسفہ کے سوالات ہے۔بحث کریں۔

2۔" تعلیم فلسفہ کا ایک متحرک پہلو ہے۔"اس بیان کو واضح کریں؟

3۔ تعلیم اور فلسفہ کے درمیان تعلقات کو تفصیل سے واضح کریں؟

4۔"نصاب کا صحیح تعین کرنے کے لیے ایک فلسفی کی ضرورت ہے۔"اس قول کا جائزہ لے؟

5۔فلسفہ نئے نظریات اور اصولوں کو جنم دیتی ہے؟اس بات کی وضاحت کریں؟

نوٹ:معروضی سوالات کا جواب بولڈ کیا ہوا ہے۔

3.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggetsed Learning Material)

- شیکچھا کے سمانیہ سیدھانت-جی ایس ڈی تیاگی اور پی ڈی پاٹھک،2007،ونود پستک مندر، آگرہ
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاستریہ ادھار،2012،ایس پی روہیلا،اگروال پبلیکشن، آگرہ
- شیکچھا اور درشن،رام ناتھ شرما،راجندر کمار شرما
- ابھرتے ہوئے ہندوستانی سماج میں تعلیم۔ساجد جمال،عبدالرحیم
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاشتریہ سدھانت،سوروپ وسکسینہ
- شیکچھا کے دارشنک پرشٹھ بھومی۔ڈاکٹر لکشمی لال
- ادیامان بھارتیہ سماج میں شیکچھا،ستیاپال روہیلا،
- ڈاکٹر بدرالاسلام، تعلیم کی اسلامی بنیادیں،2019،وہائٹ ڈاٹ پبلشرز، نئی دہلی۔
- Philosophical Foundation of education, S.P. Ruhela/ R. K. Nayak, 2014, Agrwal Publication,Agra
- Philosophical Perspective of Educatiom, R.B. Lal/S. Palod, 2016, Vinay Rakheja, Meerut.
- Philosophical and Sociological Perspective of Education in Contemporary India, Bhavana Shukla, Agrwal Publication, Agra

اکائی 4۔ فلسفہ تعلیم اور تعلیمی فلسفہ

(Philosophy of Education and Educational Philosophy)*

4.0 تمہید (Introduction)

4.1 مقاصد (Objectives)

4.2 فلسفہ تعلیم: تصور اور مفہوم (Philosophy of Education: Concept and Meaning)

4.3 فلسفہ تعلیم کی خصوصیات (Characteristics of Philosophy of Education)

4.4 فلسفہ تعلیم کی نوعیت (Nature of Philosophy of Education)

4.5 فلسفہ تعلیم کا دائرہ کار (Scope of Philosophy of Education)

4.6 فلسفہ تعلیم کے افعال (Functions of Philosophy of Education)

4.7 فلسفہ تعلیم کی ضرورت اور اہمیت (Need and Importance of Philosophy of Education)

4.8 تعلیمی فلسفہ کا تصور اور مفہوم (Concept and Meaning of Educational Philosophy)

4.9 تعلیمی فلسفہ کے مقاصد (Objectives of Educational Philosophy)

4.10 تعلیمی فلسفہ کی نوعیت (Nature of Educational Philosophy)

4.11 تعلیمی فلسفہ کی وسعت (Scope of Educational Philosophy)

4.12 تعلیمی فلسفہ اور تعلیم (Educational Philosophy and Education)

4.13 خلاصہ (Summary)

4.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

4.15 فرہنگ (Glossary)

4.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

4.17 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Material)

* Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

4.0 تمہید (Introduction)

تعلیم کا فلسفہ ان نظریات کا مطالعہ ہے جو تعلیم کے مقاصد اور پالیسی پر کارآمد ہوتا ہے۔ تعلیم کا فلسفہ انسانی فطرت کے بارے میں مختلف فلسفیانہ نظریات کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا جواب دیتا ہے۔ تعلیم کیا ہے؟ اسے حاصل کرنا کیوں ضروری ہے؟ اس کو حاصل کرنے سے کیا ملتا ہے؟ کیا دماغ ایک خالی کاغذ ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے جو اس دینا کی بارے میں معلومات رکھتا ہے۔ ہم جو نہیں جانتے ظاہر سی بات ہے اسے ہم سمجھ بھی نہیں سکتے لیکن ہم تعلیم کے مدد سے اسے دریافت ضرور کر سکتے۔ ان سبھی سوالوں کا دریافت ہی تعلیم کا فلسفہ ہے۔ یعنی تعلیم کا فلسفہ ہی ہے جو ہمیں اس بارے میں مدد کرتا ہے۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- تعلیم کا فلسفہ کی تعریف اور مفہوم سے واقف ہو جائیں گے۔
- تعلیم کا فلسفہ کی خصوصیات اور اس کے نوعیت کو سمجھ جائیں گے۔
- اس کے دائرہ کار سے واقفیت حاصل کر لیں گے۔
- اس کے افعال اور ضرورت و اہمیت کو سمجھ جائیں گے۔
- تعلیمی فلسفہ کے تعارف مفہوم سے واقف ہو جائیں گے۔
- تعلیمی فلسفہ کے مقاصد، نوعیت اور وسعت سے آگاہ ہو جائیں گے۔
- تعلیمی فلسفہ کا تعلیم سے رشتہ سمجھ جائیں گے۔

4.2 فلسفہ تعلیم: تصور اور مفہوم (Philosophy of Education: Concept and Meaning)

فلسفہ کا وہ حصہ جس میں تعلیم کے مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے، اسے تعلیم کا فلسفہ کہا جاتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کے حتمی مقصد کی وضاحت کرتا ہے اور اس حتمی مقصد کے حصول کے لیے ٹھوس راستے کا تعین کرتا ہے۔ اس کے مقاصد اور ذرائع تعلیم کے فلسفہ میں بیان کیے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی اس میں مقاصد کے حصول کے لیے تعلیمی عمل کی نوعیت پر بھی غور کیا جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ فلسفی اس کائنات اور انسانی زندگی کے بارے میں مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ نظریات کے اسی فرق کی وجہ سے فلسفہ کے بہت سے مکاتب فکر تیار ہوئے ہیں۔ ان مختلف فرقوں نے تعلیم کے عمل کو اپنے اپنے نقطہ نظر سے دیکھا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی تشریح

کی ہے۔ تعلیم کا فلسفہ میں اس سب کی تنقیدی وضاحت موجود ہے۔ فلسفہ کا تعلیم کی اس شکل پر متفق ہونے کے باوجود دانشوروں نے مختلف طریقوں سے اس کی تعریف کی ہے۔ اکثر دانشوروں نے تعلیمی مسائل کے فلسفیانہ حل کو تعلیم کا فلسفہ کہتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا کے مطابق تعلیم کا فلسفہ کی تعریف: "تعلیم کا فلسفہ تعلیم کے مقصد، عمل، فطرت اور نظریات کا مطالعہ ہے۔ تعلیم کو ایک سماجی ادارے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ دنیا کی مسلسل ترقی سے انسانی وجود کے عمل پر ہماری سمجھ بدل رہی ہے چاہے وہ سماجی رسوم، تجربات یا جذبات ہوں۔"

مغربی دانشور مسٹر ہینڈرسن کے الفاظ میں "تعلیم کا فلسفہ تعلیم کے مسائل کے مطالعہ میں فلسفہ کا استعمال ہے۔"

تعلیم کا فلسفہ علم کی وہ شاخ ہے جس میں تعلیم کے مقاصد اور اس کے مختلف بنیادی پہلوؤں کو فلسفیانہ نظریہ کے اعتبار سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں تعلیم سے متعلق تمام مسائل کا فلسفیانہ حل پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہم اس کائنات اور اس میں انسانی زندگی کی اہمیت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ اسی کی بنیاد پر انسانی زندگی کا حتمی مقصد طے کیا جاتا ہے۔ ہم تعلیم کا فلسفہ کے ذریعے تعلیم کے مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔ تقریباً تمام فلسفیوں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ مطلوبہ تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم کی نویت کیا ہونی چاہیے۔ یہی بحث فلسفہ میں ہمیں تعلیم کا فلسفہ کے طرف گامزن کرتا ہے۔ ماہرین تعلیم جب بھی تعلیم کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے تعلیم کے مقاصد پر غور کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ تعلیم کے مقاصد اکثر وہی ہوتے ہیں جن کا تعین تعلیم کا فلسفہ کرتا ہے۔ اس لیے ماہرین تعلیم کو بھی سب سے پہلے فلسفہ پر انحصار ہونا پڑتا ہے۔ ماہرین تعلیم، تعلیمی مسائل سے آگاہ ہو کر ان کے حل کے لیے فلسفہ کا سہارا لیتے ہیں۔ یہی سے تعلیم کا فلسفہ کا جنم ہوتا ہے۔

4.3 فلسفہ تعلیم کی خصوصیات (Characteristics of Philosophy of Education)

تعلیم کا فلسفہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زندگی کے حتمی حقائق کی تلاش کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس میں خالق و مخلوق، روح و جسم، دنیا و آخرت اور پیدائش و موت کو تصور کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا مجموعی مطالعہ کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ فلسفہ میں فلسفیوں کی آراء ان کے ذاتی دریافت اور تجربات پر مبنی ہوتی ہیں۔ مغربی ممالک میں فلسفہ کی بنیاد منطق پر ہوتی ہے۔ چونکہ مغربی ممالک میں ہی تعلیم کا فلسفہ کا آغاز ہوا۔ اس لئے تعلیم کا فلسفہ منطق پر مبنی سائنس اور یہ فطری بھی لگتا ہے۔

تعلیم کا فلسفہ، تعلیم کے موضوع پر فلسفیانہ بحث کرتا ہے۔ زمانے کے لحاظ سے تعلیم کا فلسفہ میں مختلف ہوتے ہے۔ وقت کے ساتھ اس میں تبدیلیاں ہوتے رہتی ہیں۔ تعلیم کا فلسفہ مختلف، مذہب، قوم اور ممالک میں مختلف ہوتے ہیں۔ ہندوستانی میں تعلیم کا فلسفہ ہندوستانی ماحول کے عین مطابق ہے۔ تعلیم کا فلسفہ میں کچھ فلسفہ خود دریافت ہوتے ہیں تو کچھ فلسفہ براہِ راست تجربات پر مبنی ہوتے ہیں تو کچھ صرف منطق کی بنیاد پر کھڑے ہوتے ہیں۔ آج تعلیم کا فلسفہ میں بہت سے عناصر موجود ہیں جن کا تجربہ ہمارے بزرگوں نے کیا تھا۔ اس لئے ہندوستانی تعلیم کا فلسفہ کی بنیاد منطق اور تجربہ پر مبنی ہے۔

4.4 فلسفہ تعلیم کی نوعیت (Nature of Philosophy of Education)

1۔ تعلیم کا فلسفہ دو مضامین فلسفہ اور تدریس کی مشترکہ سوچ کی پیداوار ہے۔
2۔ یہ ایک انٹر ڈسپلن مضمون ہے جو تعلیم کے مسائل کے فلسفیانہ حل کی تلاش کی طرف مائل ہے۔
3۔ یہ ایک منطقی سائنس ہے، تجرباتی نہیں۔
4۔ منطق میں یہ ایک موضوعی سائنس ہے، معروضی نہیں۔
5۔اس میں کسی بھی تعلیمی مسئلے کے بارے میں مختلف فلسفیانہ افکار کی بنیاد پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کی بنیاد پر مختلف حل تجویز کیا جاتا ہے۔
6۔ یہ کسی بھی تعلیمی مسئلے کا ممکنہ حل یا کامل حل دیتا ہے۔
7۔ یہ ایک ہدایتی صحیفہ ہے، قطعی نہیں۔

4.5 فلسفہ تعلیم کا دائرہ کار (Scope of Philosophy of Education)

تعلیم کا فلسفہ، تعلیمی میدان کا فلسفہ میں ہے۔ اس کا دائرہ کار تعلیم کا میدان ہے۔ اس میں بنیادی طور پر تعلیم کے مسائل کو شامل کیا جاتا ہے۔ دنیا اور کائنات کی تشریح، انسانی فطرت، قومی نظریات، نظام تعلیم اور تعلیمی مقاصد کے مختلف اجزا پر غور فکر کیا جاتا ہے۔ تعلیم کا فلسفہ میں زندگی کے مختلف شعبوں جیسے معاشی، سیاسی، سماجی، ثقافتی، تعلیمی اقدار اور علم کا نظریہ جیسے مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ مسائل تعلیم کا فلسفہ کے دائرہ کار کو تشکیل دینے اور اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ تعلیم کا فلسفہ کے دائرہ کار میں درج ذیل نقطوں کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔

تعلیم کا فلسفہ کے مقاصد اور نظریات: اس میں تعلیم کے مختلف مقاصد اور نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔ ان مقاصد اور نظریات کو مختلف ادوار میں مختلف فلسفیوں نے آگے بڑھایا۔ اس کے دائرہ کار میں قوم کی ترقی، سماجی زندگی کی تربیت، بین الاقوامی سمجھ، قومی یکجہتی، سائنسی اور تکنیکی ترقی، سب کے لیے تعلیم، تعلیمی مواقع کی برابری آتے ہیں۔ یہ سارے مقاصد جمہوری نظام کو مضبوط اور انسانی وسائل کی ترقی دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم کے دیگر مقاصد جو تعلیمی مفکرین کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں ان کی جانچ پڑتال اور جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس طرح تعلیم کا فلسفہ تنقیدی طور پر تعلیم کے مختلف مقاصد اور نظریات کا جائزہ لیتا ہے۔

انسانی فطرت کی تشریح: تعلیم کا فلسفہ میں انسانی فطرت کی فلسفیانہ تصور اور اصولوں پر بحث کی جاتی ہے۔۔ انسان اپنی زندگی کے اصولوں کو اپنے فطرت کے مطابق بناتا ہے اور انسان کی فطرت اس کے فلسفیانہ نظریہ پر منحصر کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تعلیم انسان کے طرز عمل اور اس کے فطرت میں بدلاؤ لاتا ہے۔ تعلیم کا فلسفہ انسانی فطرت کا جائزہ لیتا ہے اور اس کی تشریح کرتا ہے۔ تعلیم کا فلسفہ تمام انسانی فطرت کے ساتھ مستند حقیقت کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی اقدار: اقدار عام طور پر ایک فلسفیانہ مضمون ہے کیونکہ یہ زیادہ تجریدی، اور آفاقی ہے-فلسفہ نہ صرف تعلیم کی اقدار کا تنقیدی جائزہ لیتا ہے بلکہ انہیں ایک درجہ بندی میں ترتیب دیا جاتا ہے۔ تعلیمی۔ قدر کا تعین فلسفیانہ اقدار سے ہوتا ہے۔ مختلف فلسفیوں کی پروپیگنڈہ کی طرف سے تعلیمی معیار کی طرف سے ان کی دنیا، نقطہ نظر اور انسانی زندگی کے مقصد سے ان کے نقطہ نظر سے اخذ کیا گیا۔ اس کے لیے دنیا کے نظریات، نقطہ نظر، عقائد کی جانچ پڑتال فلسفے کا مخصوص کام ہے اور یہ اقدار کے فلسفیانہ علاج کے لیے ضروری ہے۔

علم کا اصول: تعلیم کا تعلق علم سے۔ اس کا تعین ماخذ، حدود، معیار اور معیار علم سے ہوتا ہے۔ یہ سب علمیات کے دائرہ اختیار میں آتا ہے جو فلسفہ کی شاخوں میں سے ایک ہے۔ لہذا، تعلیم کے فلسفہ کے کام کا ایک اہم علم کے نظریہ سے ہے۔

تعلیم اور قومی زندگی کے مختلف شعبوں اور نظام تعلیم کے مختلف اجزا کا تعلق: تعلیم کے تعلق سے فلسفہ تعلیم میں سب سے اہم شراکت داری ریاست اور تعلیم، معاشی نظام اور تعلیم، نصاب، اسکول کی تنظیم اور نظم و ضبط وغیرہ کو فیصلہ کرنے کے لیے معیارات کی فراہمی۔ تعلیم کے مختلف فلسفوں کی تشخیص۔ ہر جگہ جگہ کا معیار فلسفہ سے فیصلہ ہوتا ہے۔ لہذا، تعلیم کا فلسفہ ان شعبوں کی تنقیدی تشخیص اور معیار کے لیے معیار فراہم کرتا ہے۔

4.6 فلسفہ تعلیم کے افعال((Functions of Philosophy of Education)

فلسفہ تعلیم کے افعال ہیں۔(1) مثالی تعین(2) قیاس آرائی(3) معیاری اور(4) تجزیاتی

1) **مثالی تعین فعل:** فلسفہ تعلیم اپنے مثالی تعین کے کام میں انسانی زندگی کی اقدار، کاموں اور مسائل کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ زندگی کے نظریات اور مقاصد کا تعین بھی کرتا ہے۔ یہ فرد کو اس قابل بناتا ہے کہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ کس طرح ترقی کر سکتا ہے۔ اسے یہ بھی بتاتا ہے کہ زندگی میں آنے والے تمام مشکلات، آفات اور ناگزیر منفی حالات کا سامنا کس طرح کرنا ہے۔ تعلیم کا فلسفہ ایک شخص کو طے شدہ مقصد یا منزل تک پہنچنے کے لیے راہ عمل تیار کرتا ہے۔ اسے دانشمندانہ فیصلے لینے میں مدد کرتا ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد اصول اور سچائی کو سمجھنا ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت، اس کی تعلیم کے مختلف فلسفیانہ نظریات اور تعلیم کی اصل نوعیت کو سمجھنے میں مدد کرتا ہے۔ مختلف فلسفیانہ نقطۂ نظر کی بنیاد پر تیار کی گئی تعلیم کے مقاصد کو تعین کرنے، تعلیمی نصاب کی وضاحت کرنے، تدریسی طریقوں کی وضاحت کرنے، مناسب تدریسی طریقوں کے انتخاب، نظم و ضبط کی شکلیں اور معاشرے یا قوم کو اپنا تعلیمی نصاب بنانے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

2) **قیاسی آرائی فعل:** تمام فلسفے بنیادی طور پر منطقی مفروضوں کی بنیاد پر تیار ہوئے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کائنات میں کتنے سیارے ہیں۔ کتنی اقسام کے اشیاء ہیں ؟۔ کائنات میں اتنی سرگرمیاں ہو رہی ہیں وہ کیسے ہو رہی ہیں ؟ یہ کون کرا رہا ہے ؟۔ زمین، سورج، چاند اور ستارے وغیرہ کا کوئی خالق ہو گا۔ جو خالق پوری کائنات میں اس قدر عظیم کام کر رہا ہے وہ واقعی ہمہ گیر اور قادر مطلق ہو گا۔ کسی نے اسے برہما، کسی نے خدا، کسی نے گوڈ اور کسی نے اللہ کا نام دیا۔ دوسری طرف بعض فلسفیوں کا یہ دلیل ہے کہ اس کائنات کا خالق برہما، خدا، گوڈ یا اللہ نہیں ہے بلکہ یہ خود بخود بنا ہے۔ اس لیے اس کا وجود اس کے اپنے معیار پر برابر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس منطق کی بنیاد پر یہ قیاس آرائی ہے کہ یہ کائنات اپنے آپ ترقی کر رہی ہے۔ کچھ دانشوروں نے اسے ایک قدرتی عمل قرار دیا جبکہ دوسروں نے اسے محض ایک عمل قرار دیا۔

اسی طرح تعلیم کا فلسفہ اصل منطق تخیلات اور قیاس آرائی کے بنیاد پر کام کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تعلیم کا بنیادی مقصد خود شناسی ہے اور اس کے حصول کے لیے مختلف ذرائع کا مطالعہ کرنا ہے۔

3) **معیاری فعل:** دنیا اور ہندوستان میں کچھ ایسے فلسفے بھی موجود ہیں جو کائنات، خدا اور روح جیسے غیر طے شدہ موضوعات پر ہی صرف غور نہیں کرتے بلکہ وہ براہ راست انسان کی حقیقی زندگی پر بھی غور کرتے ہیں۔ وہ خوشی اور غم کی وجوہات پر غور و فکر کرتے ہیں۔ نجات اور سعادت فراہم کرنے کے راستوں کی تلاش کرتے ہیں۔ فلسفہ تعلیم میں روحانی اور مادی دونوں فلسفوں کی بنیاد پر تعلیم کی نوعیت اور اس کے افعال کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اس کے بنیاد پر تعلیم کے معیارات کا تعین کیا جاتا ہے۔ یہ سبھی کام فلسفہ تعلیم کے معیاری افعال کے تحت کئے جاتے ہیں۔ جیسے تعلیمی معیار قائم کرنے کے لئے تعلیم کے مقاصد کا تعین کے لیے بنیاد پیش کرنا، تعلیمی نصاب کی تعمیر کے لیے اصول پیش کرنا اور تدریسی اصولوں کا تعین کرنا۔

4) **تجزیاتی فعل:** تعلیم کے فلسفہ میں نہ صرف تعلیم کی نوعیت کی وضاحت کی جاتی ہے بلکہ مختلف فلسفیانہ نقطۂ نظر کی بنیاد پر اس کے مسائل کا حل بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ کسی بھی تعلیمی سوچ اور عملی تجربے پر تنقید جاتی ہے۔ اس کی خوبیوں اور خامیوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ تعلیم کی ساخت کسی خاص معاشرے کی ضروریات کے لیے طے کی جاتی ہے۔ تعلیمی فلسفہ میں اس طرح کے کاموں کو تجزیاتی فعل کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، روحانی اور مادیت پسندانہ فلسفوں کی بنیاد پر تیار کردہ نظام تعلیم کی خوبیوں اور خامیوں کا تجزیہ کرنا۔ اس فعل سے انسان کے تینوں پہلوؤں فطری، سماجی اور روحانی ترقی کو مدد ملتی ہیں۔

4.7 فلسفہ تعلیم کی ضرورت اور اہمیت (Need and Importance of Philosophy of Education)

فلسفہ تعلیم کا مطالعہ انسانی ترقی اور فروغ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ فلسفہ تعلیم کے مطالعہ کی ضرورت اور اہمیت پر کوئی دو رائے نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطالعہ کائنات اور انسانی زندگی کی حقیقی شکل سے آشنا کراتا ہے۔ یہ تعلیم کی معنویت کو سمجھنے اور مختلف تعلیمی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس کی افادیت بھی ہے اور اہمیت بھی۔ فلسفہ تعلیم انسانی زندگی کے بارے میں مختلف نقطہ نظر کا علم ہے۔ فلسفہ تعلیم زندگی کے اسرار سے آشنا کراتا ہے اور ان اسرار کو سمجھنے کے لیے بصیرت عطا کرتا ہے۔ کوئی بھی فرد خود کو پہچانے بغیر اپنی بھلائی نہیں کر سکتا۔ خود کو پہچاننے کے لئے فلسفہ سے روبرو ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ فلسفہ تعلیم، تعلیم کا فلسفیانہ نظریے سے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ اس کا مطالعہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم تعلیم اور اس کی ضروریات کو مختلف نقطۂ نظر سے سمجھ سکیں اور اس کی بنیاد پر ہم زندگی میں مناسب فلسفہ کا انتخاب کر سکیں۔ فلسفہ تعلیم زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کراتی ہے۔ یہ انسانی زندگی میں تعلیم کے مقاصد، اس کے طریقے کار حتمی علم کراتا ہے۔ علم، تجربات اور منطق کی بنیاد پر استاد اپنا نقطہ نظر بناتا ہے اور اس کی بنیاد پر تعلیم دیتا ہے۔ فلسفہ تعلیم کا مطالعہ انسانی زندگی کے مقاصد کی حصولیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ تعلیم کے تمام پہلوؤں بالخصوص تعلیمی ساخت کے بارے میں مختلف نظریات پیش کرتا ہے۔ یہ معاشرے کی ضرورت کے مطابق تعلیم فراہم

کرنے میں معاون کرتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کی کثرت اور تنوع کو ظاہر کرتا ہے۔ زندگی کے تنوع سے مناسب مقاصد تجویز کر اس کے مطابق ذرائع کا انتخاب کرتا ہے اور تعلیمی عمل کی رہنمائی کرتا ہے۔

سماجی بدلاؤ ایک فطری عمل ہے جو مسلسل جاری رہتا ہے۔ سماجی ترقی کے اس عمل میں پرانی روایات میں تبدیلی یا ان کا خاتمہ ہوتے رہتا ہے اور ان کی جگہ نئی روایات شامل ہوتی ہے یا جنم لیتی ہیں۔ لیکن تبدیلی کا یہ عمل ہمیشہ ہموار نہیں ہوتا۔ اسے معاشرے کے بعض قدامت پسند طبقوں کی طرف سے کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہر پرانا روایت منفی نہیں ہوتا اور ہر نئی روایت کامل نہیں ہوتی۔ اس لیے دونوں میں متوازن برقرار رکھنے کے لیے دونوں میں ہم آہنگی کی ضروری ہے۔ یہ عمل فلسفہ تعلیم کے ذریعہ ہی انجام دی جاسکتی ہے۔ فلسفہ تعلیم، ماہرین تعلیم کو ترقی پسندانہ نظریہ قائم کرنے اور تعلیمی منصوبہ بندی کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس سے تعلیمی منتظمین کو تعلیمی مقاصد حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

فلسفہ تعلیم نئی نسل کو جدید دور کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ موجودہ دور نجی کاری اور عالمگیریت کا دور ہے۔ آج دنیا ایک گلوبل گاؤں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ تکنیک کا استعمال ہمارے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے۔ تکنیک نے جہاں کئی سہولتیں فراہم کی ہے وہی کئی چیلنجز بھی ہمارے سامنے پیش کئے ہیں۔ عالمگیریت اور نجی کاری کی پالیسی ملک کے سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی نظام پر اس کے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ ایسے حالات میں فلسفہ تعلیم زندگی اور معاشرے میں آنے والے مختلف طرح کے مسائل سے سامنا کرنے میں ہمارا رہنمائی کرتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)

1. تعلیم کا فلسفہ کس چیز کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد کیا ہے؟
2. فلسفہ تعلیم کے افعال کون سے ہیں اور ہر فعل کا مختصر مقصد بیان کریں۔
3. فلسفہ تعلیم انسانی زندگی اور تعلیمی مسائل کے حل میں کس طرح مددگار ثابت ہوتا ہے؟

4.8 تعلیمی فلسفہ کا تصور اور مفہوم (Concept and Meaning of Educational Philosophy)

دنیا کے مختلف فلسفیانہ فکر میں تعلیم کے حوالے سے مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ تعلیم کا تصور، اس کے مقاصد، نصاب، طریقہ تدریس اور دیگر تعلیمی موضوعات پر فلسفیانہ بحث کی گئی ہے۔ تعلیم کے حصول کے ذرائع کون کون سے ہیں۔ انسانی زندگی میں تعلیم کی اہمیت کیا ہے۔ تمام فلسفیوں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ کس طرح کی تعلیم انسانی زندگی کا حتمی مقصد کو طے کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی فلسفہ کو فلسفہ کی ایک شاخ کے طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ماہرین تعلیم کو جب بھی تعلیمی مسائل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے تو انہیں پہلے تعلیم کے ساخت پر غور کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ تعلیم کے مقاصد کا تعین فلسفہ کے ذریعے ہوتا ہے اس لیے ماہرین تعلیم کو فلسفیانہ نظریہ پر انحصار

کرنا پڑتا ہے۔ اسی فلسفیانہ نظریہ کے بنیاد پر تعلیمی نظام وجود میں آتے ہیں اور تعلیمی فلسفہ ترقی کرتا ہے۔ اس طرح تعلیمی فلسفہ فلسفیوں اور ماہرین تعلیم دونوں کے ذریعے تیار کردہ تعلیمی ساخت ہے۔ تعلیمی فلسفہ کی تصور کو نظر میں رکھتے ہوئے مختلف دانشوروں نے اس کی مختلف طریقوں سے تعریف کی ہے۔ مغربی دانشور ہینڈرسن کے الفاظ میں "تعلیمی فلسفہ تعلیم کے مسائل کے مطالعہ کے لیے فلسفہ کا اطلاق ہے۔"

4.9 تعلیمی فلسفہ کے مقاصد (Objectives of Educational Philosophy)

1۔ تعلیمی فلسفہ کا مقصد تعلیم کے مختلف مسائل کا حل تلاش کرنا۔

2۔ سماج اور معاشرے کے ضرورت کے مطابق تعلیم مہیا کرنا۔

3۔ انسانی زندگی اور اس کے بقا کے مقصد کو متعین کرنا۔

4۔ افراد میں جمہوری رویہ کو فروغ دے کر مثالی شہری بنانا۔

5۔ طلباء کی ضرورت، دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق تدریسی عمل کو مزید موثر اور پرکشش بنانا۔

6۔ فلسفیانہ نظریہ کو اختیار کرنا تاکہ ایک نتیجہ خیز اور عمدہ تعلیمی نظام قائم ہو۔

7۔ علم اور تجربات کو وسعت دینا اور انہیں تعلیمی طریقوں میں نافذ کرنا۔

8۔ بچوں کے ہمہ جہت شخصیت کا تشکیل اور نشوونما کرنا۔

9۔ قومی یکجہتی، بین الاقوامی تفہیم اور عالمگیریت کو فروغ دینا۔

10۔ سماجی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی فروغ میں تعلیم کو ایک آلہ بنانا۔

4.10 تعلیمی فلسفہ کے نوعیت (Nature of Educational Philosophy)

تعلیمی فلسفہ، فلسفہ کی وہ شاخ جس میں تعلیمی مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ انسانی زندگی کا تجزیہ کر اس کے حتمی مقاصد اور حتمی ذرائع کا تعین کرتا ہے۔ یہ ان مقاصد کے حصولیابی کے لیے تعلیم کے نوعیت پر بحث کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس کائنات اور اس میں انسانی زندگی کے بارے میں مختلف فلسفیوں کا مختلف نقطہ نظر ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے فلسفہ کے مختلف مکاتب فکر پروان چڑھے ہیں۔ ان مختلف مکاتب فکر نے تعلیم کے عمل کو اپنے اپنے انداز میں لیا ہے اور اس کے مطابق مختلف شکلوں میں اس کا تجزیہ کیا ہے۔ تعلیمی فلسفہ ان سب کی تنقیدی تفصیلات پیش کرتا ہے۔ اس طرح ہم کہ سکتے ہیں کہ تعلیمی فلسفہ، فلسفہ علم کی وہ شاخ ہے جس کی شکلیں انسان کی تعلیم اور اس کی تعلیم کا تجزیہ ہے۔ اس میں فلسفہ کے مختلف مکاتب فکر اور اس سے متعلقہ مسائل کے فلسفیانہ حل تلاش کی جاتی ہے۔ تعلیمی فلسفہ کی نوعیت کو ذیل نقطوں کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ تعلیمی فلسفہ، فلسفہ اور تعلیمی نظم وضبط کی مشترکہ کوشش کی پیداوار ہے۔

2۔ تعلیمی مسائل کا فلسفیانہ حل ایک منطقی موضوع ہے تجرباتی نہیں۔

3۔ یہ ایک موضوعی مضمون ہے مقصد نہیں۔
4۔ یہ مختلف فلسفیانہ افکار کی بنیاد پر سوچنے کا کام کرتا ہے۔
5۔ کسی بھی تعلیمی مسئلہ اور اس پر اختلاف کو پیش کرتا ہے۔
6۔ کسی بھی تعلیمی مسئلے کا عارضی حل تلاش کرتا ہے۔
7۔ یہ ایک رہنمائی کا موضوع ہے نہ کہ قطعی مضمون۔

4.11 تعلیمی فلسفہ کا وسعت یا دائرہ کار((Scope of Educational Philosophy)

تعلیمی فلسفہ ایک سماجی عمل ہے جس کا تعلق پوری دنیا سے ہے۔ انسانی زندگی میں تعلیم کی اہمیت کو مختلف فلسفوں نے اپنے اپنے نظریہ کے مطابق تجویز کی ہے۔ تعلیم کے تصور، مقاصد، نصاب، طریقہ تدریس اور تدریسی فلسفہ ہمیشہ تعلیمی فلسفہ کے مرکز میں رہے ہیں۔ فلسفہ کے مختلف مکاتب فکر نے تعلیم کے مضمون کا معنی اور تصور کو اپنے اپنے انداز میں پیش کئے ہیں۔ اس لئے تعلیمی مقاصد کی حصولیابی کے ذرائع بھی الگ الگ ملتے ہیں۔ تقریباً تمام تعلیمی فلسفوں کے تعلیمی عمل میں طالب علم کو مرکز میں رکھا گیا ہے۔ تعلیمی فلسفہ میں ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کے لیے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔اس لئے اس میں اساتذہ اور طلبہ کے حقوق کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔یہی نہیں، تعلیم پر جو سماجی، مذہبی اور سیاسی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا بھی مطالعہ اس میں کیا جاتا ہے۔ فلسفی اور ماہرین تعلیم اپنے اپنے فلسفیانہ نظریے کے مطابق تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو تجویز کرتے ہیں۔ان کے مطابق ان اثرات کو ہدایت کرنے کے طریقوں پر غور کرتے ہیں۔ یہ طے کرنا فلسفیوں کا کام ہے کہ معاشرتی اور قومی ضروریات کی تکمیل کے لیے تعلیم کو کیا رخ دیا جائے۔

ہمیں یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ معاشرے کی تعلیم کا انحصار اس کے فلسفہ کے علاوہ اس کے فطری، سماجی، سیاسی اور معاشی ماحول پر بھی ہوتا ہے۔ تعلیم پر ان سب کے اثرات کا مطالعہ تعلیمی سماجیات بن جاتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ میں تعلیم کے مختلف فلسفیانہ افکار، تصور، مقاصد، نصاب، طریقہ تدریس، نظم و ضبط، استاد اور طالب علم پر فلسفیانہ اصول قائم کئے جاتے ہیں۔ اسکول کی تصور اور ضرورت پر بحث کی جاتی ہے۔ تعلیمی اقدار کی تشکیل اور ان کا تجزیہ کیا یا تا ہے۔ بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ فلسفہ صرف انسانی زندگی کا تجزیہ ہی نہیں پیش کرتا ہے بلکہ اس کے حتمی مقصد کا تعین بھی کرتا ہے اور اسی کی بنیاد پر تعلیم کے مقاصد کا تعین ہوتا ہے۔ان کے خیال میں نصاب کی تشکیل اور اس کے لیے تدریسی طریقوں کو تیار کرنا تعلیمی نفسیات کا شعبہ ہے۔اس نقطہ سے تعلیمی فلسفہ کا دائرہ کار صرف انسانی زندگی کے فلسفیانہ تجزیے تک محدود نہیں ہے بلکہ نفسیاتی پہلو بھی شامل ہے۔ یہ آپس میں مل کر تعلیم کے حوالے سے نصاب اور تدریسی طریقوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

تعلیمی فلسفہ کے مطالعہ میں فلسفہ اور نفسیات دونوں مضامین کو شامل کیا جاتا ہے۔ماہرین تعلیم کے لیے نفسیات اور فلسفہ کے ذریعے متعین تدریسی طریقوں کو موثر بنانا ایک دوسرے کی تکمیل کا مثال ہے۔یہ بات واضح ہے کہ تعلیمی فلسفہ کا دائرہ صرف تعلیم کے مقاصد کے تعین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان مقاصد کے حصول کے لیے موزوں نصاب کی تشکیل اور مناسب تدریسی طریقوں کی فراہمی بھی ہے۔

اور اس حصولیابی میں فلسفہ کے ساتھ ساتھ نفسیات کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔ ایک سچا فلسفی آدھے ادھورے مسئلے سے مطمئن نہیں ہوتا۔ جب کوئی فلسفی تعلیم یا اس کے مسائل پر غور کرتا ہے تو وہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس مسائل کا مکمل حل تلاش نہ کر لیا۔ وہ اساتذہ اور طلبہ کے لیے ضابطہ اخلاق تیار کرتا ہے اور اسکولوں کی شکل پر بھی غور کرتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ کا دائرہ تمام تعلیمی مسائل اور ان کے سماجی، نفسیاتی اور فلسفیانہ حل پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو تعلیمی فلسفہ کا دائرہ بہت ہی وسیع معلوم ہوتا ہے۔

4.12 تعلیمی فلسفہ اور تعلیم (Educational Philosophy and Education)

فلسفہ تعلیم اور تعلیمی مقاصد: تعلیمی فلسفہ کی وضاحت تعلیم کے مقاصد کو تعین کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کائنات میں انسانی زندگی کا مقصد اس کے مختلف فلسفیانہ نقطہ نظر سے طے ہوتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ انسانی زندگی کے مقاصد کے حصولیابی کا ایک ذریعہ ہے، اس لیے اس کے مقاصد انسانی زندگی سے ملتے جلتے ہیں۔ انسانی زندگی کے مقاصد کا تعین مختلف فلسفوں کے ذریعے مختلف انداز میں کیا گیا ہے۔ تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کر ہم تعلیمی مقاصد کو سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی فرد تعلیم کا مقاصد کے واضح معلومات کے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اسے لازمی طور پر فلسفہ تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیمی فلسفہ اور نصاب: مختلف فلسفیوں نے تعلیم کے مقاصد کے حصول کے لئے مختلف اصول طے کئے ہیں۔ تعلیمی فلسفہ کے مطالعہ سے اساتذہ تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مختلف نصاب سے روبرو ہوتے ہیں۔ اس سے اساتذہ کو نصاب کی تعمیر کے اصولوں کے بارے میں جاننے میں مدد ملتی ہے اور ان میں حسب ضرورت مناسب تبدیلیاں کرنے کے قابل بناتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تعلیمی مقاصد کے علم کے بغیر نصاب کی تدوین نہیں کیا جا سکتا۔ نصاب کے اصولوں کو سمجھے بغیر تعلیم کے مقاصد کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اساتذہ کو تعلیم کی صحیح راہ پر گامزن کرنے کے لیے نصاب کے اصولوں اور عوامل کو جاننا بے حد ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے ایک معلم کے لئے تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیمی فلسفہ اور طریقہ تدریس: تعلیمی فلسفہ کے مطالعہ سے ایک استاد کو مختلف تعلیمی فلسفیوں کے ذریعے بنائے گئے مختلف طریقے تدریسی کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ ساتھ ہی ان کے اطلاق کے بارے میں مختلف فلسفیوں اور ماہرین تعلیم کی منطقی نظریہ کو سمجھنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ اس کے مطالعے کی بنیاد پر، استاد اپنے نظریات اور موزوں مواد کے بنیاد پر تعلیم کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے طریقہ تدریس کا انتخاب کرتا ہے۔

تعلیمی فلسفہ اور نظم وضبط: تعلیمی فلسفہ، نظم وضبط سے متعلق مختلف نقطہ نظر بیان کرتا ہے۔ اس میں نظم وضبط کے متعلق مختلف فلسفوں اور ان کے تصورات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعے سے ایک استاد نظم وضبط کی حقیقت کو سمجھنے کے قابل بنتا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں اور طریقوں سے واقف ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تعلیمی میدان میں نظم وضبط ضرورت اور اہمیت نہایت ہی اہم ہے۔ لہٰذا، استاد کے لئے لازمی ہے تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کریں تا کہ نظم وضبط کی اہمیت اور اس کے حصولیابی کے طریقوں کو سمجھ سکیں۔

تعلیمی فلسفہ اور اساتذہ و طلباء: تعلیمی فلسفی میں اساتذہ اور طلباء کے درمیان اہم رشتہ ہوتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ استاد اور طلبا کے طرز عمل پر روشنی ڈالتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ میں استاد اور طلبا مرکزی کردار ہوتے ہیں۔ تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے اور مختلف نتائج پر پہنچنے کا عمل استاد اور طلبا کے درمیان چلتا رہتا ہے۔ اس کے مطالعے کی بنیاد پر اساتذہ اپنے فرائض کے ساتھ ساتھ طلبہ کے فرائض کا تعین بھی کرتے ہیں۔

تعلیمی فلسفہ اور اسکول: منصوبہ بند تعلیم کے عمل میں لانے کے لئے اسکولوں کی تصور اور افعال اہمیت کا حامل ہے۔ اسکولی نظام کیسا ہو اس سلسلے میں ماہرین تعلیم میں اختلاف ہے۔ تعلیمی فلسفہ کے ذریعہ اس بات کا علم ہوتا ہے کی اسکول میں کس طرح نظام قائم کیا جائے۔ نظم وضبط کیسا ہو اور معلمین کی کارگردگی کیسے بہتر ہو گی۔ اس انتظامیہ اپنے منطقی سوچ کے ذریعے بہتر نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ کے مطالعہ اور اس کی تعلیمی عدم موجودگی سے ایک استاد تعلیم کے مقاصد کے حصولیابی کے لیے اسکول کے نظام کو بہتر بنا سکتا ہے۔ اسکول کی شکل اور افعال کا تعین کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے اساتذہ کو لازمی طور پر تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیمی فلسفہ تعلیم کے مسائل: تعلیمی فلسفہ تعلیم کے مسائل کا فلسفیانہ حل ہے۔ فلسفہ کی غیر موجودگی میں ایک استاد تعلیمی مسائل کا حقیقی حل تلاش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک استاد تعلیم سے متعلق تمام مسائل کو بہتر طریقے سے سنبھال سکتا ہے۔ اس کے ذریعے معلم مختلف دانشوروں کے خیالات کو بھی تجزیہ کرتا ہے اور کامل حل تک پہنچنے کے لیے تجربے کی کسوٹی پر مختلف تصورات کو آزماتا ہے۔ جب تک ہم تعلیم کے تصورات، مقاصد، نصاب اور تدریسی طریقوں سے مکمل واقف نہیں رکھتے تب تک ہم اپنے تعلیمی مسائل کا حل نہیں تلاش کر سکتے اور نہ اس کی ترقی اور نشو و نما کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں دنیا ہمیشہ تبدیلی کے تابع رہتی ہے۔ اور یہ تبدیلی کبھی بہت تیز رفتاری سے ہوتی تو کبھی دھیمی رفتار سے۔ موجودہ دور میں سماجی، مذہبی، سیاسی اور معاشی حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ سائنسی ایجادات نے ہماری زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ وقت کے ساتھ تعلیم میں بھی کئی بدلاؤ آئے ہیں۔ اگر ہمیں ترقی کرنا ہے تو ہمیں ان بدلاؤں کے ساتھ چلنا لازمی ہے ورنہ آنے والے وقت میں ہم دنیا سے پیچھے چھوٹ جائیں گے۔ تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ ہی ان سوالوں کے جواب دیتا ہے کہ ہمیں کب، کتنا اور کیوں بدلنا ہے۔ یہ اس بات کو بھی متعین کرتا ہے کہ تبدیلی کس سمت میں تا کہ تعلیم کا مکمل فروغ ہو۔ ان سبھی باتوں کا جواب ہمیں وہی دے سکتا ہے جو تعلیمی فلسفہ سے واقفیت رکھتا ہو۔ لہٰذا ایک استاد کو لازمی طور پر تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اسے اپنے طریقے کار اور تجربات کو پرکھتے رہنا چاہیے اور نئے تجربات کا اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے تعلیمی فلسفہ کو تقویت ملتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. تعلیمی فلسفہ کس طرح تعلیم کے مسائل کا فلسفیانہ حل فراہم کرتا ہے؟
2. تعلیمی فلسفہ اور نصاب کے درمیان کیا تعلق ہے اور نصاب کی تیاری میں اس کی اہمیت کیا ہے؟
3. استاد کے لیے تعلیمی فلسفہ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے اور یہ اساتذہ و طلباء کے تعلق کو کیسے متاثر کرتا ہے؟

4.13 خلاصہ (Summary)

فلسفہ تعلیم زندگی کی ایک مستقل اور جامع تشریح فراہم کرتا ہے اور اس کے مقاصد کا تعین کرتا ہے تو تعلیمی فلسفہ تمام انسانی تجربے اور سرگرمی کی اہمیت کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہ زندگی کی بنیاد اور مقاصد کو تلاش کرتا ہے۔ فلسفہ تعلیم حقیقت کی نوعیت کے بارے میں ایک منطقی تحقیق ہے۔ فلسفہ تعلیم زندگی کے سب سے گہرے سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ زندگی اور اس کی بنیادی اقدار کو واضح کرتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو فلسفہ تعلیم اور تعلیمی فلسفہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

4.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد اب آپ

- فلسفہ تعلیم کے تعریف اور مفہوم سے واقف ہو گئے۔
- فلسفہ تعلیم کے خصوصیات اور اس کے نوعیت کو سمجھ گئے۔
- تعلیمی فلسفہ کے تعارف مفہوم سے واقف ہو گئے۔
- تعلیمی فلسفہ کے مقاصد، نوعیت اور وسعت سے آگاہ ہو گئے۔
- تعلیمی فلسفہ کا تعلیم سے رشتہ سمجھ گئے۔

4.15 فرہنگ (Glossary)

تابع۔ فرماں بردار

آشنا۔ باخبر

نویت۔ فطرت

آراء۔ رائے کی جمع

تشکیل۔ بنانا

گامزن۔ چلنا

تدوین۔ مرتب کرنا

4.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Question)

1۔ "تعلیم کا فلسفہ تعلیم کے مسائل کے مطالعہ میں فلسفہ کا استعمال ہے۔" کس نے کہا؟(**ہینڈرسن**/ڈیوی/کانٹ/فٹسے)

2۔ فلسفہ تعلیم ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔سائنس ہے؟(تجرباتی/**منطقی**/سائنسی/سماجی)

3۔ فلسفہ تعلیم کے کتنے افعال ہیں؟(دو/**چار**/چھ/پانچ)

4۔ ہندوستانی فلسفہ اور مغربی فلسفہ میں۔۔۔۔۔۔ہے۔(**فرق**/مماثلت/مقابلہ/مترادف)

5۔ فلسفہ تعلیم کا میدان بہت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔(محدود/**وسیع**/تنگ/فانی)

6۔ تعلیمی فلسفہ، فلسفہ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔(**شاخ**/شعبہ/سائنس/مضمون)

7۔ فلسفہ اور نفسیات ایک دوسرے سے۔۔۔۔۔۔۔۔ہوئے مضامین ہیں۔(الگ/ہٹے/**جڑے**/کٹے)

8۔ تجزیاتی فعل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا فعل ہے؟(تعلیمی فلسفہ/**فلسفہ تعلیم**/فلسفہ/تعلیم)

9۔ ایک مثالی معلم کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی جانکاری ہونی چاہیے۔(**فلسفہ**/ریاضی/تاریخ/ادب)

10۔ فلسفہ تعلیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے مقصد کو بتاتا ہے۔(انسان/طلبا/معلم/**تعلیم**)

Answer Key

	نمبر	درست جواب
	1	ہینڈرسن
	2	منطقی
	3	چار
	4	فرق
	5	وسیع
	6	شاخ
	7	جڑے
	8	فلسفہ تعلیم
	9	فلسفہ
	10	تعلیم

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Questions)

1۔ فلسفہ تعلیم کے مفہوم کو واضح کریں؟

2۔ تعلیمی فلسفہ کے تصور کو بتائے؟

3۔ تعلیمی فلسفہ کے اہمیت کو واضح کریں؟

4۔ فلسفہ تعلیم کے اہمیت کو بتائے؟

5۔ فلسفہ تعلیم کے ضرورت کو واضح کریں؟

6۔ تعلیمی فلسفہ کی ضرورت بتائے؟

7۔ تعلیمی فلسفہ میں نصاب کے مقاصد کو لکھیں؟

8۔ تعلیمی فلسفہ کے وسعت کو لکھیں؟

9۔ تعلیمی فلسفہ کی ضرورت لکھیں؟

10۔ فلسفہ تعلیم کی نوعیت کو بیان کریں۔؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1۔ تعلیمی فلسفہ کے مقاصد کو تفصیل سے لکھیں؟

2۔ تعلیمی فلسفہ کی ضرورت، افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالیں؟

3۔ فلسفہ تعلیم کی خصوصیات کو تفصلی سے لکھیں۔؟

4۔ فلسفہ تعلیم کا دائرہ کار کیا ہے۔؟ لکھیں۔

5۔ فلسفہ تعلیم کے افعال کو تفصیل سے لکھیں؟

4.17 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Material)

- شیکچھا کے سمانیہ سیدھانت-جی ایس ڈی تیاگی اور پی ڈی پاٹھک،2007،ونودپستک مندر، آگرہ
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاستریہ ادھار،2012،ایس پی روہیلا،اگروال پبلیکشن، آگرہ
- شیکچھا اور درشن، رام ناتھ شرما، راجندر کمار شرما
- ابھرتے ہوئے ہندوستانی سماج میں تعلیم۔ساجد جمال، عبدالرحیم
- شیکچھا کے دارشنک ایوم سماج شاشتریہ سدھانت، سوروپ وسکسینہ
- شیکچھا کے دارشنک پرشٹھ بھومی۔ڈاکٹر لکشمی لال

- ادیامان بھارتیہ سماج میں شیکچھا، ستیاپال روہیلا،
- ڈاکٹر بدرالاسلام، تعلیم کی اسلامی بنیادیں، 2019، وہائٹ ڈاٹ پبلشرز، نئی دہلی۔

- Philosophical Foundation of education, S.P. Ruhela/ R. K. Nayak, 2014, Agrwal Publication,Agra
- Philosophical Perspective of Educatiom, R.B. Lal/S. Palod, 2016, Vinay Rakheja, Meerut.
- Philosophical and Sociological Perspective of Education in Contemporary India, Bhavana Shukla, Agrwal Publication, Agra

اکائی 5۔
دور قدیم کی تعلیم: ویدک اور بدھ مت کے تعلیمی نظام

(Unit 5: Education during the Ancient Period: Vedic and Buddhist Education)*

5.0 تمہید(Introduction)

5.1 مقاصد(Objectives)

5.2 ویدک تعلیمی نظام(Vedic Education System)

5.3 بدھ تعلیمی نظام(Buddhist Education System)

5.4 ویدک اور بدھ دور کے تعلیمی مراکز(Educational Centers of Vedic and Buddhist Era)

5.5 خلاصہ(Summary)

5.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

5.7 فرہنگ(Glossary)

5.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

5.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(**Suggested** Reading **Materials**)

5.0 تمہید(Introduction)

ہندوستانی تہذیب اور ثقافت دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں اور ثقافتوں میں سے ایک ہے۔ چار ہندوستانی وید جس کا نام رگ وید، یجر وید، اتھر وید اور سام وید ہیں۔ ان چار ویدوں کو ہندوستان کے قدیم مذہبی کتابوں کے طور پر دیکھا اور مانا جاتا ہے۔ چاروں ویدیں، ویدک دور کے علم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاتا ہے۔ ویدوں میں سب سے قدیم وید "رگ وید" کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ویدک دور میں ایک منظم تعلیمی نظام نے ترقی کی جیسے ویدک نظام تعلیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ویدک دور کے بعد بدھ مذہب کا عروج ہو۔ اس نے بھی اپنا ایک تعلیمی نظام قائم کیا جس کے مقاصد ویدک تعلیم کے مقاصد سے ذرا مختلف تھے۔ اسے بدھ تعلیمی نظام کے نام سے جانا گیا۔

* Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

5.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ویدک دور کے تعلیم نظام سے آگاہ ہو جائیں۔
- ویدک دور کے تعلیمی نظام کے ڈھانچہ کو سمجھ جائیں۔
- بدھ تعلیمی نظام سے واقف ہو جائیں۔
- بدھ تعلیمی نظام کے مکمل ڈھانچے کو سمجھ جائیں۔

5.2 ویدک تعلیم نظام(Vedic Education System)

ویدک تعلیم۔ تعارف(Introduction)

ویدک دور میں تعلیم لفظ کا مطلب علم، سیکھنے، شائستگی اور نظم وضبط کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس دور میں عام طور پر تعلیم کا معنیٰ، خاندانوں میں ودیارامبھ سنسکار اور گروکلوں میں اپانائن سنسکار کے بعد مختلف مضامین میں بچوں کو دی جانے والی تعلیم، فن کی مہارت اور تربیت کو کہا جاتا تھا۔ شاگردوں کے گروکل کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد سماوارتن کی تقریب ہوتی تھی اور اس تقریب میں گرو، شاگردوں کو وسیع طور واعظ و نصیحت کرتے تھے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد انہیں خاندان، سماج اور انسانیت کی ذمہ داریاں طے کی جاتی تھیں۔ اس دور میں تعلیم کا آخری مقصد، موکچھا، یعنی نجات حاصل کرنا تھا۔

ویدک تعلیم کے مقاصد(Objectives of Vedic Education)

ویدک دور میں سماج چار ورنوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ چار ورنا، برہمن، چھتریہ، ویشوا اور شودرا تھے۔ ان میں شودرا کو چھوڑ باقی تین ورنا کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل تھا۔ شودرا کو کسی طرح کے کوئی سماجی، مذہبی اور سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے۔ اس دور تعلیم حاصل کرنے کے کئے مقاصد تھے۔ لیکن آخری مقصد خدا یا بھگوان کو راضی کر کے نجات حاصل کرنا اور جنت میں مقام حاصل کرنا تھا۔ اس کے علاوہ ذیل مقاصد تھے۔

مذہبیت اور روحانیت کا فروغ(Religious and Spiritual Development)

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ویدک دور میں انسانی زندگی کا آخری مقصد 'موکچھا' (نجات) حاصل کرنا تھا۔ اس نجات کے حصول کے لیے پہلی ضرورت ایک صحت مند جسم اور ایک پاکیزہ ذہن کی ضرورت تھی۔ تعلیم کا کام اس آخری اور بہترین مقصد میں انسان کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو پاک کرنا اور اسے 'موکچھا' (نجات) کے حتمی مقصد تک پہنچانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رشی، آشرموں اور گروکلوں میں شاگردوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کی حفاظت اور بہتری پر خصوصی زور دیا جاتا تھا اور انہیں مناسب خوراک اور طرز عمل سکھایا جاتا تھا۔

کردار سازی اور اخلاقیات کا فروغ(Character Building and Moral Development)

ویدک دور میں کردار سازی کا مطلب ایک شخص کو مذہبی طرز عمل میں تربیت دینا تھا۔ اس زمانے میں بچوں کی اخلاقی اور کردار سازی کے لیے انہیں شروع ہی سے مذہب اور اخلاقیات سکھائے جاتے تھے۔ اور انہیں برہمہ، حواس پر قابو اور ضبط نفس کی تربیت دی جاتی تھی۔ مذہبی اور اخلاقی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا اور یہ تعلیم تمام گروکلوں میں لازمی طور پر دی جاتی تھی۔ مذہب کے نام پر اس وقت ملک میں صرف ویدک مذہب ہی رائج تھا۔ سماج اخلاقیات مذہب کی بنیاد پر پروان چڑھی تھیں۔ اس لیے اس دور میں شاگردوں کو مناسب اخلاق سکھایا جاتا تھا اور ان کی کردار سازی کی جاتی تھی۔

شخصیت کی نشوونما(Personality Development)

ویدک دور میں شاگردوں کی جسمانی نشوونما کے لیے انھیں زبان، گرامر، زراعت، حیوانیات اور دیگر فن کی مہارتیں سکھائی جاتی تھیں۔ انہیں مختلف سماجی اور مذہبی سرگرمیوں کی تربیت دی جاتی تھی۔ روحانی ترقی کے لیے زبان، ادب، مذہب اور اخلاقیات کا علم دیا جاتا تھا۔ اس وقت کے گروکلوں کے قواعد وضوابط پر غور کرے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں شاگردوں کی جسمانی، ذہنی، سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور کردار سازی پر خصوصی طور توجہ دی جاتی تھی تاکہ ان کے مکمل شخصیت کا فروغ ہو سکے۔

شہری اور سماجی فرائض(Civic and Social Responsiobility)

ویدک دور میں تعلیم کا بنیادی مقصد سماجی اور قومی فرائض کی بیداری اور تکمیل تھا۔ اس وقت شاگردوں کو معاشرے اور قوم کے تیئں ان کے فرائض سے آگاہ کیا جاتا تھا اور ان کی پیروی کی تربیت دی جاتی تھی۔ گروکل تعلیم کی تکمیل پر سماوارتن کی تقریب ہوا کرتی تھی۔ اس تقریب میں گرو شاگردوں کو واعظ ونصیحت کرتے تھے۔ جس میں والدین کی خدمت، معاشرے کی خدمت اور خاندانی زندگی کے فرائض کی پابندی تھی۔ گرو، شاگردوں کو گرو قرض اور خدا قرض سے آزاد ہونے کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس عرصے کے دوران معاشرے اور قوم کے تیئں اپنا فرض ادا کرنے اور قومی ثقافت کے تحفظ اور ترقی پر خصوصی زور دیا جاتا تھا۔

قومی ورثے کا تحفظ اور فروغ(Preservation and Development of National Heritage)

ویدک دور میں تعلیم کی بنیاد ثقافت اور مذہب پر مبنی تھی۔ رہن سہن، کھانے پینے کی عادات و رسومات اور اقدار سبھی کی بنیاد مذہب پر تھی۔ اس لئے اس دور میں تعلیم کا ایک مقصد ثقافت کا تحفظ اور ترسیل بھی تھا۔ اس وقت گروکلوں کا کام کرنے کا پورا طریقہ مذہب اور ثقافت پر مبنی تھا۔ شاگردوں کو وید منتر، سندھیہ وندن اور آشرم کے مطابق کام کرنے کے طریقے سکھائے جاتے تھے۔ اس دور میں لوگ گرہستھ آشرم کے بعد وانپرستھ آشرم میں داخل ہوتے تھے اور جنگلوں میں رہتے ہوئے مطالعہ، غور و فکر اور نندھیاسن کرتے ہوئے نئے حقائق دریافت کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ سنیاس آشرم میں داخل ہوتے اور مراقبہ اور سمادھی کے ذریعے نجات حاصل کرتے تھے۔

ذریعہ معاش اور مہارتوں کی تعلیم(Livelihood and skills education)

ویدک دور میں شاگردوں کو ان کی استطاعت کے مطابق زراعت، حیوانات اور دیگر فنون و ہنر سکھائے جاتے تھے۔ ویدک دور میں کام پر مبنی ذات پات کا نظام تھا جو بعد میں پیدائش پر مبنی ذات پات کے نظام میں بدل گیا۔لوگوں کو ان کے ورنا کے مطابق کام سکھایا جاتا تھا۔اس میں برہمنوں کو رسومات اور مطالعہ کی تعلیم، چھتریہ کو حکمرانی اور جنگی ہنر اور ویشیوں کو کاشت کاری، زراعت اور تجارت کا فن سیکھایا جاتا تھا۔ان تینوں ذاتوں کے بچے میڈیکل سائنس میں تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔اس دور میں شودروں کو کسی قسم کی تعلیم حاصل کرنے کا حق نہیں تھا۔شودر صرف خدمت کا کام کرتے تھے اور اس کام کو سکھانے کے لیے گروکولیہ تعلیم کی ضرورت نہیں تھی۔انہیں یہ تعلیم اپنے خاندان میں حاصل کرنی ہوتی تھی۔

نصاب(Curriculum)

ویدک دور میں تعلیمی نصاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔پرائمری یا ابتدائی تعلیمی نصاب اور اعلیٰ تعلیمی نصاب۔

ابتدائی تعلیم کا نصاب

ویدک دور میں، زبان، گرامر، حساب کتاب، سماجی رویے اور مذہبی سرگرمیوں کی تربیت کو ابتدائی سطح کے نصاب میں جگہ دی گئی تھیں۔اس میں مزید اخلاقی کہانیاں شامل کی گئیں تھیں۔اعلیٰ تعلیم میں داخلہ کے لئے سنسکرت زبان اور اس کی گرامر شامل تھے۔

اعلیٰ تعلیم کا نصاب

اس دور میں سنسکرت زبان اور اس کی گرامر، مذہب اور اخلاقیات کو لازمی طور پر اعلیٰ سطح پر پڑھایا جاتا تھا۔اس کے علاوہ اسے روزانہ ورزش کرنا، گروکل کے انتظامات کرنا اور گرو کی خدمت کرنا بھی شامل تھا۔ویدک دور کے نصاب میں زبان، گرامر، ویدک ادب(چاروں وید، ویدنگا اور اپنشد)، ریاضی، زراعت، علم نجوم، طبی سائنس، فوجی تعلیم، زراعت، حیوانات، فن کی مہارت، سیاسیات، ارضیات اور حیوانیات کی مختلف عبارتوں کی تعلیم شامل کئے گئے تھے۔اس کے علاوہ بہت سے دوسرے مضامین جیسے تاریخ، پران، علم نجوم، فقہ، معاشیات، جانور پالنا، فن(موسیقی اور رقص)، مہارتیں(کاتنا، بنائی، رنگنے، لکڑی کا کام، دھات کا کام اور دستکاری) رسومات، دیوودیا، برہماودیا اور بھوت ودیا وغیرہ بھی نصاب میں شامل تھے۔طلباء اپنی دلچسپی کے مطابق ان مضامین میں سے کسی بھی مضمون کا مطالعہ کرنے کے لیے آزاد ہوتے تھے۔

طریقہ تدریس(Methods of Teaching)

ویدک دور میں تدریس عام طور پر زبانی ہوتی تھی۔چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے کہانی کا طریقہ اور اعلیٰ سطح کے طلبہ کے لیے منطق کا طریقہ تیار کیا گیا تھا۔اس دور کے گرو نفسیات کے ماہر ہوتے تھے۔وہ حسب ضرورت مختلف طریقے تدریس کو استعمال کرتے تھے۔اس وقت درمیان تدریس گرو(معلم) شاگردوں کے سامنے وید منتر پڑھتے تھے اور شاگرد ان کی نقل کرتے ہوئے بار بار دہراتے ہوئے اسے حفظ کر لیتے تھے۔اس کے علاوہ اور کئی دوسرے طریقے تدریس بھی رائج تھے جیسے تقریری، سوال جواب، سیمینار، تعلیمی تفریح، بیان، مظاہرہ، مشق اور بحث و مباحثہ کے ذریعے دی جاتی تھی۔اس وقت زبان کی تعلیم کے لیے تقلید کا طریقہ استعمال کیا جاتا تھا اور فنی مہارت کی

تعلیم کے لیے مظاہرہ اور مشق کے طریقے استعمال کیے جاتے تھے۔ اپنشدوں نے پڑھانے کا ایک بہت ہی موثر طریقہ تیار کیا گیا تھا جسے سننے اور مراقبہ کا طریقہ کہا جاتا تھا۔

سنسکرت ذریعہ تعلیم

ویدک دور میں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے میدان میں خالص سنسکرت زبان کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس دور میں خالص سنسکرت میں ہی تعلیم دی جاتی تھی۔ سنسکرت ایک معتبر زبان مانی جاتی تھی۔ اسے خدائی زبان کے طور پر بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ خاندانوں اور تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان بھی سنسکرت ہی تھی۔

نظم وضبط(Discipline)

ویدک دور میں نظم وضبط کا مطلب جسمانی اور روحانی پابندی تھا۔

جسمانی پابندی: نذر ماننا، میک اپ نہ کرنا، پرفیوم کا استعمال نہ کرنا، رقص و موسیقی سے لطف اندوز نہ ہونا، نشہ نہیں کرنا، جوا نہیں کھیلنا، گائے کو مارنا نہیں، جھوٹ نہیں بولنا تھا۔

روحانی ضبط: روح کی فطرت کو پہچاننا، سب میں اتحاد دیکھنا اور سب کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔ گروؤں کے احکامات اور گروکلوں کے قواعد کی پابندی نظم وضبط میں شامل تھی۔

جو شاگرد ان پر عمل نہیں کرتے تھے انہیں سزا دی جاتی تھی۔ لیکن جسمانی سزا صرف خاص حالات میں دی جاتی تھی۔ اس وقت منو گوتم اور وشنو شرمانہ صرف جسمانی سزا دینے کے حق میں تھے جبکہ یا جنوالکیا نے کچھ خاص حالات میں جسمانی سزا دینے کی بات کی۔

استاد(گرو)(Teacher)

ویدک دور میں صرف ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، مذہبی اور نیک شخص ہی گرو ہو سکتا تھا۔ انتہائی باشعور ہونے کے ساتھ ساتھ اسے انتہائی پرہیز گار بھی ہونا لازمی تھا۔ اس وقت معلم کا معاشرے میں اعلیٰ مقام تھا۔ وہ دیوتا کے طور پر قابل احترام تھے۔ اسے ودیاواسو (جس کی ذہانت دولت ہے)، ستیہ جنا (حقیقت جاننے والا) اور وشووید (سب علم) وغیرہ جیسی صفتوں سے خطاب کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے گروکلوں کے مکمل مالک اور تمام انتظامات کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ ان پر اپنے شاگردوں کے لیے رہائش، خوراک اور لباس کا انتظام، ان کی صحت کا خیال اور ان کی ہمہ گیر ترقی کی ذمہ داری ہوتی تھی۔

شاگرد(Student)

ویدک دور میں صرف ان بچوں کو گروکلوں میں داخلہ دیا جاتا تھا جو غیر شادی شدہ ہوتے تھے۔ غیر شادی شدہ شاگردوں کو برہمچاری کہا جاتا تھا۔ وہ پاکیزہ کھانا کھاتے تھے، سادہ لباس پہنتے تھے اور نشے سے دور رہتے تھے۔ شاگرد پڑھائی کے ساتھ ساتھ گروکلوں کے

کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔ گروکل کے اصولوں پر عمل کرنا اور گرو کی خدمت کرنا ان کا سب سے بڑے فرائض ہوتے تھے۔ ان کے روزمرہ کے معمول منظم اور باقاعدہ ہوتے تھے۔ تمام شاگرد گرو کے بیدار ہونے سے پہلے جاگتے اور تمام ضروریات سے فارغ ہو کر پوجا، ہون وغیرہ کرتے اور اس کے بعد مطالعہ کرتے تھے۔ شام کو کھانا کھانے کے بعد شاگرد اپنے گرو کی خدمت کرتے اور پھر سو جاتے تھے۔

گرو شاگرد کا رشتہ (Teacher Taught relationship)

ویدک دور میں گرو اور شاگردوں کے درمیان بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ گرو شاگردوں کو بیٹا کے طرح سمجھتے تھے اور شاگرد گرو کو والد جیسا احترام دیتے تھے۔ گروکلوں کا انتظام گرو اور شاگرد دونوں مشترکہ طور پر کرتے تھے۔ یہ انتظام کام کی تقسیم کے ذریعے بہت آسانی سے کیا جاتا تھا۔ استاد، شاگردوں کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتے تھے۔ یہاں گرووں کی اپنے شاگردوں کے تئیں اور شاگردوں کی اپنے گرووں کے تئیں ذمہ داریوں اور فرائض متعین تھے۔ گرو اپنے شاگردوں کے لیے مکمل طور پر ذمہ دار تھے۔ وہ اپنے شاگردوں کے شکوک کو دور کرتے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ شاگرد اپنے گرو کے لیے مکمل طور پر وقف ہوتے تھے۔ پوری عقیدت کے ساتھ گرو کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔

تعلیمی ادارے۔ گروکل (Educational Institute-Gurukul)

ویدک دور میں پرائمری تعلیم کا اہتمام خاندانوں میں ہوتا تھا اور اعلیٰ تعلیم کا اہتمام بنیادی طور پر گروکلوں میں کیا جاتا تھا۔ گروکل کسی دریا یا آبشار کے کنارے فطرت کی دلکش گود میں آبادی کے شور وغل سے دور قائم کئے جاتے تھے۔ یہاں طالب علموں کے لئے مفت کھانے و قیام کا انتظام ہوتا تھا۔ گروکل کی تعلیم بالکل مفت ہوتی تھی۔ گروکل میں تین ورنا کے بچوں کو مختلف عمر میں داخلہ دیا جاتا تھا۔ برہمن کے بچے 8 سال کی عمر میں، چھتریہ کے بچے 10 سال کی عمر میں اور ویشیا کے بچے کو 12 سال کی عمر میں داخلہ دیا جاتا تھا۔ داخلہ کے وقت تمام بچوں کے لیے 'اپنائن' کی تقریب کی جاتی تھی۔ 'اپنائن' کا مطلب ہے قریب لانا یعنی بچے کو گرو کے سامنے پیش کرنا۔ بچے کو برہمی لباس پہنا اسے گرو کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد دیوتا کی پوجا ویدک منتروں سے کی جاتی تھی اور بچے کو مقدس دھاگہ پہنایا جاتا تھا۔ بچے گروکل کے اصولوں اور نظم وضبط پر عمل کرنے کا وعدہ کرتے اور گرو، اسے گروکل کا شاگرد تسلیم کر لیتے تھے۔

ویدک دور میں آج کی طرح گروکلوں میں تدریسی کمرے دستیاب نہیں تھے۔ درختوں کے سائے میں کھلے میدانوں میں درس و تدریس کا کام ہوتا تھا۔ گروکلوں کا روزمرہ کا معمول بہت باقاعدہ اور سخت تھا۔ گرو اور شاگرد دونوں تڑکے اٹھتے تھے، شاگرد اپنے اپنے روزمرہ کے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد گرو کے ہدایات کے مطابق گروکل کے انتظامات میں لگ جاتے تھے۔ جیسے خیرات حاصل کرنے گاؤں میں جانا، جنگل سے لکڑیاں لانا، ندی سے پانی لانا وغیرہ وغیرہ۔ ناشتہ سے فرغ ہونے کے بعد درس و تدریس کا کام دوپہر تک چلتا تھا ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد استاد اور شاگرد دونوں آرام کرتے تھے۔ شام میں دوبارہ تدریسی کام شروع ہوتا۔ بھر شاگرد رات کے کھانا بنانے وغیرہ میں مصروف ہو جاتے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد شاگرد باری باری گرو کے پاؤں دباتے اور گرو کے سونے کے بعد خود سو جاتے تھے۔

امتحانات اور ڈگریاں(Examinations and degrees)

ویدک دور میں آج کی طرح امتحانات نہیں ہوتے تھے۔امتحان کا طریقہ زبانی تھا۔اس میں شاگرد سے زبانی طور پر سوالات پوچھ کر فیصلہ کیا یا تا تھا کہ شاگر د نے مکمل تعلیم حاصل کی ہے یا نہیں۔ شاگردوں کو علماء کی مجلس میں پیش کیا جاتا تھا۔ یہ علماء ان طلباء سے سوالات کرتے تھے اور جب مطمئن ہو جاتے تھے تو انہیں کامیاب قرار دیتے تھے۔ویدک دور میں کامیاب طلبہ کو کوئی رسمی سرٹیفکیٹ نہیں دی جاتی تھی۔ لیکن جب طلباء زبانی امتحان میں کامیاب ہو جاتا تھا تو اسے "اسناتک" کی عزاز سے نوازہ جاتا تھا۔

سماوارتن تقریب(Samavaratna ceremony)

ویدک دور میں شاگردوں کے گروکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سماورتن تقریب ہوتی تھی۔سماوارتن کا لغوی معنی گھر لوٹنا ہے۔ سماوارتن کی تقریب میں شاگردوں کو خاندانی زندگی کے فرائض، مساوی خدمت اور قوم کی خدمت کے فرائض ادا کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ انہیں نصیحت دی جاتی تھی کہ اپنے باپ دادا کا قرض ادا کریں اپنے گرو کا قرض اور اپنے خدا کا قرض ادا کریں۔اس تقریب میں گرو خطبہ دینے کے بعد اپنے شاگردوں کو گھریلو زندگی میں جانے کی اجازت دیتے تھے۔ آشیرواد کے رسم کے بعد انہیں گروکل سے گھر کے لیے رخصت کرتے تھے۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)

1. ویدک تعلیم کے مقاصد کیا تھے؟
2. ویدک دور میں نصاب اور تعلیم کا ڈھانچہ کیسا تھا؟
3. گرو اور شاگرد کے کردار اور تعلقات کیا تھے؟

5.3 بدھ تعلیمی نظام(Buddhist Education System)

بدھ تعلیم۔تعارف(Introduction)

ہندوستان میں ویدک دور کے بعد بدھ مت کا دور ابھرا۔ تاریخ میں جب بھی کوئی نظریہ اپنے انتہا کو عبور کو پار کرتا ہے تو دوسرا مخالف نظریہ جنم لیتا ہے۔ ہندوستان میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ویدک دور میں جب ذات پات کا سخت نظام اور رسومات حد سے زیادہ ہو گئیں تو اس کی مخالفت شروع ہو گئی۔ لیکن ان کے نظریات کے پیچھے کوئی ٹھوس فلسفہ نہیں تھا اس لیے ان کا اثر تیزی سے نہیں بڑھا۔ایسے میں 563 قبل مسیح میں مہاتما بدھ ہندوستان کی سرزمین پر پیدا ہوئے۔ اگرچہ وہ ایک شاہی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے پاس تمام آسائشیں تھیں لیکن وہ لوگوں کے دکھوں کو محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے ان تکالیف سے چھٹکارا پانے کے طریقے تلاش کرنے کے لیے تپسیا (عبادت) کی

اور رسم پر مبنی ویدک مذہب کی جگہ ہمدردی پر مبنی انسان دوست بدھ مت (مذہب) کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان میں اس مذہب کا اثر 500 قبل مسیح سے 1200 عیسوی تک رہا۔ مورخین اس دور کو بدھ مت کا دور کہتے ہیں۔

بدھ کا تعلیمی نظام کی بنیاد ویدک مذہب کے سخت ذات پات کے نظام اور رسومات کے بر خلاف مساوات، محبت اور ہمدردی پر تھی۔ ابتدا میں یہ بدھ مٹھوں اور وہاروں کو مہاتما بدھ کی تعلیمات کے مراکز کے طور پر تیار کئے گئے تھے۔ انہوں نے عوامی تعلیم کے انتظامات بھی شروع کر دیے۔ اس عرصے کے دوران بدھ راہبوں (بدھ مت کے مبلغین) نے ایک نیا تعلیمی نظام تیار کیا جسے بدھ نظام تعلیم کہا گیا۔

تعلیم کے مقاصد (Aims of Education)

بدھ مت کے دور میں تیار ہونے والے بدھ تعلیم کے نظام کے مقاصد اور نظریات بہت وسیع تھے۔ اگرچہ یہ عموماً ویدک نظام تعلیم کی طرح ہی تھے لیکن ان کی شکل کچھ مختلف تھی۔ ہم اسے ذیل کے نکات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

علم کی ترقی

مہاتما بدھ کے مطابق جہالت اس دنیا کے تمام دکھوں کی وجہ ہے۔ اس لیے انھوں نے 'نروان' کے حصول کے لیے حقیقی علم کی ترقی پر زور دیا۔ نروان بدھ مت کی تعلیم کا بنیادی مقصد تھا۔ ویدک دور میں ویدوں کے علم کو حقیقی علم سمجھا جاتا تھا لیکن بدھ مت اور فلسفہ میں چار سچائیاں ہیں۔ پہلا دنیا دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ دوسرا اس کے وجہ ہیں۔ تیسرا، ان دکھوں سے چھٹکارا ممکن ہے وہ ہے اپنے نفس پر قابو پانا۔ چوتھا، نجات حاصل کرنا یعنی 'نروان' حاصل کرنا۔ اور اس 'نروان' کو حاصل کرنے کے لیے تپسیا نہیں بلکہ انسانوں کی بھلائی کرنا ضروری ہے۔ 'نروان' حاصل کرنے کے لیے آٹھ راستے (صحیح نظر، صحیح قرارداد، صحیح عمل، صحیح تقریر، صحیح زندگی، صحیح ورزش، صحیح اسمرتی اور صحیح سمادھی) کی تربیت دی گئی۔

سماجی طرز عمل کی تعلیم

بدھ مت تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کا حامی تھا۔ اسی لیے ہمدردی اور مہربانی پر سب سے زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اس میں کہا گیا کہ بغیر ہمدردی کے ایک انسان دوسرے انسان کے نہ دکھ کو سمجھ سکتا اور نہ اس کے دکھوں کو دور کر سکتا۔ جب تک تمام انسان مل کر ایک دوسرے کے دکھوں کو دور نہیں کریں گے، تب تک دنیا سے دکھوں کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ غور سے سوچیں تو انسان کے دکھوں کی وجہ زیادہ تر خود انسان ہی ہیں۔ بدھ مت کی تعلیم کا ایک مقصد جذباتی عمل کی تعلیم بھی تھا۔

انسانی ثقافت کا تحفظ اور ترقی

بدھ مت کسی خاص نسل، ذات یا معاشرے سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ یہ انسانی ثقافت کے تحفظ اور ترقی کو فروغ دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بدھ مٹھوں اور وہاروں میں بدھ مت اور فلسفہ کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب، فلسفوں اور ثقافتوں کے مطالعہ کا بھی انتظام تھا۔ اس دور میں سینکڑوں علماء قدیم ادب کو محفوظ کرنے اور نئے ادب کی تخلیق کے کام میں مصروف رہے۔ وہ قدیم تحریروں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے تیار کرتے تھے اور ان کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرتے تھے۔ اس سارے ادب کے تحفظ کے لیے اس دور میں بہت بڑی لائبریریاں بنائی گئیں۔

کردار سازی

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بدھ مت خود پر قابو رکھنے، ہمدردی اور مہربانی کا مذہب ہے۔ بدھ مت کے ماننے والوں کے نقطہ نظر سے صرف وہی شخص بہتر ہے جس کا کردار اعلیٰ ہے۔ کردار سازی کے لیے مٹھوں اور وہاروں میں طلباء کو شروع سے ہی 10 اصولوں پر عمل کرایا جاتا تھا۔ انہیں بدھ مت کے مطابق زندگی گزارنے اور شائستگی سے برتاؤ کرنے کی تربیت دی جاتی تھی اور برے کاموں سے دور رکھا جاتا تھا
۔

فنون، ہنر اور پیشوں کی تعلیم

بدھ مت لوگوں کو دنیا سے نہیں بلکہ دنیا کے دکھوں سے بچنے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس لئے زندگی گزارنے کے لیے فنون، ہنر اور کاروبار کی تعلیم دی جاتی تھیں۔ اس دور میں زراعت،، مویشی پالن، حیوانات، فنون اور تجارت کے شعبوں میں کافی ترقی ہوئی تھی۔ بدھ مٹھوں اور وہاروں میں پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے مناسب انتظامات کیے گئے اور طلباء کی قابلیت و دلچسپی کے بنیاد پر پیشہ وارانہ تعلیم مہیا کرائی جاتی تھی۔

بدھ مت کی تبلیغ

بدھ مذہب میں تعلیم کا ایک مقصد بدھ مذہب کا تبلیغ بھی تھا۔ بدھ مت کے تبلیغ کے لئے بدھ وکھشوں کو ٹریننگ دی گئی اور انہیں مختلف خطوں میں بھیجا گیا۔ کچھ وکھشوں کو ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک جیسے شری لنکا، مالدیپ، تھائی لینڈ وغیرہ میں بھیجا گیا۔ اس کوشش سے بدھ مذہب کا پھیلاؤ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بہت تیزی سے ہوا۔

تعلیمی نظام کی انتظامیہ

بدھ راہبوں کے ذریعہ تیار کردہ بدھ مت کے تعلیمی نظام پر بدھ سنگھوں کا مکمل کنٹرول تھا۔ اس پر کسی فرد، امرا یا بادشاہ کا نہیں بلکہ سنگھ کا کنٹرول ہوتا تھا۔ بدھ مت کے دور میں تعلیمی اداروں کو ویدک دور کے مقابلے میں حکومت کی طرف سے بہت زیادہ امداد ملتی تھی۔ اس وقت کے بادشاہوں نے بدھ مٹھ اور وہاروں کے عمارتوں کی تعمیر کے لیے امداد فراہم کی۔ روزمرہ کے اخراجات کے لیے بادشاہوں نے گاؤں عطیہ کیے تھے۔ لیکن انتظامیہ میں بادشاہوں کا کسی بھی طرح کا مداخلت یا شمولیت نہیں تھی۔

تعلیمی نظام کی درجہ بندی

پرائمری تعلیم: بدھ مت کے تعلیمی نظام میں پرائمری تعلیم کا انتظام بدھ مٹھوں اور وہاروں میں کیا جاتا تھا۔ یہ 6 سال کی عمر سے 12 سال کی عمر تک جاری رہتا تھا۔ پرائمری تعلیم کا نظام سبھی کے لئے بالکل مفت تھا۔

اعلیٰ تعلیم: پرائمری تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم میں داخلے کے لیے داخلہ امتحان ہوتا تھا۔ اہل طلبہ کو اعلیٰ تعلیم میں داخلہ دیا جاتا تھا۔ یہ تعلیم عموماً 12 سال کی عمر میں شروع ہوتی تھی اور 20-25 سال کی عمر تک جاری رہتی تھی۔

راہب / بھکشو کی تعلیم: اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جو طلبا بدھ مت کی تبلیغ اور وسعت میں اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے تھے، انہیں اپسمپد اسنسکار کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد انہیں راہب کی تعلیم کے لئے داخلہ مل جاتا تھا۔ یہ تعلیم عموماً 8 سال کی ہوتی تھی۔ یہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ راہب بھکشو یا کہلاتے تھے۔ اس کے بعد یہ دین کی تعلیم و تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ وہ لوگ جو راہب تعلیم کے بعد بھی بدھ مت کے فلسفے میں خصوصی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی راہب تعلیم کے بعد مزید تعلیم جاری رکھ سکتے تھے۔

نصاب(Curriculum)

پرائمری سطح کا نصاب: بدھ مت کے تعلیمی نظام میں پرائمری تعلیم کی مدت 6 سال تھی۔ اس سطح پر سب سے پہلے پالی زبان کے 49 حروف کا علم 'سدھار ستھ' نامی کتاب کے ذریعے دی جاتی تھی۔ اس کے بعد زبان پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ پانچ علوم یعنی شبدہ ودیا، شلپا ودیا، چکتسا ودیا، ہیتو ودیا اور روحانی ودیا کی پڑھائی جاتی تھی۔ اس مرحلے پر بچوں کو بدھ مت کی عمومی تعلیمات سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ فنی ہنر کی عمومی تعلیم بھی شروع کی گئی۔

اعلیٰ سطح کا نصاب: بدھ مت کے تعلیمی نظام میں اعلیٰ تعلیم کی مدت عام طور پر 8 سال تھی۔ اس دوران طلباء کو پہلے گرامر، مذہب، علم نجوم، طبی سائنس اور فلسفہ کی عمومی معلومات دی جاتی تھیں اور اس کے بعد مخصوص تعلیم کا آغاز کیا جاتا تھا۔ خصوصی تعلیم کے نصاب میں پالی، پراکرت اور سنسکرت زبان و ادب اور ان زبانوں کی گرامر، فلکیات، فلکیات، فقہ، سیاسیات، معاشیات، فنون (پینٹنگ، مجسمہ سازی اور موسیقی)، کاتنا، بُنائی اور رنگنے وغیرہ بھی شامل تھے۔ کاروبار (زراعت، مویشی پالنا اور تجارت وغیرہ)، عمارت سازی، طبی سائنس، بدھ مت دینیات، منطق، فلسفہ اور علم نجوم ان تمام مضامین اور سرگرمیوں کو جگہ دی جاتی تھی۔

طریقہ تدریس(Methods of Teaching)

بدھ مت کے فلسفیوں کے مطابق سیکھنے کے کئے طریقے ہوتے ہیں۔ سبھی بچے جسم، دماغ اور شعور کے لحاظ سے برابر نہیں ہوتے اس لیے مختلف سطحوں کے بچوں کے لیے تدریس کے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے تھے۔ تدریس زیادہ تر زبانی شکل میں ہوتی تھی۔ لیکچر، سوال و جواب، دلائل، مباحثے اور کانفرنسیں، تقلید کا طریقہ، تشریح و توضیح، بحث اور منطق کے طریقے، مظاہرہ اور مشق کا طریقہ، خود مطالعہ کا طریقہ، سیر و تفریح کا طریقہ وغیرہ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ بدھ دور میں بولی جانے والی زبان پالی تھی۔ اس لئے پالی زبان کو تعلیم کا ذریعہ بنایا گیا۔

نظم وضبط(Discipline)

بدھ مت کے دور میں، گرو اور شاگرد دونوں کو بدھ مت کے احکامات پر سختی سے عمل کرنا پڑتا تھا۔ عام طلباء کو پروجیہ سنسکار کے وقت دیے گئے 10 اصول کو پابندی (عدم تشدد پر عمل کرنا، پاکیزہ اخلاق، سچ بولنا، صحت بخش کھانا کھانا، نشہ آور اشیاء کا استعمال نہ کرنا، تنقید نہ کرنا، زینت کا استعمال نہ کرنا، رقص اور موسیقی سے دور رہنا، غیر ملکی اشیاء کو قبول نہ کرنا اور قیمتی عطیات جیسے سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات وغیرہ سے دور رہنا) پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ ان کے علاوہ راہب کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو مزید 8 اصولوں پر عمل کرنا پڑتا تھا

۔(درخت کے نیچے رہنا، سادہ لباس پہننا، بھیک مانگ کر کھانا کھانا، گائے کے پیشاب کو دوا کے طور پر استعمال کرنا، برہمچاری کی پابندی کرنا، چوری نہ کرنا، تشدد سے دور رہنا اور مافوق الفطرت طاقتوں کا دعویٰ نہ کرنا)۔ اس وقت ان اصولوں پر عمل کرنا نظم وضبط کہلاتا تھا۔ بدھ کے زمانے میں، طلباء اور اساتذہ عام طور پر مہینے میں دوبار ایک جگہ جمع ہوتے تھے، خود کا جائزہ لیتے تھے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے تھے۔ اس سے انہیں خود نظم وضبط پیدا کرنے میں مدد ملتی تھی۔ گرو (استاد) شاگردوں کے طرز عمل پر نظر رکھتے تھے۔ اگر کوئی طالب علم اصول توڑتا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔ لیکن اس دور میں جسمانی سزا ممنوع تھی۔ بدھ سنگھ کے وقار کو پامال کرنے راہب / بھکشو (استاد) کی توہین کرنے اور شادی کرنے جیسے جرائم کرنے والے طلباء کو بدھ مٹھوں اور وہاروں سے نکال دیا گیا۔

معلم (اپاجھایہ، اپادھیائے)(Teacher)

بدھ مت کے دور میں، ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم دونوں ہی بدھ مٹھوں اور وہاروں میں فراہم کی جاتی تھیں۔ اس دور میں صرف بدھ بھکشو ہی درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جو بدھ بھکشو درس و تدریس کا کام کرتے تھے انہیں اپادھیائے کہا جاتا تھا۔ اپادھیائے بننے کے لیے پہلی شرط یہ تھی کہ اعلیٰ تعلیم کے بعد آٹھ سال تک بدھ مت میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی جائے، دوسری شرط بدھ مت کا پیروکار ہونا، تیسری شرط عمر بھر غیر شادی شدہ رہنا اور چوتھی شرط سختی سے پیروی کرنا تھی۔ بدھ مت کی انجمنوں کے قوانین اس وقت صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ، خود پر قابو پانے والے اور کردار کے حامل راہب ہی اپادھیائے بن سکتے تھے۔ بدھ بھکشو اپنے شاگردوں (شرمنوں) کے لیے رہائش اور کھانے کا انتظام کرتے تھے ان کے علم میں اضافہ کرتے تھے اور انہیں دنیاوی دکھوں سے نجات کا راستہ دکھاتے تھے۔

متعلم (شرمن، سمنر)(Learner)

بدھ مت کے دور میں طلباء کو شرمن یا سمنر کہا جاتا تھا۔ انہیں بدھ مٹھوں اور وہاروں میں رہنا ہوتا تھا۔ وہ وہی رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بدھ مٹھوں اور وہاروں کے اصولوں اور قائدے قانون پر سختی سے عمل کرنا ان کے لئے لازمی ہوتا تھا۔ درمیان تعلیم انہیں شادی کرنا منع تھا۔ گرو کے ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ بدھ وہار اور مٹھوں کے نظم وضبط کے مطابق اپنی زندگی گزارتے تھے۔

تعلیمی ادارے (بودھ مٹھ اور وہار)(Educational Institute)

بدھ کے تعلیمی نظام میں، ابتدائی اور اعلیٰ دونوں سطحوں کی تعلیم کا انتظام بدھ مٹھوں اور وہاروں میں کیا جاتا تھا۔ یہ مٹھیں اور وہاریں بنیادی طور پر مذہبی مراکز تھے اور انہیں بدھ مت کی انجمنیں چلاتی تھیں۔ ان میں تعلیم کے انتظامات ہوتے تھے اور یہی تعلیم کے اہم ادارے تھے۔

بدھ وہاروں اور مٹھوں کی حیثیت اور نوعیت

بدھ وہار بڑے شہروں کے قریب کھلی جگہوں پر بنائی جاتی تھیں۔ اکثر مٹھوں اور وہاروں کی عمارتیں بہت بڑی اور عظیم الشان تھیں۔ ان میں رہائشی تعلیم کا نظام تھا۔ گروؤں کے لیے گرونواس اور شاگردوں کے لیے ہاسٹل ہوتے تھے۔ درس و تدریس کے لیے بڑے بڑے کمرے، جلسہ گاہ اور لائبریریاں ہوتی تھی۔ بدھ کے دور میں کئی طرح کے تعلیمی اداروں کا ذکر ملتا ہے۔ کچھ بدھ مٹھوں اور وہاروں میں

صرف مذہبی تعلیم کا نظام تھے اور کچھ میں صرف مذہبی اور ابتدائی تعلیم دونوں کا انتظام ہوتا تھا اور کچھ میں مذہبی، ابتدائی اور اعلیٰ ہر قسم کی تعلیم کا نظام ہوتا تھا۔ کچھ وہار ایسے تھے جن میں صرف اعلیٰ تعلیم کا انتظام تھا۔ یہ اس وقت کی یونیورسٹیاں تھیں۔

طالب علموں کا داخلہ اور پروجیہ تقریب

تمام ذاتوں کے بچوں کو بدھ مٹھوں اور وہاروں میں داخلہ دیا گیا تھا، لیکن بیمار، معذور، نامرد، ڈاکو، ریاست اور ریاستی ملازمین کی طرف سے سزا پانے والے افراد کو داخلہ نہیں دیا گیا۔ پرائمری تعلیم میں داخلے کی عمر 6 سال تھی۔ داخلے کے وقت بچوں کی پروجیہ تقریب کی جاتی تھی۔ پروجیہ کا مطلب باہر جانا ہے۔ کیونکہ اس وقت بچے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر کسی بدھ وہار میں تعلیم کے لیے جاتے تھے۔ داخلے کے وقت کی جانے والی رسومات کو پروجیہ سنسکار کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے بچے کا سر منڈوایا گیا۔ پھر اس کے گھر کے کپڑے اتار کر پیلے رنگ کے کپڑے پہنائے گئے۔۔ اب اسے راہب (استاد) کے سامنے پیش کیا گیا جو بدھ وہار کا داخلہ افسر تھا۔ وہ راہب کے پیروں کو ماتھے سے چھوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے سامنے زمین پر ٹانگیں لگائے بیٹھا کرتے تھے۔ طالب علم اسے اونچی آواز میں درج ذیل تین قسمیں کہنے پر مجبور کیا۔ ان تینوں قسموں کو سارانترایا (سرانترای) کہا جاتا تھا۔ یہ تین قسمیں تھیں "بدھم شرنم گچھامی، دھمم شرنم گچھامی، سنگھا شرنم گچھامی" اس کے بعد گرو شاگرد کو دس تعلیمات دیتے تھے۔ اسے داس سکھا پڑائی کہا جاتا تھا۔ یہ دس تعلیمات تھیں۔

(1) عدم تشدد کی پابندی، (2) پاکیزہ اخلاق، (3) سچ بولنا، (4) صحت بخش کھانا، (5) نشہ آور اشیاء کا استعمال نہ کرنا، (6) دوسروں پر تنقید نہ کرنا، (7) نشیلی چیز سے دور رہنا (8) سنگار نہ کرنا (9) رقص و موسیقی وغیرہ سے دور رہنا (10) قیمتی چندہ قبول نہ کریں جیسے سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات وغیرہ۔ بچہ ان کی پرورش کی قسم کھاتا تھا اور اس کے بعد اسے کسی خانقاہ یا وہار میں داخلہ دیا جاتا تھا اور اب اسے شرمن یا سمنر کہا جاتا ہے۔

بدھ مٹھ اور وہار کا معمول و تدریسی کام

وہار میں گرو اور شاگرد دونوں نے بہت سخت اور باقاعدہ زندگی گزاری۔ بدھ مٹھوں اور وہاروں میں رہنے والوں کے لیے یہ لازمی تھا کہ وہ صبح سویرے اٹھیں، روزمرہ کے عبادات مثلاً دانت صاف کرنا اور نہانا وغیرہ کریں، باقی کام نظام کے مطابق کریں اور بقیہ وقت میں پڑھائی اور پڑھائی کریں۔ وقت پر مناسب رات کا آرام۔

امتحانات اور ڈگریاں ((Examination and Degrees)

بدھ دور میں آج کی طرح امتحانات نہیں ہوتے تھے۔ پرائمری سطح پر افسران مطمئن ہونے پر اساتذہ کو کامیاب قرار دیتے تھے۔ اس درجے میں پاس ہونے والے طلبہ کو کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا تھا۔ اعلیٰ سطح پر راہبوں (اساتذہ) کے ایک پینل نے طلبہ کا زبانی معائنہ کیا اور کامیاب طلبہ کو ڈگریاں دی گئیں۔

اپسمپدہ سنسکار یا تقریب (Apasampada Sanskara or Ceremony)

طالب علموں کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونے والے رسومات کو اپسمپدہ سنسکار کہا جاتا تھا۔ بدھ مت کے دور میں اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد، کچھ طالب علم (شرمان یا سمنر) گھریلو زندگی میں داخل ہوئے اور کچھ نے وکھشو (مذہبی استاد) کی تعلیم میں داخلہ لیتے تھے۔ داخلہ کے

لئے امتحان ہوتا تھا اور اس میں کامیاب ہونے والے طالب علموں کو بدھ مت کے دس منتوں کے علاوہ مزید آٹھ منتیں کا عہد لینی پڑتی تھیں۔ یہ تقریب دس راہبوں یا بھکشوؤں کی موجودگی میں ہوتی تھی۔ سب سے پہلے شرمن مذہبی لباس، ہاتھ میں کمنڈل اور کندھے پر چوغہ پہنتا تھا، پھر ان دس بھکشوؤں کے سامنے حاضر ہوتا، ان کو سجدہ کرتا اور اجازت ملنے پر ہاتھ جوڑ کر بیٹھ جاتا۔ ایک بھکشو شرمانا کا تعارف کرائے گا اور دوسرے راہب اس سے سوالات کریں گے۔ امتحان میں کامیاب ہونے والے شرمانا کو آٹھ عہد کرنے ہوتے تھے۔ (1) درخت کے نیچے رہنا (2) بھکاری کے بھیک کے پیالے سے کھانا کھانا (3) بھیک سے حاصل کردہ سادہ لباس پہننا (4) استعمال کرنا۔ صرف گائے کا پیشاب بطور دوا (5) چوری نہ کریں (6) قتل نہ کریں (7) جنسی تعلق نہ کریں اور (8) مافوق الفطرت طاقتوں کا دعویٰ نہ کرنا۔ ان منتیں لینے کے بعد، شرمانا کو بھکشو میں داخلہ مل جاتا تھا۔

5.4 ویدک اور بدھ دور کے تعلیمی مراکز (Education Centres of Vedic and Buddhist Era)

ویدک اور بدھ دور میں اعلیٰ تعلیم گروکلوں اور بدھ مٹھ اور وہاروں میں فراہم کی جاتی تھی۔ گروکل اور بدھ مٹھ اور وہار زیادہ تر لوگوں کے شور و غل سے دور فطرت کی حسین گود میں قائم کیے گئے تھے لیکن بعد کے دور میں خاص کر بدھ دور میں یہ بڑے شہروں اور زیارت گاہوں میں قائم ہونے لگے۔ بڑے شہروں میں تکششیلا، پاٹلی پترا، متھیلا، دھار، قنوج، کیکے، کلیانی، تنجور اور مالا کھنڈ اور زیارت گاہوں میں سے پریاگ، کاشی، ایودھیا، اجین، ناسک، کرناٹک اور کانچی اس وقت کے اہم تعلیمی مراکز تھے۔ ذیل میں ویدک اور بدھ کے مرکزی تعلیمی مراکز کی مختصر تفصیل پیش کی گئی ہے۔

تکششیلا۔ اس وقت شمالی ہندوستان کی گندھارا ریاست کا دارالحکومت تھا۔ یہ شہر اس وقت کے گندھارا بادشاہ بھرت نے اپنے دور میں بنایا تھا۔ اس شہر کا نام اپنے بیٹا تکشا کے نام پر آباد کیا تھا۔ بعد میں اس نے اسے اپنی سلطنت کا دارالخلافہ بنایا اور ملک کے مختلف حصوں سے علماء کو بھی مدعو کیا اور یہاں آباد ہوئے۔ اس نے ان کے لیے گاؤں عطیہ کیے اور انھیں تعلیم کے انتظام کی ذمہ داری سونپی۔ اس طرح یہ شہر اس وقت ریاست کی راجدھانی کے ساتھ ساتھ ایک تعلیمی شہر کے طور پر بھی تیار ہوا۔ یہاں سنسکرت زبان و ادب، گرامر، چار ویدوں اور مذہب و فلسفہ کے عظیم اسکالر رہتے تھے۔ ان میں کچھ سنسکرت زبان، ادب اور گرامر سکھانے کے لیے مشہور تھے تو کوئی وید پڑھانے کے لیے مشہور تھے اور کوئی مذہب اور فلسفہ سکھانے کے لیے مشہور تھے۔ بعض علماء طبی سائنس کے ماہر تھے۔ نتیجے کے طور پر، اس دور میں، تکشلا نے ویدک ادب، مذہب، فلسفہ اور طبی سائنس کی تعلیم کے مرکز کے طور پر ترقی کی۔ یہاں کرما (فنون، ہنر اور پیشے) کی تعلیم کا بھی اچھا نظام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت گندھارا ریاست ایک خوشحال ریاست تھی۔

نالندہ۔ یہ موجودہ بہار ریاست کے میں ہے۔ یہ اپنے دور میں بدھ مذہب کے تعلیم کے لئے عالمی طور پر مشہور تھا۔ اس کی تعمیر راجا اشوک نے کرائی تھی۔ اس کے بارے میں چینی مسافر 'ہینسانگ' نے اپنے کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہاں 300 کمرہ جماعت تھے۔ 8 جلسہ ہال تھے۔ 13 بڑے ہاسٹل کے علاوہ اور کئی عمارتیں تھیں۔ یہاں تقریباً 10000 طالب علم اور 1500 معلم درس و تدریس کے عمل میں شامل

تھے۔اس ادارے کو آس پاس کے 200 گاؤں مالی امداد دیتے تھے۔ اس کے علاوہ امرا اور بادشاہ بھی مالی امداد دیتے تھے۔ یہاں زبان، ادب، مذہب، ثقافت، فلسفہ، نجوم وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مشہور معاشیات اور سیاسی پنڈت 'چانکیا' اسی تعلیمی ادارہ کے طالب علم تھے۔

کیکے۔ساتویں صدی قبل مسیح تک یہ ویدک اور برہمنی تعلیم کا مرکزی مرکز رہا۔ کیکے اس وقت کے وسطی ہندوستان کی کیکے ریاست کا دارالحکومت تھا۔ اپنشد اس زمانے میں یہ تعلیم کا مرکزی مرکز تھا۔ یہاں سنسکرت زبان، گرامر، ادب، وید، مذہب اور فلسفہ کی تعلیم کا اچھا انتظام تھا۔ قدیم تحریروں میں یہ ذکر ہے کہ کیکیا بادشاہ اشواپتی خود ایک عظیم عالم تھے اور وہ علماء کا احترام کرتے تھے۔ اس نے اپنے دارالخلافہ میں بڑے بڑے ادارے قائم کیے تھے۔ آپ نے وقتاً فوقتاً دارالحکومت میں علمی کانفرنسیں بھی منعقد کیں۔ یہاں فنی مہارتوں، پیشوں اور فوجی تعلیم کا بھی بہترین نظام موجود تھا۔

متھیلا۔ متھیلا اس وقت کے وسطی ہندوستان کی متھیلا ریاست کا دارالحکومت تھا۔ اس طرح یوں تو یہ ویدک دور سے پہلے بھی تعلیم کا اہم مرکز رہا تھا۔ یہاں مذہب اور فلسفے کے علما کی کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں۔ لیکن اپنشد دور میں یہ ویدک تعلیم کے مرکزی مرکز کے طور پر تیار ہوا۔ اس شہر میں مذہب اور فلسفے کے بڑے بڑے عالم رہتے تھے۔ دور دور سے لوگ یہاں مذہب اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حریف ریاستوں کے لوگ بھی اس شہر میں مذہب اور فلسفے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے اور یہ تعلیم انہیں بلا تفریق دی جاتی تھی۔ بعد کے ویدک دور میں، فن کی مہارت اور فوجی تعلیم کے انتظامات بھی کیے گئے۔

پریاگ۔ ہندوستان کے مشرقی حصے میں واقع پریاگ (الہ آباد) شروع سے ہی سادھوں سنتوں کا مرکز رہا ہے۔ ویدک فن میں اس خطے کے گنگا کے کنارے کئی آشرم تھے۔ یہ آشرم مذہب اور فلسفہ کی تعلیم کے اہم مراکز تھے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء اپنے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لیے یہاں آتے تھے۔ یہ ایک زیارت اور مذہبی مقام تھا اس لیے یہ مذہب اور فلسفہ کی تعلیم کے مرکز کے طور پر تیار ہوا۔

کاشی (وارنسی)۔ ہندوستان کے مشرقی حصے میں واقع کاشی (وارنسی) شروع سے ہی باباؤں کا مسکن اور علما کے درمیان بحث کا مرکزی مرکز رہا ہے۔ یہاں گنگا کے کنارے کے علاقوں میں رشی کے بہت سے آشرم تھے۔ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ کاشی بادشاہ اجاتاشتر و اپنشدک علم (برہما ودیا) کا عالم تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں علماء کو یہاں مدعو کیا۔

ان کے علاوہ بھی کئے مشہور تعلیمی ادارے تھے جہاں معیاری تعلیم فراہم کی جاتی تھی۔ دینا بھر کے طالب علم یہاں تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ ان تعلیمی ارادوں میں ویکرم شیلا یونیورسٹی، ولبھی یونیورسٹی، متھلا یونیورسٹی، اودنت پوری یونیورسٹی وغیرہ بہت ہی مشہور تھے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. بدھ مت کے تعلیمی نظام کی بنیاد کن اصولوں پر رکھی گئی تھی؟
2. نروان حاصل کرنے کے لیے بدھ مت میں طلباء کو کس قسم کی تربیت دی جاتی تھی؟
3. بدھ مٹھ اور وہار میں کون کون سے شعبے کی تعلیم دی جاتی تھی؟

5.5 خلاصہ (Summary)

ویدک اور بدھ دور میں تعلیم پورے طور پر مذہب اور ثقافت پر مبنی تھا۔ اس زمانے میں نجات کا حصول انسانی زندگی کا آخری مقصد سمجھا جاتا تھا۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے مذہبی اور ثقافت تعلیم حاصل کرنا ضروری تھا۔ زبان، ادب، مذہب، فلسفہ اور اخلاقیات کا خصوصی تعلیم طور پر دی جاتی تھی۔ انسانی ضروریات کے لئے پیشہ ورانہ تعلیم بھی جاتی تھی۔ بچوں کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حق تھا۔ اس دور میں خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کے مساوی حقوق حاصل تھے لیکن بعد کے دور میں اس میں کمی نظر آتی ہے۔ ویدک اور بدھ کا دور تعلیمی لحاظ سے بہت ہی کامیاب اور اہم رہا ہے۔ اس دور کے تعلیمی نظام کی مقبولیت پورے دنیا میں تھی۔

5.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد اب آپ:

ویدک دور کے تعلیمی نظام سے واقفیت ہو گئی۔

- ویدک دور کے تعلیمی نظام کے ڈھانچہ کو سمجھ گئے۔
- بدھ تعلیمی نظام سے واقف ہو گئے۔
- بدھ تعلیمی نظام کے مکمل ڈھانچے کو سمجھ گئے۔

5.7 فرہنگ (Glossary)

چار وید۔ رگ وید، یجر وید وید، اتھر وو ید اور سام وید

ویدک سماج چار وڑنوں میں تقسیم تھا۔ برہمن، چھتریہ، ویشوا اور شودرا

بدھ سنگھ۔ بدھ دور کے مذہبی تنظیم جو کافی طاقتور ہوتے تھے۔

اپسمپدہ سنسکار۔ بدھ دور میں طالب علموں کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونے والے رسومات کو اپسمپدہ سنسکر کہا جاتا تھا۔

پروجیہ تقریب۔ بدھ مٹھوں اور وہاروں میں داخلہ وقت کئے جانے والے تقریب۔

اپانائن سنسکار۔ ویدک دور میں گروکل میں داخلہ وقت کئے جانے والے تقریب۔

5.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1۔سب سے قدیم وید کا نام ہے ؟(سام وید / **رگ وید** / یجر وید وید / اتھر و وید)

2۔قدیم ہندوستان میں علم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاتا تھا؟ (اپنشد / ویدانت / جاتق / **وید**)

3۔ویدک دور میں تعلیم کس زبان میں دی جاتی تھی ؟(ہندی / پالی / **سنسکرت** / فارسی)

4۔ویدک دور میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کو کیا کہا جاتا تھا؟ (اسکول / مٹھ / **گروکل** / آشرم)

5۔ویدک دور میں کون سا طریقے تدریس رائج نہیں تھا؟(**تختہ سیاہ** / سوال وجواب / بحث ومباحثہ / تقریری)

6۔مہاتما بدھ کس قبل مسیح میں پیدا ہوئے ؟(569 / 675 / 645 / **563**)

7۔بدھ مت میں دنیاوی دکھوں سے آزادی کیا کہلاتی ہے ؟ (**نروان** / موکچھ / آزادی / موت)

8۔بدھ مت میں طالب علموں کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونے والے رسومات کو کہا جاتا تھا؟ (سماپن / **اپسمپدہ** / نروان / پروجیہ)

9۔جو بدھ بھکشو درس و تدریس کا کام کرتے تھے انہیں کہا جاتا تھا؟ (ٹیچر / **اپادھیائے** / گرو / سادھو)

10۔بدھ مت کے دور میں طلباء کو کیا کہا جاتا تھا؟ (**شرمن** / بھکشو / متعلم / چیلہ)

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1۔ویدک دور کے تعلیم کے مقاصد کو لکھیں ؟

2۔ویدک دور کے طریقے تدریس کو واضح کریں ؟

3۔ویدک دور کے کسی دو تعلیمی اداروں کے بارے میں لکھیں ؟

4۔ویدک دور کے گروکل پر ایک نوٹ لکھیں ؟

5۔ویدک دور کے تعلیمی نصاب کے بارے میں لکھیں ؟

6۔بدھ کے تعلیمی مقاصد پر روشنی ڈالیں ؟

7۔بدھ تعلیمی نظام میں طریقے امتحان کے بارے میں لکھیں ؟

8۔بدھ دور کے معلم پر ایک مختصر نوٹ لکھیں ؟

9۔بدھ تعلیمی نظام میں طریقے امتحان کے بارے میں لکھیں ؟

10۔بدھ دور کے تعلیمی نصاب کے بارے میں لکھیں ؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1۔ویدک تعلیمی نظام پر ایک طویل نوٹ لکھیں ؟

2۔بدھ تعلیمی نظام پر ایک طویل نوٹ لکھیں؟

3۔ویدک تعلیمی نظام کے خصوصیات کو بیان کریں؟

4۔بدھ تعلیمی نظام کے خصوصیات کو بیان کریں؟

5۔قدیم ہندوستان کے تعلیمی نظام پر ایک نوٹ لکھیں؟

نوٹ۔معروضی سوالوں کے جواب بولڈ کیا ہوا ہے۔

5.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Materials)

- History,DevelopmentandProblemsofIndianEducation-Lal&sharma,2009,R.Lal,Merut.
- History of Education in India, R.N. Sharma, 2023, Atlantic Publisher.
- History of Education in India, Suresh C. Ghose, 2007, Rawat Publication.
- History of Education in India, Edit- S. Simlandy & R. Islam , 2022, Scriptor Publication.
- A History of Education in Ancient India, R. N. Mazumder, 2018, Forgotten Books.
- Education in Ancient India, A.S. Altekar, 2010, Gyan Books.
- Education in Ancient India, Mitali . chatterjee, 1999, D.K.Print world ltd.

اکائی 6
قرون وسطیٰ کی تعلیم

(Unit 6: Education during the Medieval Period)*

6.0 تمہید (Introduction)

6.1 مقاصد (Objectives)

6.2 قرون وسطیٰ (اسلامی) تعلیمی نظام۔ تعارف (Medieval Islamic Education System: Introduction)

6.3 مغلوں کے دور میں تعلیمی نظام (Education System During the Mughal Period)

6.4 قرون وسطیٰ (اسلامی) تعلیم کے مقاصد (Aims of Medieval Islamic Education)

6.5 قرون وسطیٰ اور مسلم تعلیم کی بنیادی خصوصیات (Key Features of Medieval and Islamic Education)

6.5.1 اسلامی تعلیم کا جدید ہندوستانی تعلیم پر اثرات (Impact of Islamic Education on Modern Indian Education)

6.6 قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم (Education of Women in Medieval India)

6.7 قرون وسطیٰ کے مشہور دانشوراں (Famous Scholars of Medieval Period)

6.8 خلاصہ (Summary)

6.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

6.10 فرہنگ (Glossary)

6.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

6.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Material)

* Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

6.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں قرون وسطی کا دور تقریباً دسویں صدی عیسوی سے اٹھارویں صدی کے وسط تک رہا ہے۔ اس دوران ہندوستان میں زیادہ تر حکمرانی مسلمانوں کا رہا۔ محمد بن قاسم 712 عیسوی میں ہندوستان آیا۔ یہ ہندوستان پر حملہ کرنے والا پہلا مسلم حملہ آور تھا۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے ہندوستان کے طرف رخ کیا۔ بعد کے مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں مستقل سلطنت قائم کی۔ ہندوستان میں مسلم حملے کے ساتھ عربوں اور ترکوں کے نئے رسم و رواج، ثقافت اور ادارے ملک میں متعارف ہوئے۔ ساتھ ہی انہوں نے ایک نیا نظام تعلیم قائم کیا جسے قرون وسطیٰ یا اسلامی طرز تعلیم یا مسلم تعلیم نظام کہا جاتا ہے۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ

- قرون وسطی کے تعلیمی نظام کو سمجھ جائیں گے۔
- قرون وسطی کے تعلیمی مقاصد سے آگاہ ہو جائیں گے۔
- اسلامی تعلیمی نظام سے واقف ہو جائیں گے۔
- ہندوستان میں اسلامی تعلیم کے اثرات کو سمجھ جائیں گے۔

6.2 قرون وسطیٰ (اسلامی) تعلیمی نظام۔ تعارف

(Medieval Islamic Education System-Introduction)

قرون وسطی کے دور میں بر صغیر ہند میں مسلم تعلیم کے تعارف کے بعد تعلیمی نظام میں ایک بنیادی تبدیلی آئی۔ ملک پر مختلف غیر ملکی حکمرانوں اور دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے متعدد حملہ وروں نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ صوفی اور تاجر کے ساتھ دیگرے لوگ بھی آئے۔ ان میں سے زیادہ تر یہیں بس گئے۔ یہ تاجر اور حملہ آور اپنے ساتھ اپنی ثقافتیں لے کر آئے تھے۔ بسنے کے بعد دھیرے دھیرے یہ لوگ یہاں کے لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے۔ ان کے ساتھ ان کی تہذیبیں اور ثقافتیں بھی یہاں کی تہذیب و ثقافت میں گھلنے ملنے لگی۔ قرون وسطی کے ہندوستان میں مذہب، سماج اور ثقافت کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی ایک نئے تناظر کا تجربہ کیا۔ مسلم دور (قرون وسطی) میں تعلیم کا مقصد علم کی روشنی اور توسیع تھا۔ گیارہویں صدی میں مسلمان حکمرانوں نے ابتدائی اور ثانوی اسکول قائم کیے۔ اس دور میں تعلیم نے ایک نئے پہلو کے ساتھ ترقی کی کیونکہ علم کے تمام شعبوں جیسے کہ الہیات، مذہب، فلسفہ، فنون لطیفہ، مصوری، فن تعمیر، ریاضی، طب اور فلکیات میں ہندوستانی اور اسلامی روایات کے درمیان بہترین تعامل تھا۔

تاہم ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی ویدک اور بدھ جیسے ترقی یافتہ نظام تعلیم رائج تھے۔ مسلم حکمرانوں نے ایک نئے تعلیمی نظام کی بنیاد ڈالی۔ یہ نئی تعلیمی نظام اسلامی تعلیمی نظام کے نام سے جانا گیا۔ اس نظام میں کئی مدارس اور لائبریریاں قائم کی گئی۔ پرائمری اسکولوں (مکتبوں) کی بنیاد رکھی گئی جس میں طلباء پڑھنا، لکھنا اور بنیادی اسلامی تعلیم سیکھتے تھے۔ اعلی درجے تعلیم اور زبان کی مہارتیں سکھانے کے لیے سیکنڈری اسکول (مدرسے) قائم کیے گئے۔ سلاطین اور امرا نے کئی مکاتب اور مدارس قائم کئے۔ ان مدارس کا بنیادی مقصد ایسے لوگوں کو تعلیم و تربیت دینا تھا جو سول سروس کے اہل ہو۔ 'التمش' پہلا حکمران تھا جس نے اپنے دور حکومت میں دہلی میں مدرسہ قائم کیا۔ رفتہ رفتہ بہت سے مدارس وجود میں آئے۔

قرون وسطیٰ میں اسلامی نظام تعلیم نے ویدک اور بدھ مت کے نظام تعلیم کی جگہ لے لی۔ اس کی وجہ یہ محسوس کی گئی کہ اسلامی انتظامیہ کی تعلیمی ضروریات بڑھ رہی ہے۔ دہلی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی اسلامی نظام تعلیم متعارف کرایا گیا۔ مذہب اسلام تعلیم کو بہت ہی اہمیت دیتا ہے۔ علم سکھانے، حاصل کرنے یا سیکھنے کے عمل کو عبادت سے جوڑا گیا۔ اسلام میں مذہب، تعلیم ہر دور میں فرد کی ترقی اور فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہی ہم اپنے مستقبل کو محفوظ بنانے اور ایک موثر زندگی گزارنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں نظام تعلیم کو بغداد کے عباسیوں کی تعلیم کے روایت کی طرز پر تشکیل دیا گیا۔ اسے قائم کرنے میں سمرقند، بخارا اور ایران جیسے ممالک سے تعلق رکھنے والے علماء نے ہندوستانی علماء کی رہنمائی کی۔ برصغیر عالم 'امیر خسرو' نے نثر اور شاعری لکھنے کی مہارت پیدا کی۔ بلکہ مقامی حالات کے مطابق ایک نئی زبان بھی تشکیل دی جیسے ہندوی زبان کہا گیا جو بعد میں ترقی کر اردو زبان کہلائی۔ کچھ معاصر علماء، جیسے منہاج السراج، ضیاء الدین برنی اور عفیف نے ہندوستانی تعلیم کے بارے میں لکھا ہے۔ اس دور میں بہت سے مضامین متعارف کروائے گئے جن میں منطق، ریاضی، جیومیٹری، تاریخ، جغرافیہ، اکاؤنٹنسی، پبلک ایڈمنسٹریشن، ادب، سائنس اور فلکیات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ نظام تعلیم میں مختلف حکمت عملی اور طریقے بھی متعارف کروائے گئے، جن میں پڑھنا، لکھنا، بحث کرنا، منطقی استدلال، تحقیق اور تجربات شامل تھے۔ مسلم علماء عمومی تعلیم میں اسلامی تعلیم کا ہونا لازمی قرار دیے تھے۔

جو لوگ پڑھے لکھے اور صاحب علم تھے ان کی ملک بھر میں عزت اور احترام کیا جاتا تھا۔ جیسے وکیل، جج، اساتذہ، محقق، ماہر تعلیم، فوج کے کمانڈر اور وزراء وغیرہ۔ مسلم نظام تعلیم نے ایسی حکمت عملیوں اور نقطہ نظر کو نافذ کرنا شروع کیا جسے ہندوؤں نے بھی اختیار کر لیا۔ اسلامی تعلیم کے بنیادی مقصد طلباء کو اپنی زندگی کو کامیاب بنانا اور چیلنجوں اور مسائل سے نمٹنے کے لیے مناسب طریقے اختیار کرنا تھا۔ اسلامی نظام تعلیم کی بنیادی خصوصیات یہ تھی کہ یہ روح کے اعتبار سے روایتی اور مواد کے اعتبار سے مذہبی تھی۔ نصاب کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ روایتی (منقولات) اور عقلی (معقولات) علوم۔ روایتی علوم کے تحت جو مضامین متعارف کرائے گئے ان میں قانون، تاریخ اور ادب شامل تھے۔ منطق، فلسفہ، طب، ریاضی اور فلکیات عقلی علوم کے تحت آئے۔ روایتی علوم کے مقابلے بعد کے مرحلے میں عقلی علوم پر زیادہ زور دیا گیا۔ 'التمش' کے دور میں جو کہ 1211-1236 تھا سے لے کر 'سکندر لودھی' کے دور 1489-1517 تک تعلیم پر روایتی مضامین کا غلبہ تھا۔ نظام تعلیم میں تبدیلی کا تجربہ اس وقت شروع ہوا جب نصاب کے نظام میں منطق اور فلسفہ متعارف ہونے لگا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں تعلیم کا ایک ترقی یافتہ نظام تھا۔ لیکن قرون وسطی کے ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے تعلیمی اداروں کی بنیاد کے ساتھ نئی تعلیمی نظام کو قائم کیے۔ انہوں نے پرائمری اسکول (مکتب) کی بنیاد رکھی جس میں طلباء پڑھنا، لکھنا، اور اسلام کی بنیادی تعلیم دی جاتی تھی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسوں کا قیام کیا گیا۔ کئی مدارس سلطانوں، رئیسوں اور ان کی بااثر خواتین نے قائم کیے۔ ان مدارس کا بنیادی مقصد طلبا کو ایسا تعلیم اور تربیت دینا جس سے وہ حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز ہو کر اپنے فرائض کو انجام دے سکیں۔ التمش پہلا حکمران تھا جس نے قرون وسطیٰ کے دور حکومت میں دہلی میں مدرسہ قائم کیا۔ پھر رفتہ رفتہ کئی مدارس وجود میں آئے۔

قرون وسطیٰ میں اسلامی نظام تعلیم پر عالموں کا کنٹرول تھا۔ عرب اور وسطی ایشیائی لوگ قرون وسطیٰ اور ابتدائی جدید دونوں ادوار میں ہندوستان میں اسلامی تعلیمی کا ماڈل لائے۔ ان دنوں تعلیم کا تعلق مذہبی تعلیم و تربیت سے تھا۔ تاہم اسلامیات کے علاوہ مختلف مضامین جیسے طب، عربی ادب، گرامر اور فلسفہ بھی پڑھائی جاتی تھی۔ خواتین کی تعلیم کا رواج تھا۔ امیر گھرانوں کی مسلمان لڑکیاں گھر پر تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ فارسی اس دور کی درباری زبان تھی اس لئے اشرافیہ کے لڑکے ادب، تاریخ، اخلاقیات، قانون، انتظامیہ سیکھنے کے لیے فارسی اسکولوں میں جا سکتے تھے۔ غور سے دیکھا جائے تو قرون وسطی کے ہندوستان میں اسلامی تعلیم کی ترقی اور فروغ زیادہ تر مغلوں کے دور (1526) کے آغاز سے لے کر (1857) میں مغلوں کی سیاسی موجودگی کے خاتمے تک پروان چڑھی۔

6.3 مغلوں کے دور میں تعلیمی نظام (Education System During the Mughal Period)

قدیم نظام تعلیم میں جو تبدیلیاں آئی وہ معاشرتی حوالوں کے وجہ سے آئیں۔ قرون وسطی کے ہندوستان میں نظام تعلیم بنیادی طور پر اسلامی اور مغل نظام پر مرکوز تھا۔ اس دور میں عظیم مغل بادشاہ علم دوست اور تعلیم کو فروغ دینے کے جذبہ رکھتے تھے۔ نئی سماجی حقیقتیں، خاص طور پر تعلیم کی جمہوریت، علمی معاشرے کے ظہور اور عالمگیریت کے درمیان تعامل نے تمام معاشروں کے تعلیمی عمل پر بڑا اثر ڈالا۔ مغل دور میں تعلیم کا بنیادی مقصد علم کی وسعت اور اسلام کی ترویج تھا۔ اسلامی تعلیم کے اصولوں اور سماجی روایات کو پھیلانا تھا۔ لوگوں کو مذہبی سوچ کا حامل بنانا تھا۔۔ ظہیر الدین بابر کی 'تزکِ بابری' (شاہی ریکارڈ) کے مطابق اس کے زمانے میں عربی و فارسی مضامین کی تعلیم ریاست کا فرض تھا۔ تعلیم کا ایک اور سب سے بڑا سرپرست جلال الدین اکبر تھا جس نے 1556 سے 1605 تک دہلی پر حکومت کی۔ اس نے اپنے دور میں مسلم تعلیم کے مقصد میں بہت مدد کی۔ انہوں نے آگرہ، فتح پور سیکری، گجرات اور ہندوستان کے دیگر صوبوں میں مدرسہ ،اسکول اور کالج قائم کرنے کی پہل کی۔ اس نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے لیے تعلیمی ادارے قائم کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ایک ریاستی محکمہ قائم کیا۔ ان کے دور میں تعلیم کو ہر فرد کا بنیادی حق سمجھا جاتا تھا۔ مغلیہ دور میں سبھی خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کی سہولت مہیا نہیں تھی۔

مغل بادشاہوں نے تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کیا اور اس کی سرپرستی کی۔ اس وقت عوام میں تعلیم کو پھیلانے کے لئے بہت سارے مکتب اور مدارس قائم کئے گئے۔ اس دوران تعلیم ریاست کا موضوع نہیں تھا پھر بھی مغل بادشاہ اکبر نے تعلیم کے فروغ کے لیے مالی امداد

فراہم کی۔ اکبر کے زمانے میں ابتدائی تعلیم مکتبوں اور مسجدوں میں دی جاتی تھی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے گئے۔ اکبر نے سائنسی اور سیکولر نظام تعلیم کو متعارف کرایا جسے قدامت پسندوں نے پسند نہیں کیا۔ اکبر نے تعلیم کا نظام اس انداز میں کیا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ پیشہ ورانہ افراد پیدا کیے جا سکے جیسے ڈاکٹر، وکیل، محقق، ماہرین تعلیم، اساتذہ وغیرہ۔ تعلیم کی فراہمی کے سلسلے میں مکتبوں اور مساجد کا کام حکمرانوں، دولت مندوں اور مخیر حضرات کے عطیات پر منحصر تھا۔ اس دور میں فارسی زبان و ادب کا بول بالا تھا۔ مکتبوں اور مسجدوں میں بھی عربی و فارسی پڑھائی جاتی تھی۔ عام خواتین عموماً تعلیم حاصل کرنے سے محروم تھی۔ مغل حکمرانوں کے دور میں شاہی اور امیر خاندانوں سے تعلق رکھنے والی خواتین علم و ادب میں دلچسپی رکھتی تھیں اور وہ گھر پر ہی پردے میں تعلیم حاصل کرتی تھی۔

6.4 قرون وسطیٰ تعلیم کے مقاصد (Aims of Medieval Period)

تعلیم کا بنیادی مقصد اسلامی مذہب اور ثقافت کی ترویج کرنا تھا۔ قرون وسطیٰ میں تقریباً تمام مسلم حکمرانوں نے اسلامی مذہب اور ثقافت کی ترویج و اشاعت پر بہت زور دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مکتب ہوں یا مدارس، سب میں دین اسلام اور ثقافت کی تعلیم لازمی دی گئی۔ مسلمانوں کی تعلیم کا بنیادی مقصد یہی تھا۔ قرون وسطیٰ میں تمام مکتبوں اور مدارس میں ہندوستانی زبانوں، ادب، مذہب اور فلسفے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اعلیٰ سطح پر عصری تعلیم اسلامی نظام کے مطابق اور طبی تعلیم یونانی نظام کے مطابق دی جاتی تھی۔ اپنے دور میں اکبر نے کچھ مدرسوں میں ہندوستانی زبان، ادب، مذہب اور فلسفہ پڑھایا۔ تعلیم کے ڈھانچے میں شہنشاہ کی طرف سے نظام سازی کی کوشش کی گئی۔ اس طرح غور کیا جائے تو اسلامی تعلیم کے ذیل مقاصد دکھائی دیتے ہیں۔

اسلامی ثقافت اور مذہب کی تبلیغ۔ تعلیم کا اہم مقصد اسلامی تہذیب و ثقافت ترقی اور فروغ تھا۔ ہندوستان میں اس وقت سناتن اور بدھ مذہب رائج تھے۔

کردار سازی۔ اسلام میں فرد کے کردار کو بہت ہی اہمیت دی گئی ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد ایک اچھا انسان بنانا ہے۔ ایک اچھا انسان بننے کے لیے اچھا کردار کا ہونا لازمی ہے۔ اس لئے اس وقت مکتب و مدارس کے تعلیم میں بچوں کے کردار سازی پر بہت زور دیا جاتا تھا۔

اسلامی زندگی کے لیے قابل بنانا۔ اسلامی تعلیم کا مقصد لوگوں کو اسلامی طرز زندگی سکھانا ہوتا تھا۔

سماجی زندگی کا فروغ۔ اسلامی تعلیم کا ایک مقصد سماجی زندگی کا شعور پیدا کرنا بھی تھا۔ فرد کو اس کے سماجی ذمہ داریوں کا احساس کرایا جاتا تھا۔ تا کہ وہ سماج کا بھلا کر سکے۔

پیشہ وارانہ تعلیم کا فروغ۔ طالب علموں کو پیشہ وارانہ تعلیم مہیا کرا نہیں روزگار دینے کے ساتھ ساتھ حکومتی کام میں بھی استعمال کرنا تھا۔ اس طرح کے تعلیم کے ذریعے سماج میں ڈاکٹر، سائنس داں بنائی، بڑھئی، مٹی کے برتن بنانا، رنگ کاری، فن پارے، دستکاری، دھاتوں سے کام کرنا، قیمتی پتھروں، ملبوسات کی تیاری، زیورات وغیر تیار کرنے والے پیدا کرنا تھا۔

انتظامیہ چلانے کے لیے فرد کی تیاری۔ اسلامی تعلیمی نظام کا انتظامیہ مدارس چلانے والے اساتذہ ہی کرتے تھے۔ اس لئے اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ طالب علموں کو مستقبل کے لئے انتظامیہ کی تعلیم و تربیت دے۔ جس تعلیم کو نمایاں سمجھا جاتا تھا وہ عملی تعلیم تھی۔

نصاب۔ اسلامی تعلیمی نظام کے نصاب میں حروف تہجی کی تعلیم اور قرآن کی تلاوت تقریباً لازمی تھے۔ طالب علم کو قرآن کا کچھ حصہ حفظ کرایا جاتا تھا جو بچوں کو مذہبی افعال کی انجام دہی کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ عربی اور فارسی زبانیں سیکھنا لازمی ہوتی تھی۔ فوجی تربیت، فن پارے اور دستکاری موضوعات کی تعلیم انتہائی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم کا انتظام تھا جن میں ریشم کی بنائی، بڑھئی، مٹی کے برتن بنانا، رنگ کاری، فن پارے، دستکاری، دھاتوں سے کام کرنا، قیمتی پتھروں، ملبوسات کی تیاری، زیورات وغیرہ شامل ہیں۔ مغل بادشاہوں نے آرٹ ورکس اور دستکاری میں گہری دلچسپی لی۔ مغل پینٹنگز موجودہ دور میں بھی مشہور ہیں۔ ہندوستان کے عمدہ کپڑے، شالیں، پینٹ شدہ سامان اور سونے اور چاندی کے زیورات جیسے پیشہ ورانہ تعلیم بھی نصاب میں شامل تھے۔ مغل بادشاہ ہمایوں نے دہلی کے مدرسوں میں ریاضی، فلکیات اور جغرافیہ کا مطالعہ متعارف کرایا۔ اکاونٹنسی، پبلک ایڈمنسٹریشن اور جیومیٹری جیسے مضامین کو شہنشاہ اکبر نے شامل کیا اور اس نے اپنے محل کے قریب ایک ورکشاپ کا آغاز کیا۔

زبان۔ فارسی زبان کا استعمال ذریعہ تعلیم کے طور پر ہوتی تھی۔ دینی تعلیم کے لیے عربی زبان و ادب کا مطالعہ مسلمانوں کے لیے لازمی تھا۔ صرف قران کی تعلیم عربی میں دی جاتی تھی اس کے علاوہ دیگر سارے مضمون کی تعلیم فارسی زبان میں دی جاتی تھی۔ اس لئے زیادہ تر ہندوستانی فارسی سیکھتے تھے۔ بڑے پیمانے پر کتب کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمے کیے گئے حالانکہ بعد میں امیر خسرو کے ذریعے ایک نئ زبان جیسے ہندوی جو بعد میں اردو کہلائی میں بھی دی جانے لگی تھی۔ لیکن بنیادی طور پر دیکھا جائے تو فارسی کا ہی بول بالا تھا۔ فارسی اس وقت کی درباری اور معیاری زبان مانی جاتی تھی۔

زبان فارسی اور ہندوی ترکوں اور ہندوستانیوں کے درمیان طویل مدتی رابطے سے متعارف ہوئی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ قرون وسطیٰ میں مسلم حکمرانوں کے تعاون سے قائم ہونے والے تمام مکاتب اور مدارس میں ذریعہ تعلیم عربی، فارسی اور غیر ملکی زبانیں تھیں۔ اس لیے تمام بچوں کو یہ زبانیں شروع سے ہی سیکھنی پڑتی تھیں۔۔ یہ ہندوستانی زبان بولنے والے ہندوؤں کے لیے ایک اضافی بوجھ تھا۔ اس وقت یہ زبانیں سیکھنا مشکل سمجھا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں اس ملک کی اکثریت اس تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکی۔ صرف چند ہندو جو حکمرانی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے نے یہ تعلیم حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کو ہندوستانی عوام میں خاص کر ہندوؤں میں قابل رسائی نہیں بنایا جاسکا۔

تعلیمی ادارے۔ قرون وسطیٰ کے دور میں اسلامی تعلیم کے کئی مراکز تھے۔ جیسے مسجد، خانقاہ، مکتب اور مدارس۔ ان میں سب سے اہم تعلیمی ادارے مکاتب رمدارس تھے۔

مسجد۔ بنیادی طور پر مسجد عبادت کا گھر ہوتا ہے لیکن قرون وسطیٰ میں اسے بنیادی تعلیم فراہم کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ صبح میں مسجدوں میں بنیادی عربی و فارسی زبانیں سیکھائی جاتی تھی۔

خانقاہ۔ قرون وسطیٰ میں بیرونی ممالک سے بہت سارے صوفی ہندوستان آئے تھے۔ ان صوفی حضرات کے ذریعے خانقاہ قائم کئے ۔ ان خانقاہوں میں دینی تعلیم فراہم کرنے کے انتظامات کئے جاتے تھے۔ یہاں بنیادی اور اعلیٰ دونوں تعلیم دی جاتی تھی۔

مکتب۔ ابتدائی تعلیم فراہم کرنے والے اداروں کو مکتب کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ان مکتبوں میں بچوں کو ابتدائی / پرائمری تعلیم دی جاتی تھیں۔ یہ علماء کی رہنمائی میں چلائے جاتے تھے۔ یہاں طلباء کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ پڑھنا، لکھنا اور ریاضی بھی سکھایا جاتا تھا۔ یہاں طلبا کو

بنیادی خواندگی کی مہارتوں کے علاوہ دینی تعلیم کے حوالے سے بھی معلومات فراہم کی جاتی تھی۔۔مکتب عام طور پر عوامی عطیات سے چلائے جاتے تھے۔ تمام طالب علموں کو لازمی طور پر دین و اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مدارس۔ مکتب میں تعلیم کی تکمیل کے بعد افراد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدارس میں چلے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے دور میں مدارس اعلیٰ تعلیم کے مراکز تھے۔ مدارس کی دیکھ بھال اس کے منتظمین کرتے تھے۔ یہ منتظمین مدارس کے معلم ہی ہوتے تھے۔ مدرسوں کے مالی امداد امراء اور حکمرانوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ اس وقت مختلف طرح کے مدارس درس و تدریس کے کام انجام دے رہے تھے جیسے مساجد سے وابستہ مدارس، مقبروں سے وابستہ مدارس، انفرادی علماء اور صوفی خانقاہوں سے وابستہ مدارس وغیرہ۔ اس وقت کے مشہور مدرسوں میں دہلی میں مغز، ناصری اور فیروزی مدرسے۔ بیدر میں محمد گاواں کا مدرسہ اور فتح پور سیکری میں ابو الفضل کا مدرسہ بہت مشہور تھے۔ مدرسہ میں دینی تعلیم کے علاوہ افراد کو عملی طور پر تیار کرنے کے لیے دیگر شعبوں کے حوالے سے تربیت دی جاتی تھی۔ تمام طالب علموں کو لازمی طور پر دین اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مغل بادشاہ اکبر نے کئی مدارس میں ہندو مذہب اور فلسفہ کی تعلیم بھی اجازت دی۔ مدارس میں جو مضامین متعارف کرائے گئے ان میں طب، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، معاشیات، سیاسیات، فلسفہ، علم نجوم اور قانون کہ بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرون وسطیٰ کے مسلم تعلیمی نظام میں پرائمری اور اعلیٰ دونوں سطحوں پر تعلیم مفت تھی۔ یہی نہیں مدارس کے ہاسٹلوں میں رہنے والے طلبہ کو رہائش اور کھانے کی مفت سہولت بھی فراہم کی گئی۔ مستحق بچوں کو مالی امداد (اسکالرشپ) بھی اسی دور میں شروع ہوئی۔

داخلہ۔ بچے کے 4 سال کے ہونے کے بعد اسے مکتب میں بنیادی تعلیم کے لئے داخلہ دی جاتی تھی۔ داخلہ کے وقت بسم اللہ کی رسم ادا کی جاتی تھی۔ اس میں بچے کو غسل کرا کر اسے نئے کپڑے پہنا کر مولوی صاحب (استاد) کے پاس بٹھایا جاتا تھا۔ مولوی صاحب قران کی آیت کی تلاوت کرا کر اسے مکتب کے اصولوں اور نظم وضبط کو بتاتے ہوئے، اس کے رسمی تعلیم کی شروعات کراتے تھے۔ داخلہ مفت ہوتا تھا۔ بنیادی تعلیم ختم ہونے کے بعد طالب علم اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخلہ لیتا تھا۔

طریقہ تدریس۔ مکتبوں میں بنیادی طور پر درس و تدریس زبانی اور تفویض کردہ سبق کو حفظ کر کرایا جاتا تھا۔ کتابوں کے ذریعے پڑھانے اور طلبہ کو حفظ کرانا جیسے روایتی طریقہ رائج تھا۔ پرنٹنگ پریس نہ ہونے کی وجہ سے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اور اس کام کے لیے خصوصی افراد کو لگایا جاتا تھا۔ شہنشاہ اکبر نے تحریر کی حوصلہ افزائی کی اور رسم الخط میں اصلاحات لانے کی کوشش کی۔ طلباء کی تعلیم کا آغاز حروف تہجی کے علم کے حصول اور پھر جملے بنانا سکھایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ، سوال وجواب۔ تقریری مقابلہ، بحث ومباحثہ، تحریری مقابلہ، سمینار، مشاہدہ وغیرہ سبھی روایتی طریقے کار استعمال کئے جاتے تھے۔ اسلامی تعلیم میں بنیادی طور پر حفظ کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔

معلم۔ اس دور کے اساتذہ جید عالم ہوتے تھے ۔ وہ اپنے مضمون اور اسلامیات کے بڑے اسکالر ہوتے تھے۔ درس و تدریس کام پری ایمانداری اور دیانت داری سے کرتے تھے۔ اس وقت درس و تدریس کا کام دینی خدمات اور معتبر کام مانا جاتا تھا۔ سماج میں اساتذہ کی کافی عزت و احترام کے نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ بہت پرہیز گار اور متقی سمجھے جاتے تھے۔ یہ مانا جاتا تھا کہ اساتذہ ہی ایک تعلیم یافتہ سماج، ایک منظم نظام تعلیم اور اسکالرز پیدا کر سکتے ہیں۔ استاد کا مرتبہ سماج میں سب سے زیادہ تھا۔ یہاں تک کے بادشاہ بھی انہیں دربار میں عزت و احترام کرتے تھے اور انہیں اعلیٰ مقام عطا کرتے تھے۔

اساتذہ اور طلباء کے تعلق۔ اساتذہ اور طلباء کے درمیان تعلقات کو شائستگی، مہربانی اور ملنساری کی خصوصیات کے ذریعے پہچانا جاتا تھا۔ اساتذہ کا حکم ماننا ہر طالب علم کے لئے لازمی ہوتا تھا۔ طلباء استاد کے فیصلوں کی اطاعت کرتے تھے۔ معلم بھی طالب علموں کو اپنے اولاد کی طرح دیکھ بھال کرتے تھے۔ معلم کسی کے ساتھ تعصب یا، نابرابری نہیں کرتے تھے۔ کلاس کے اندر طلباء کی تعداد محدود ہوتی تھی جس کے وجہ سے اساتذہ طلباء پر انفرادی توجہ دیتے تھے۔ اساتذہ طلباء کے ساتھ حسن سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ اساتذہ اور طلباء ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور انضمام رکھتے تھے۔

نظم وضبط۔ نظام تعلیم میں اصولوں اور نظم وضبط کی پیروی پر زور دیا جاتا تھا اور اسے انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ طلبا کو تعلیمی اداروں کے اندر مناسب طرز عمل کی عکاسی کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تعلیمی اداروں کے ممبران، اساتذہ اور طلباء سبھی پر نظم وضبط کے پابند لازمی تھی۔ قواعد وضوابط کی پابندی نہیں کرنے والے طلبا کو سزا دی جاتی تھی اور سزا کافی سخت ہوتی تھی۔ تعلیمی اداروں میں طلبہ اور اساتذہ کا مقصد اصول وضوابط پر عمل کرنا اور نظم وضبط برقرار رکھنا تھا۔ طلبا کو اساتذہ کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کرنا لازمی ہوتا تھا۔

امتحان۔ طلباء کو کسی بھی طرح کا سالانہ یا ششماہی امتحان دینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ اسلامی تعلیمی نظام میں کسی ایک مضمون، فن، ہنر یا پیشے میں مہارت حاصل کرنے کی روایت رائج تھی۔ اس کے ساتھ ہی مختلف شعبوں میں خصوصی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو مختلف ڈگریاں دینے کا آغاز بھی کیا گیا۔ دین اسلام میں خصوصی صلاحیتوں کے حامل افراد کو عالم کے القابات، عربی یا فارسی ادب میں خصوصی صلاحیتوں کے حامل افراد کو قابل اور منطق وفلسفہ میں خصوصی صلاحیتوں کے حامل افراد کو فاضل کے القابات سے نوازا گیا۔ آج بھی جدید نظام تعلیم میں کئی اقسام کی ڈگریاں اسی ترتیب سے دی جاتی ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)

1. قرون وسطیٰ میں اسلامی نظام تعلیم کی خصوصیات اور قبل از اسلامی نظام سے فرق بیان کریں۔
2. قرون وسطیٰ میں تعلیم کے مقاصد کیا تھے اور یہ معاشرت اور پیشہ وارانہ زندگی پر کیسے اثر ڈالے؟
3. مکتب، مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کی ساخت اور اساتذہ و طلباء کا کردار بیان کریں۔

6.5 قرونِ وسطیٰ تعلیم کی بنیادی خصوصیات (Key Features of Medieval Education)

حکمرانوں کی سرپرستی اور تعاون۔ حکمرانوں نے تعلیم کے وسعت میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے تعلیمی ادارے قائم کئے یا کرنے میں مالی تعاون دیا۔ تعلیمی اداروں کو چلانے کے لئے مالی وسائل مختص کئے گئے۔ دولت مند افراد نے بھی مالی تعاون اور امداد فراہم کی جو تعلیم کے

وسعت میں کافی مددگار ہوئے۔ ریاست کی طرف سے تعلیم کی حفاظت کی گئی۔ ریاست کی یہ ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ وہ تعلیم کے انتظامات کرے۔ ہندوستان میں یہ کام قرون وسطیٰ کے مسلمان بادشاہوں نے کیا۔ انہوں نے اس ملک میں بہت سے مکاتب، مدارس اور کتب خانے بنائے اور انہیں کھلے دل سے مالی امداد فراہم کی۔ اعلیٰ معیار کے مدارس کو بہتر طریقے سے چلانے کے لئے بڑی بڑی جاگیریں قائم کی گئی۔ مدارس میں قابل اساتذہ کی تقرری کی گئی۔ قرون وسطیٰ کی اسلامی تعلیم کی سب سے بڑی خصوصیت تھی کہ تعلیم کو حکمرانوں /ریاست کی سرپرستی حاصل تھی۔ آج ہم تعلیم کی فراہمی کو ریاست کی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

ریاستی کنٹرول کی عدم موجودگی۔ تعلیمی اداروں کے انتظامیہ اور کام میں ریاست یا حکمراں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تھا۔ حکمرانوں نے نہ کسی اختیار کا دعویٰ کیا اور نہ ہی تعلیمی اداروں کے انتظام وانصرام میں حصہ لیا۔ تعلیمی اداروں کا مکمل نظام اس ادارے کے معلمین اور منتظمین پر ہوتا تھا۔ اداروں کے روزمرہ کے کام کاج میں کسی طرح کا کوئی باہری دخل نہیں ہوتا تھا۔

مذہب کی اہمیت۔ اسلامی تعلیمی نظام میں مذہبی تعلیم کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ اہداف، مقاصد، مواد اور دیگر پہلو جو نظام تعلیم میں شامل ہیں، ان کی بنیاد مذہب پر تھی۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مذہب کی اہمیت کو پہچان کر افراد اور برادری کی فلاح وبہبود کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

پیشہ ورانہ تعلیم کی اہمیت۔ پیشہ ورانہ تعلیم کی اہمیت کو بڑی حد تک تسلیم کیا گیا۔ افراد کے پاس یہ نقطہ نظر تھا کہ وہ پیشہ ورانہ تعلیم کے حصول کے ذریعے اپنے حالات زندگی کو بہتر بنائے۔ اس وجہ سے انہوں نے دستکاری، آرٹ ورکس وغیرہ کی تیاری میں دلچسپی اور مہارت حاصل کرتے تھے۔

مفت تعلیم کا نظام۔ قرون وسطیٰ میں اسلامی نظام تعلیم کے مکتبوں اور مدارس میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ یہی نہیں مدارس کے ہاسٹلوں میں رہنے والے طلبہ کے لیے مفت رہائش اور کھانے کا انتظام تھا۔ یہ تمام اخراجات ریاست (حکمران) اور سماج (عوام بالخصوص امیر طبقہ) دونوں نے برداشت کیا۔ اعلیٰ معیار کے مدارس کے ساتھ بڑی بڑی جاگیریں منسلک تھیں۔

وظائف کا آغاز۔ قرون وسطیٰ کے دور میں مسلم تعلیمی نظام میں اسلام، ادب، مذہب، فلسفہ اور خواتین میں خصوصی صلاحیتوں کے حامل طلبہ کو ان کے علم وفن کی مہارتوں میں مسلسل اضافہ کرنے کے لیے خصوصی اعانتیں دی جاتی تھیں۔ یہ جدید اسکالرشپ کا آغاز تھا اور یہ میرٹ پر ہوتا تھا۔

پرائمری اور اعلیٰ تعلیم کے مختلف نظام۔ تعلیم کی شروعات خاندانوں میں ہوتی تھی۔ ویدک اور بدھ میں ان دونوں قسم کی تعلیم کا نظام گروکل اور بدھ مٹھوں میں ہوتا تھا۔ قرون وسطیٰ میں اسلامی نظام تعلیم میں ابتدائی تعلیم کا انتظام مکتبوں میں ہوتا تھا اور اعلیٰ تعلیم کا انتظام مدارس میں ہوتا تھا۔ یہ مختلف سطحوں کی تعلیم کے لیے مختلف اسکولوں کے نظام کا آغاز تھا۔

علم کی ترقی پر زور۔ محمد ﷺ علم کو بہت اہم سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے اسلامی تعلیمی نظام میں اسلامی مذہب اور ثقافت کی ترقی کے ساتھ تعلیمی ترقی پر زور دیا گیا۔ آج ہندوستان میں طبعی علم کی ترقی اور ملک کی جدید کاری پر خصوصی زور دیا جارہا ہے۔ یہ راستہ ہمیں اسلامی تعلیمی نظام نے دکھایا۔ قرون وسطیٰ میں مسلمان بادشاہوں نے تعلیم کی ترقی میں خصوصی دلچسپی لی اور انہوں نے بہت سے مکتب اور مدارس بنائے۔ یہ بھی درست ہے کہ اس نے ان تعلیمی اداروں کو بھرپور مالی امداد دی

ادبی تخلیق کی ترغیب۔ مسلم بادشاہوں نے اپنے دور میں ادبی تخلیق کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے ادبی میلان رکھنے والے طلباء کو نوازا، انہیں مالی امداد فراہم کی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ آج ہم بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اس کی وسیع ترین شکل میں لیتے ہیں اور انہیں کسی بھی شعبے میں تخلیقی کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

تاریخ نویسی کی تعلیم۔ مسلمان بادشاہ خود پرستار تھے۔ انہوں نے اپنے آباؤاجداد اور اپنے کام کو تفصیل سے بیان کیا اور یہ سب کچھ اسکول کے نصاب میں شامل کیا۔ اس کے ساتھ اس نے اس کام کو احسن طریقے سے کرنے کے لیے مدارس میں تعلیم کا انتظام بھی کیا اور اس طرح ہندوستان میں تاریخ کی ترتیب وار تحریر کا آغاز ہوا۔ یہ اس دور کی تعلیم کی ایک نئی خصوصیت تھی۔

اعلیٰ تعلیم کا اچھا نظام۔ قرون وسطیٰ میں مسلمان بادشاہوں نے مختلف قسم کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مختلف مدارس بنائے اور ان میں اعلیٰ معیار کی لائبریریوں اور قابل اساتذہ کا انتظام کیا۔ چنانچہ اس دور میں اعلیٰ تعلیم کا ایک بہترین نظام قائم ہوا۔ اس وقت اعلیٰ عہدوں پر اعلیٰ تعلیم کے حامل افراد کا تقرر کیا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اعلیٰ تعلیم نے ترقی کی۔

اسلامی تعلیمی نظام کے خامیاں

حفظ پر زیادہ زور۔ قرون وسطیٰ میں قرآن شریف کی آیات کو مکتبوں میں شروع سے ہی حفظ کیا جاتا تھا۔ اور اسلامی تعلیمات اور قوانین کو حفظ کیا جاتا تھا۔ بچوں کی نصف سے زیادہ توانائی یہ سب کچھ یاد کرنے میں صرف ہوئی۔ یہ اس وقت کے مسلم نظام تعلیم کی ایک بڑی خامی تھی۔ آج کا زور حفظ پر نہیں بلکہ سمجھنے پر ہے۔

جابرانہ نظم وضبط۔ قرون وسطیٰ میں اساتذہ اپنے طور پر آمر تھے۔ وہ طلباء کو چھوٹے چھوٹے جرائم پر سخت سزائیں دیتے تھے۔ اساتذہ کے خوف سے طلبہ دہشت میں رہتے تھے۔ غالباً اسی خوف کی وجہ سے انہوں نے اس کا احترام کیا اور اس کے حکم پر عمل کیا۔ آج کے علماء اسے جابرانہ نظم وضبط کہتے ہیں اور اسے بدترین قسم کا نظم وضبط سمجھتے ہیں۔ ماہرین نفسیات سزا کے خوف سے قائم شدہ نظام کو نظم وضبط نہیں سمجھتے۔ اس کے نقطہ نظر سے نظم وضبط خود طلبا میں اندرونی ہونی چاہیے۔

اجتماعی تعلیم کی غفلت۔ قرون وسطیٰ کی مسلم تعلیم مکمل طور پر غیر ملکی تھی، اس کے مقاصد غیر ملکی تھے، اس کا نصاب غیر ملکی تھا اور اس کا ذریعہ غیر ملکی زبانیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت اس تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکی، صرف حکمرانی میں اعلیٰ عہدوں کے خواہشمند ہندوؤں نے یہ تعلیم حاصل کی۔ ویسے بھی اس دور کے کسی بادشاہ نے یہاں کے عام لوگوں کی تعلیم کے بارے میں نہیں سوچا۔ اس طرح اس تعلیمی نظام میں اجتماعی تعلیم کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

خواتین کی تعلیم کو نظر انداز کرنا۔ قرون وسطیٰ میں لڑکیوں کو مکتب میں داخلہ دیا جاتا تھا لیکن مدارس میں نہیں۔ یہاں تک کہ بہت کم لوگوں نے اپنی بیٹیوں کو مکتبوں میں بھیجا۔ یہ تعلیم ہندوؤں کے لیے سازگار نہیں تھی اور مسلمانوں میں پردے کا رواج تھا۔ ہاں حکمرانوں اور اعلیٰ طبقے کے کچھ لوگوں نے اپنی بیٹیوں کی تعلیم کا انتظام ذاتی طور پر اپنے گھروں میں کیا تھا۔ اس طرح اس دور میں خواتین کی تعلیم کے میدان میں تنزلی ہوئی۔

6.5.1 اسلامی تعلیم کا جدید ہندوستانی تعلیم پر اثرات

قرون وسطیٰ کے دور میں ہندوستان پر غیر ملکی مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس دور میں ایک نیا تعلیمی نظام منظر عام پر آیا جسے مسلم یا اسلامی نظام تعلیم کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مسلم یا اسلامی مذہب اور ثقافت پر مبنی تھا اس لئے اسے مسلمانوں کا تعلیم نظام یا اسلامی تعلیم نظام کہا گیا۔ مسلم تعلیم نے جدید ہندوستانی تعلیم کو براہ راست اور بالواسطہ دونوں صورتوں میں متاثر کیا ہے۔ درحقیقت آج بھی ملک بھر میں اسلام کے تعلیمی مراکز چل رہے ہیں، مکتب مدارس چل رہے ہیں، عربی، فارسی اور قرآنی مدارس چل رہے ہیں اور ان کی شکل، ساخت وہی ہے جو قرون وسطیٰ میں تھی۔ بالواسطہ طور پر ہم نے اپنے ہندوستانی قومی تعلیمی نظام میں اس کے فوائد کو اپنایا ہے۔ خاص کر پیشہ ورانہ تعلیم کو خصوصی طور پر اپنایا گیا۔ ریاست اور معاشرے کا تعاون، مفت تعلیم کا نظام، مستحق و غریب طلبہ کے لیے وظائف کا نظام اور تمام علم و سائنس کی اعلیٰ تعلیم کا نظام قرون وسطیٰ کے اسلامی تعلیمی نظام کی دین ہے۔ ہمارے جدید نظام تعلیم کی ترقی میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا بھی حصہ دکھائی دیتا ہے۔ آج ہندوستان میں جو اسلامی تعلیم کے مراکز نظر آتے ہیں وہ سب اسی نظام تعلیم کی عنایت ہے۔ آج جو بھی مکاتب اور مدارس نظر آتے ہیں وہ بھی اسی نظام تعلیم کی باقیات ہیں۔ ہندوستان بہت سارے مدرسے دینی تعلیمی مراکز اپنے دینی تعلیم کے لئے دنیا میں مشہور و مقبول ہیں۔ ہندوستان اور بیرون ملک سے اسلام کے پیروکار اس میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو زبان کی تعلیم اسی نظام تعلیم کا ثمرہ ہے۔ قرون وسطیٰ کے مسلم تعلیمی نظام میں پرائمری اور اعلیٰ دونوں سطحوں پر مفت تھی۔ مدارس کے ہاسٹلوں میں رہنے والے طلبہ کو رہائش اور کھانے کی مفت سہولت بھی فراہم کی گئی تھی۔ تعلیم کی فراہمی کے لئے وظائف کا کا بھی انتظام تھے۔ مستحق بچوں کو مالی امداد (اسکالرشپ) بھی اسی دور میں شروع ہوئی تھی۔ آج ہندوستان میں یہ نظام تعلیم بھی بالواسطہ طور پر تعلیم کے ترقی و فروغ اور تسلسل میں معاون ہے۔

6.6 قرون وسطی کے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم (Education of Women in Medieval India)

قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم کی حیثیت محدود تھی۔ لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر مواقع نہیں دیے گئے۔ لڑکیوں کی تعلیم کو وقت اور وسائل کے ضائع کرنے کے طور پر دیکھا گیا۔ ان سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ گھریلو فرائض پر توجہ دیں۔ تاہم کچھ استثناء موجود تھے۔ مغل مہارانی نور جہاں پڑھی لکھی اور بااثر خاتون تھی۔

مذہبی کتابوں میں بھی خواتین کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ بھکتی تحریک نے خواتین کی تعلیم کو فروغ دیا۔ 11ویں صدی میں البیرونی نے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم کو دستاویزی شکل دی۔ خواتین طب، علم نجوم اور دیگر مضامین پڑھتی تھیں۔ 12ویں صدی میں چول خاندان نے خواتین کی تعلیم کی حمایت کی۔ ملکہ سمبیان مہادیوی علم کی سرپرست تھیں۔ 14ویں صدی میں وجے نگر سلطنت میں خواتین علماء تھیں۔

16 ویں صدی میں اکبر نے خواتین کے لیے تعلیم کی حوصلہ افزائی کی۔ اس نے لڑکیوں کے لیے اسکول قائم کئے۔ تاہم یہ مثالیں مستثنیات تھیں۔ خواتین کی تعلیم صرف اشرافیہ تک محدود تھی۔ عام طور پر معاشرہ خواتین کی تعلیم کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ عورتوں کو مردوں سے کمتر سمجھا جاتا تھا۔ لڑکوں کی تعلیم اولین ترجیح تھی۔ ان سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ خاندانی نام اور روایات کو برقرار رکھیں گے۔ خواتین کی تعلیم کو روایتی صنفی کرداروں کے لیے ایک خطرہ کے طور پر دیکھا گیا۔ مانا جاتا تھا کہ پڑھی لکھی خواتین اپنے فرائض سے غفلت برتیں گی۔ نتیجے کے طور پر قرون وسطی کے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم صرف گھریلو تعلیم تک محدود تھی۔ اگر کچھ خواتین پڑھی بھی تو انہیں خاندان کے افراد یا نجی ٹیوٹرز نے پڑھایا۔ نتیجتاً لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر مواقع نہیں دیے گئے۔

6.7 قرون وسطی کے مشہور دانشوران (Famous Scholars of medieval Period)

قرون وسطی کا ہندوستان بھرپور فکری اور ثقافتی ترقی کا دور تھا۔ اس دوران بہت سے دانشوران سامنے آئے جنہوں نے فلسفہ، ادب اور سائنس جیسے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیئے۔ ذیل میں کچھ دانشوروں کے نام اور ان کے عالمانہ صلاحیت بیان کیا گیا ہے۔

البیرونی۔ ایک پولی میتھ جس نے فلکیات، ریاضی اور جغرافیہ کے شعبوں میں اہم شراکت کی۔

ابن بطوطہ۔ ایک مسافر اور مصنف جس نے 14 ویں صدی کے دوران ہندوستان میں اپنے تجربات کو دستاویزی شکل دی۔

امیر خسرو۔ ایک شاعر اور موسیقار جو اردو اور فارسی ادب کی ترقی میں اپنی خدمات کے لیے جانا جاتا ہے۔ ان کے کئی تخلیق موجود ہیں۔ انہوں نے ہندوی زبان کی بنیاد ڈالی جیسے بعد میں اردو کے نام سے جانا گیا۔

بھاسکر دوم۔ ایک ریاضی داں اور ماہر فلکیات جس نے مثلثیات اور کیلکولس کے مطالعہ میں اہم شراکت کی۔

ابوالفضل۔ ایک مورخ اور عالم جس نے 'اکبر نامہ' نامی کتاب لکھا۔ اس میں اکبر اعظم کے دور کا تفصیلی بیان۔

رامانوجم۔ ایک فلسفی جس نے ہندو فلسفہ کے وششتا دویت اسکول کو تیار کیا۔

شنکر اچاریہ۔ ایک فلسفی جس نے ہندو فلسفے کے ادویت اسکول کی بنیاد رکھی۔

کبیر۔ قرون وسطی کے ہندوستان کا ایک شاعر اور سنت جس کا ہندو اور مسلمان دونوں احترام کرتے ہیں۔

تلسی داس۔ ایک شاعر اور سنت جو اپنے عظیم تخلیق 'رامچریتمانس' کے لیے مشہور ہیں۔

ملک محمد جایئسی۔ ایک ایسا شاعر جس نے عظیم نظم 'پدماوت' لکھی۔

ان اسکالرز نے قرون وسطی کے ہندوستان کے فکری اور ثقافتی منظر نامے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے کاموں کا آج تک مطالعہ اور تعظیم کی جاتی ہیں۔ ان کی خدمات نے ہندوستانی ثقافت پر بہترین نقوش چھوڑے ہیں۔

6.8 خلاصہ (Summary)

قرون وسطی کے ہندوستان میں ویدک اور بدھ تعلیمی نظام قدیم دور سے سے چلے آ رہے تھے۔ مسلم حملہ وروں نے جب ہندوستان مین حکومت قائم کی تو ایک نئ تعلیمی نظام کی بنیاد پڑی۔ یہ تعلیمی نظام بنیادی طور پر اسلام مذہب و ثقافت پر مبنی تھی۔ اس لئے اسے اسلامی تعلیمی نظام کہا گیا۔ اس تعلیم کے مقاصد میں مذہبی تعلیم، علم کی توسیع اور اسلام کی تبلیغ پر توجہ دی گئی۔ اس کے لئے کئی تعلیمی ادارے قائم کئے گئے۔ اسکولوں اور لائبریریوں کے قیام نے تعلیم تک سب کو رسائی فراہم کی۔ اس نظام نے تعلیم کو ذات پات کے حدود سے نکل کر سماجی نقل و حرکت کا ایک نیا راستہ فراہم کیا۔ تعلیم پر زور نے ایک ایسے معاشرے کو پروان چڑھانے میں مدد کی جو علم، تنقیدی سوچ اور فکری تحقیقات کو اہمیت دیتا ہے۔ ہندوستان میں قرون وسطیٰ بنیادی طور پر اسلامی تعلیمی نظام کے لئے جانا جاتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)

1. قرون وسطیٰ میں اسلامی تعلیمی نظام کی اہم خصوصیات کیا تھیں؟
2. حکمرانوں اور دولت مندوں نے تعلیم کے فروغ میں کس طرح کردار ادا کیا؟
3. مکتب، مدارس اور ہاسٹل میں مفت تعلیم اور وظائف کا نظام کیسے کام کرتا تھا؟
4. قرون وسطیٰ کے تعلیمی نظام نے ہندوستانی معاشرت اور علم کی ترقی میں کس طرح حصہ ڈالا؟

6.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مکمل مطالعہ کے بعد اب آپ

- قرون وسطی کے تعلیمی نظام کو بیان کر پائیں گے۔
- قرون وسطی کے تعلیمی مقاصد کو سمجھ گئے ہوں گے۔
- ہندوستان میں اسلامی تعلیم کے اثرات کو سمجھ جائیں گے۔
- قرون وسطیٰ کے علمی دانشوروں کے بارے میں جان گئے ہوں گے۔

6.10 فرہنگ (Glossary)

تفویض۔ تسلیم کرنا، سپردگی،

وششتادویت۔ ویدک کا ایک مذہبی نظریہ

رام چرترمانس۔ ایک مذہبی کتاب ہے

پدماوت۔ کتاب کا نام

6.11 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1۔ہندوستان میں قرون وسطی کا دور تقریباً۔۔۔صدی عیسوی سے شروع ہوا؟ (**دسویں**/نویں/آٹھویں/بارہویں)

2۔محمد بن قاسم کس سن عیسوی میں ہندوستان آیا؟ (/731/745/777/**712**)

3۔کون پہلا حکمران تھا جس نے اپنے دور حکومت میں دہلی میں مدرسہ قائم کیا؟ (اکبر/**التمش**/بابر/تغلق)

4۔امیر خسرو نے کس نئی زبان کی داغ بیل ڈالی؟ (ہندی/**ہندوی**/گھی/قنوجی)

5۔'ابوالفضل'کا مدرسہ کس شہر میں قائم کیا گیا؟ (**فتح پور سیکری**/اگرہ/دیلی/لکھنؤ)

6۔ابتدائی تعلیم فراہم کرنے والے اداروں کو کس نام سے جانے جاتے تھے؟ (اسکول/مدرسہ/**مکتب**/خانقاہ)

7۔مغل دور میں درباری زبان تھی؟ (اردو/عربی/ترکی/**فارسی**)

8۔مسلم دور میں تعلیمی ادارے میں داخلہ کے وقت کون سی رسم کی جاتی تھی؟(**بسملہ رسم**/قران خوانی/میلاد/کوئی نہیں)

9۔'اکبر نامہ'نامی کتاب کس نے لکھا؟ (/**ابوالفضل**/ابن بطوطہ/امیر خسرو/کبیر)

10۔ملک محمد جیاسی کے تخلیق کا کیانام ہے؟ (راجپریتانس/اکبر نامہ/**پدماوت**/بابر نامہ)

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔مغلیہ دور نے نظام تعلیم میں اہم کردار کیسے ادا کیا۔ لکھیں؟

2۔مغلیہ دور کے تعلیمی تین اہم مقاصد کو لکھیں؟

3۔مسلم تعلیمی طریقے کار کو بیان کریں؟

4۔مسلم دور کے تعلیمی اداروں اور ان کے نظام کے بارے میں لکھیں؟

5۔مسلم تعلیمی نظام کے خصوصیات کو لکھیں؟

6۔مسلم دور میں خواتین کے تعلیم پر روشنی ڈالے؟

7۔مسلم دور کے اعلیٰ تعلیمی نظام پر روشنی ڈالے؟

8۔مسلم دور میں پیشہ ورانہ تعلیم کی اہمیت پر ایک مختصر نوٹ لکھیں؟

9۔مسلم دور میں معلم اور متعلم ک تعلقات پر روشنی ڈالے؟

10۔مسلم دور میں بنیادی تعلیمی نظام پر روشنی ڈالے؟

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ قرون وسطیٰ کے تعلیمی نظام پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

2۔ مسلم تعلیمی نظام کے مقاصد، اور طریقے تدریس کو واضح کریں؟

3۔ مسلم تعلیمی نظام کی خصوصیات کو بیان کریں؟

4۔ مسلم دور میں خواتین کے تعلیمی حالات کا جائزہ لیں؟

5۔ اسلامی تعلیمی فلسفہ پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں؟

نوٹ۔ معروضی سوالوں کے جواب بولڈ کیا ہوا ہے۔

6.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Materials)

- تعلیم کی اسلامی بنیادیں، ڈاکٹر بدرالاسلام، 2019 وھائٹ ڈاٹ پبلیشرز، نئی دھلی۔ 110025
- Educational foundation of Islam,Dr. Badarulislam,2009,Adam Publishers and Distributers.New Delhi.
- History, Development and Problems of Indian Education- Lal & sharma, 2009, R.Lal, Merut.
- History of Education in India, R.N. Sharma, 2023, Atlantic Publisher.
- History of Education in India, Suresh C. Ghose, 2007, Rawat Publication.
- History of Education in India, Edit- S. Simlandy & R. Islam , 2022, Scriptor Publication.
- Education in Ancient and Medieval India, S.P, Chaube.1999, Vikash publication House.
- Education in Ancient and Medieval India, J. Chand, 2007, Shipra Publication.
- History of Education in Medieval India, S.C. Ghose, 2001, Low price publication.
- Education in Medieval India, R.K. Pruthi, 2005, Sonali Publication.
- Muslim Rule in Medieval India, F.F. Ahmed,2020, Bloomsbury publication.
- Muslim Education and Learning during the Muslim Rule in India, A.I. Sabri, 2014, Random Publication.

اکائی 7
جدید دور میں تعلیم: ما قبل و ما بعد آزادی کا دور

(Unit 7: Education during the Modern Period : Pre and Post Independent Era)[*]

7.0 تمہید (Introduction)

7.1 مقاصد (Objectives)

7.2 جدید دور میں تعلیم (قبل آزادی)۔ تعارف – (Education in Modern Period: Pre-Independence – Introduction)

7.2.1 عیسائی مشنریوں کی تعلیم (Education by Christian Missionaries)

7.2.2 میکالے منٹس (1835) (Macaulay Minutes, 1835)

7.2.3 ووڈ ڈسپیچ (1854) (Wood's Dispatch, 1854)

7.2.4 انڈین ایجوکیشن کمیشن (ہنٹر کمیشن) (1882) (Indian Education Commission – Hunter Commission, 1882)

7.3 جدید دور میں تعلیم (آزادی کے بعد) (Education in Modern Period: Post-Independence)

7.3.1 یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن (رادھاکرشنن کمیشن) (University Education Commission – 1948 Radhakrishnan Commission, 1948)

7.3.2 سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن (1952) (Secondary Education Commission, 1952)

7.3.3 قومی تعلیمی کمیشن (کوٹھاری کمیشن) (National Education Commission – Kothari Commission, 1964 1964)

7.3.4 قومی تعلیمی پالیسی (1968) (National Education Policy, 1968)

7.3.5 قومی تعلیمی پالیسی (1986) اور ایکشن پلان کی دستاویز (1992) (National Education Policy, 1986 & Action Plan Document, 1992)

7.4 قومی تعلیمی پالیسی (2020) (National Education Policy, 2020)

---

[*] Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

7.5 خلاصہ(Summary)

7.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

7.7 فرہنگ(Glossary)

7.8 نمونہ امتحانی سوالات(Sample Examination Questions)

7.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Material)

7.0 تمہید(Introduction)

ہندوستان شروع سے ہی غیر ملکیوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ یہاں مختلف یورپی تاجر تجارت کے غرض سے آئے اور ہندوستانی حالات کا فائدہ اٹھا کر یہاں حکومت قائم کر لی۔ مغلیہ دور کے بعد جدید ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی۔ یورپی تاجروں کے ساتھ عیسائی پادری اور میشنریاں بھی ہندوستان میں قدم رکھے۔ یہ مشنریاں عیسائی مذہب کی تبلیغ کا کام زور شور سے کرتی تھیں۔۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ وہ عوام کے لیے تعلیمی خدمات بھی فراہم کرتے تھے۔ پھر دھیرے دھیرے حسب ضرورت تعلیمی ادارے قائم کئے گئے۔ ہندوستانی لیڈران کے مطالبہ پر کئی تعلیمی کمیٹیاں اور کمیشن قائم کئے گئے۔ آزادی کے بعد ملک کی ترقی کے لئے تعلیم پر بہت سارے اقدامات اٹھائے گئے اور تعلیمی پالیسیاں بنائی گئی۔

7.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ہندوستان میں آزادی کے قبل کے تعلیمی نظام کو سمجھ جائیں۔
- آزادی کے قبل کی تعلیمی کمیٹیوں اور کمیشنوں کے تجاویز سے آگاہ ہو جائیں۔
- ہندوستان میں آزادی کے بعد کی تعلیمی نظام کو سمجھ جائیں۔
- آزادی کے قبل کی تعلیمی کمیٹیوں اور کمیشنوں کے تجاویز سے آگاہ ہو جائیں۔
- موجودہ دور میں نافذ تعلیمی پالیسی سے واقف ہوں گے۔

7.2 جدید دور میں تعلیم (قبل آزادی)۔ تعارف

(Education in Modern Period: (Pre-Independence)-Introduction)

1498 میں پرتگالی ملاح واسکوڈے گاما نے سمندر کے راستے یورپ سے ہندوستان پہنچا۔ وہ پہلا یورپی تھا جو پانی کے راستے سے ہندوستان کی مغربی بندرگاہ کالی کٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے نتیجے میں پرتگالی 1510 میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یہاں

تجارت کے میدان میں تقریباً100 سال تک ان کی اجارہ داری تھی۔ 17ویں صدی (1613) کے شروع میں انگریز تاجر یہاں داخل ہوئے۔ ان کے بعد اسی صدی میں بالترتیب ڈچ، فرانسیسی اور ڈین تاجر آئے۔ ان یورپی تاجروں کے درمیان جھگڑا ہونا فطری تھا۔ بالآخر برطانوی تاجر یہاں مستقل قدم جمانے میں کامیاب ہوگئے۔

7.2.1 عیسائی مشنریوں کی تعلیم

پرتگالی مشنریوں کی تعلیم

پرتگالی تاجروں نے سب سے پہلے گوا میں اپنا تجارتی مرکز قائم کیا۔ پرتگالی مشنریوں نے بھی اپنے کام کا آغاز یہیں سے کیا۔ یہاں اس نے پرائمری اسکول قائم کیے اور پرتگالی زبان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ ان اسکولوں میں عیسائیت پر عمل کرنے والوں کے بچوں کو مفت تعلیم کا انتظام تھا۔ ان کے بچوں کو کھانا، کپڑے اور نصابی کتابیں بھی مفت دی گئیں۔ 1556 میں یہاں ایک پرنٹنگ پریس کھولا گیا جہاں مذہبی کتابیں اور درسی کتابیں تیار کی جاتی تھیں۔ جیسے جیسے پرتگالی تاجروں کا رقبہ بڑھتا گیا پرتگالی مشنریوں کے کام کا رقبہ بھی بڑھا۔ گوا کے بعد اس نے دمن، دیو، ہگلی، کوچین، چٹاگانگ اور بمبئی میں پرائمری اسکول قائم کئے۔ پرتگالی مشنریوں نے ہندوستان میں جدید پرائمری تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید اعلیٰ تعلیم بھی متعارف کروائی۔ پرتگالیوں نے سب سے پہلے 1575 میں گوا میں 'جیسوٹ کالج' قائم کیا اور پھر 1577 میں بمبئی کے قریب باندرہ میں 'سینٹ اینی کالج' قائم کیا۔ ان کالجوں میں لاطینی زبان، گرامر، منطق اور موسیقی کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں یورپ کے تعلیمی نظام کی بنیاد پہلی بار پرتگالیوں نے رکھی۔

ڈچ عیسائی مشنریوں کا تعلیمی کام

17ویں صدی کے وسط میں ہالینڈ سے ڈچ تاجر ہندوستان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے بنگال کے چنسورہ، ہوگلی اور مدراس کے ناگاپٹنم اور مچلی پٹم میں سمندری ساحل پر اپنے تجارتی ادارے قائم کیے۔ تاجروں کے ساتھ ڈچ عیسائی مشنریز بھی ساتھ آئے۔ ان ڈچ عیسائی مشنریوں نے کارخانوں میں کام کرنے والے ڈچ اور ہندوستانی شہریوں کے بچوں کی تعلیم کے لیے پرائمری اسکول قائم کیے تھے۔ ان اسکولوں میں عام ہندوستانی شہریوں کے بچے بھی داخلہ لے سکتے تھے۔ ان اسکولوں میں ڈچ زبان، مقامی زبانوں، جغرافیہ، ریاضی اور مقامی فن کی مہارتوں کی یورپی طریقہ پر تعلیم دی جاتی تھی۔ ڈچ اسکولوں کو عیسائی مذہبی تعلیم کا مرکز نہیں بنایا۔ انگریزوں سے دشمنی کی وجہ سے انہیں جلد ہی ہندوستان چھوڑنا پڑا۔

فرانسیسی عیسائی مشنریوں کا تعلیمی کام

فرانسیسی تاجر 1667 میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ وہ فرانسیسی عیسائی پادریوں کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ فرانسیسی ماہی، یانم، کریکل، چندرنگر اور پانڈیچیری میں اپنی فیکٹریاں قائم کیں۔ انہوں نے کارخانوں کے قریب پرائمری سکول قائم کئے۔ ان اسکولوں کا انتظام فرانسیسی عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان اسکولوں میں فرانسیسی اور مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ ان میں فرانسیسی اساتذہ کو فرانسیسی میڈیم سے تعلیم دینے کے لیے اور ہندوستانی اساتذہ کو ہندوستانی زبانوں کے ذریعے تعلیم دینے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان میں

عیسائی مذہب (کیتھولک) کی تعلیم لازمی طور پر دی جاتی تھی اور اس کے لیے ہر اسکول میں ایک پادری استاد کو ضرور مقرر کیا جاتا تھا۔ فرانسیسیوں نے پانڈیچیری میں ایک سیکنڈری اسکول بھی قائم کیا۔ اس میں فرانسیسی زبان اور عیسائی مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا تھا۔

ڈین عیسائی مشنریوں کا تعلیمی کام

17ویں صدی (1680) کے آخر میں، ڈینش تاجر اور ڈینش عیسائی مشنری ہندوستان آئے۔ ڈین کے تاجروں نے سیرام پور، تراوینکور، تھنجاور اور چترا ناپلی میں اپنی فیکٹریاں قائم کیں۔ تجارت کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت بھی تھا۔ اس نے تعلیم کو مذہب کی تبلیغ کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا اور تراونکور، تنجور اور مدراس میں پرائمری اسکول قائم کیے اور ان کا انتظام ڈین مشنریوں کو سونپ دیا۔ ان اسکولوں میں تعلیم کا ذریعہ مقامی زبانیں تھیں۔ عیسائیت کی تعلیم لازمی تھی۔ آگرہ میں جیسوٹ کالج بھی قائم کئے۔ ہینونے 1716 میں ٹراوانکور میں ٹیچر ٹریننگ اسکول بھی قائم کیا۔ اس کالج میں انگریزی اور مختلف ہندوستانی زبانوں کے ذریعے پڑھانے کی تربیت دی جاتی تھی۔

انگریزی عیسائی مشنریوں کا تعلیمی کام

انگریزی عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں جدید انگریزی نظام تعلیم کی ترقی میں سب سے زیادہ تعاون کیا۔ 1613 میں برطانیہ کی 'ایسٹ انڈیا کمپنی' اس ملک میں داخل ہوئی۔ انگلینڈ سے آنے والے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ پادری بھی آئے تھے۔ ان پادریوں کا مقصد عیسائی مذہب اور ثقافت کی تبلیغ و ترویج تھا۔ اس کام کے لیے اس نے بنگال کو اپنا مرکز بنایا۔ اس نے یہ کام دو ذرائع سے کیا، ایک تعلیم کے ذریعے اور دوسرا پسماندہ لوگوں کی خدمت کے ذریعے۔ اس کام کو کرنے کے لیے انہیں انگلستان کی مشنری تنظیموں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی اور مالی مدد حاصل ہوتی تھی۔

انگریز عیسائی مشنریوں نے کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں بہت سے خیراتی اسکول قائم کئے۔ ان میں دو طرح کے اسکول تھے ایک میں انگریزی زبان میں اور دوسرے میں مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن عیسائیت دونوں طرح کے اسکولوں میں لازمی طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ ابتدا میں یہ کام سست رفتاری سے آگے بڑھا۔ 1698 میں برطانوی حکومت نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو جاری کردہ اپنے چارٹر میں کمپنی کو اپنی چھاؤنیوں میں پادری رکھنے اور اسکول چلانے کی اجازت دی۔ اس وجہ سے کمپنی کے ڈائریکٹروں اور پادریوں نے اس کام کو کچھ زیادہ ہی جوش و خروش سے آگے بڑھایا اور کچھ ہی سالوں میں 1731 تک بنگال اور بمبئی میں سینکڑوں پرائمری اسکول قائم کر لیے۔ اس نے مدراس میں ایک سیکنڈری اسکول بھی قائم کئے۔ ان تمام اسکولوں میں عیسائیت کی تعلیم لازمی طور پر دی جاتی تھی۔ لیکن اسی دوران ایسٹ انڈیا کمپنی کی سیاسی خواہشات آسمان کو چھونے لگیں، انہوں نے ہندوستان کے اندرونی انتشار کا فائدہ اٹھا کر یہاں اپنی سلطنت قائم کرنے کا سوچنا شروع کیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے تعلیم سے متعلق اپنی پالیسی میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ 1757 میں 'پلاسی' کی فتح اور 1764 کی 'بکسر' کی لڑائی کے بعد کمپنی بنگال، بہار اور اودھ صوبے کی حکمران بن گئی۔ اب انہوں نے عیسائی مشنریوں کو امداد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بہت سے تعلیمی ادارے قائم کئے۔

1813 اور 1833 کے چارٹرس نے عیسائی مشنریوں کو بغیر کسی پابندی کے ہندوستان آنے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق دیا گیا۔ کمپنی کو حکم دیا گیا کہ وہ ان عیسائی مشنریوں کو تعلیم کے انتظامات کرنے میں مدد کرے۔ اس وقت سے لے کر ہندوستان میں برطانوی سلطنت کے خاتمے تک یہ مشنری بلا روک ٹوک ہندوستان میں اسکولوں کا قیام اور عیسائیت کا تبلیغ کرتے رہے۔

7.2.2 میکالے منٹس (1835)

ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں اور ڈائریکٹروں کے درمیان ہندوستان میں دی جانے والی تعلیم کی قسم کے متعلق تفرقہ تھا۔ افسران کا ایک گروہ مشرقی نظام یعنی سنسکرت، عربی اور فارسی کے ذریعے تعلیم دینا چاہتا تھا۔ وہی دوسرا گروپ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے حق میں تھا جس کا نصاب مغربی سائنس اور ادب ہو۔ جون 1834 کو لارڈ میکالے گورنر جنرل کونسل کے قانونی مشیر کے طور پر ہندوستان آیا۔ میکالے انگریزی زبان و ادب کا عالم، مصنف اور ایک ماہر قانون داں تھا۔ اس وقت کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹک نے اسے پبلک انسٹرکشن کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا اور اس سے توقع کی کہ وہ 1813 اور 1834 کے چارٹرڈ (آرڈر) میں بیان کردہ اخراجات کی وضاحت کریں۔ میکالے نے سب سے پہلے 1813 کے آرڈر لیٹر کے متعلقہ پیراگراف 43 کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نے کمپنی کے مستشرقین اور ماہرین مغرب کے تحریری بیانات (دلائل) کا مطالعہ کیا اور آخر کار فروری 1835 کو گورنر جنرل کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ میکالے کی اس تفصیلی تحریری بیانات کو 'میکالے منٹس' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ میکالے کا استدلال تھا کہ مشرقی ادب اور سائنس بہت ہی کم معیار کے ہیں، اس لیے ہندوستانیوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے انگریزی ادب اور سائنس کی تعلیم ضروری ہے اور یہ تعلیم انگریزی زبان کے ذریعے ہی دی جاسکتی ہے۔ یہ واضح ہے کہ میکالے کے ارادے ہندوستانیوں کے نقطہ نظر سے اچھے نہیں تھے۔ وہ ہندوستانی مذہب، فلسفہ اور ثقافت کو تباہ کرنا چاہتا تھا اور اس کی جگہ مغربی مذہب، فلسفہ اور ثقافت کو ترقی دینا چاہتا تھا۔

7.2.3 ووڈ ڈسپیچ (1854)

ایسٹ انڈیا کمپنی پر برطانوی حکومت کا کنٹرول تھا۔ برطانوی حکومت ہر 20 سال بعد کمپنی کو ایک نیا چارٹر جاری کرتی تھی۔ اب 1833 کے بعد اسے 1853 میں نیا حکم جاری کیا۔ اس بار برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستانی تعلیم کی پالیسی پر غور کرنے کے لیے ایک پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی۔ کمیٹی نے اس وقت کے ہندوستانی تعلیمی نظام اور اس میں کمپنی اور مشنریز کے کردار کا گہرا مطالعہ کیا اور ان سب کی بنیاد پر ہندوستان کے لیے تعلیمی پالیسی تیار کی۔ پارلیمنٹ میں اس پر تبادلہ خیال کیا گیا اور اس کی بنیاد پر ہندوستان کے لیے ایک تعلیمی پالیسی تشکیل دی گئی۔ اس وقت 'سر چارلس ووڈ' کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول کے چیئرمین تھے۔ انہوں نے اس تعلیمی پالیسی کا اعلان 1854 کو کیا۔ اسی لیے اس تعلیمی پالیسی کو ان کے نام کے پر 'ووڈ کا منشور' یا 'ووڈ ڈسپیچ' کہا جاتا ہے۔ اس پالیسی میں تعلیم کے حوالے سے ذیل تجویز پیش کیے گئے۔

1۔ تعلیم کی ذمہ داری: اس تعلیمی پالیسی میں کمپنی کی ذمہ داری مقرر کی گئی تھی کہ وہ ہندوستانیوں کی تعلیم کے انتظامات کرے۔ واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ ”کوئی بھی موضوع ہماری توجہ جتنی توجہ مبذول نہیں کرتا جتنی تعلیم۔

2۔ محکمہ پبلک ایجوکیشن کا قیام: اس تعلیمی پالیسی کے تحت ہندوستان میں کمپنی تمام صوبوں میں محکمہ پبلک انسٹرکشن کے قائم کرے گی۔ اس محکمے کا اعلیٰ ترین افسر پبلک انسٹرکشنز کا ڈائریکٹر کہلائے گا اور اس کی معاونت کے لیے ڈپٹی ڈائریکٹرز ایجوکیشن، انسپکٹرز اور کلرک تعینات کیے جائیں گے۔

3۔ گرانٹ ان ایڈ سسٹم: اس پالیسی میں پہلی بار تمام تعلیمی اداروں کو مذہبی امتیاز کے بغیر مالی امداد فراہم کرنے کی بات کہی گئی۔ اس سے عمارتیں، سائنس لیبارٹری کی تعمیر، اساتذہ کی تنخواہیں اور وظائف وغیرہ دینے کا انتظام کیا جائے گا۔

4۔ منظم تعلیمی اداروں کا قیام: پرائمری، مڈل، ہائی اسکول اور اعلیٰ تعلیم سطحوں میں منظم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس تعلیمی پالیسی میں مذکورہ تعلیم سطحوں کے لیے منظم اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اسی کے تجویز پر 1857 میں ہندوستان میں پہلی بار کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں مغربی طرز پر یونیورسٹیوں قائم کی گئی

مشرقی زبان اور ادب کی اہمیت۔ اس تعلیمی پالیسی میں مشرقی زبان اور ادب کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور انھیں نصاب میں مناسب جگہ دینے کا اعلان کیا گیا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ مشرقی زبانوں اور ادب کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ مغربی علم و سائنس کی تعلیم کو ہندوستانیوں کی مادی ترقی کے لیے بہت اہم قرار دیا گیا اور اسے معیشت میں ایک خاص مقام دینے پر زور دیا گیا۔ اس منشور (تعلیمی پالیسی) میں مشن اسکولوں کو مذہبی تعلیم کی آزادی دی گئی اور سرکاری اسکولوں میں مذہبی غیر جانبداری کی پالیسی پر عمل کیا گیا۔

7.2.4 انڈین ایجوکیشن کمیشن (ہنٹر کمیشن) 1882

1880 میں لارڈ رپن کو ہندوستان کا نیا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ ساز گار موقع کو جانتے ہوئے 'جنرل کونسل آف ایجوکیشن ان انڈیا' کے ایک وفد نے لارڈ رپن سے ملاقات کی اور انہیں تعلیم کے مسائل سے آگاہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہندوستانی تعلیمی پالیسی میں تبدیلیاں کریں۔ لارڈ رپن نے وفد کو ہندوستانی تعلیمی پالیسی پر نظر ثانی کرنے کا یقین دلایا۔ 1854 کی تعلیمی پالیسی کو بھی 25 سال سے زائد عرصہ ہو گیا تھا اور اب ہندوستانی تعلیم کے مسائل پر نظر ثانی کی ضروری ہو گئی تھی۔ لہٰذا لارڈ رپن نے جنوری 1822 میں انڈین ایجوکیشن کمیشن کی تشکیل دی۔ اس کمیشن میں 20 ممبران تھے جن میں سے 7 ممبران ہندوستانی تھے۔ اس وقت کے وائسرائے کونسل کے رکن 'سر ولیم ہنٹر' اس کمیشن کے چیئرمین بنایا گیا۔ اس لیے اس کمیشن کو 'ہنٹر کمیشن' بھی کہا جاتا ہے۔

انڈین ایجوکیشن کمیشن کی سفارشات

انڈین ایجوکیشن کمیشن کا تقرر بنیادی طور ہندوستان میں اس وقت کے پرائمری تعلیم کی صورتحال کا مطالعہ کرنے اور اس کی بہتری اور ترقی کے لیے اقدامات تلاش کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ کمیشن نے ہندوستانی تعلیم کا مکمل مطالعہ کیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر اپنی تجاویز دیں۔ کچھ اہم تجاویز ذیل ہیں۔

1۔ کمیشن نے وڈ ڈسپیچ میں پیش کردہ تعلیمی پالیسی کے ان عناصر پر اپنی منظوری کی مہر لگائی جو ہندوستانیوں کے مفاد میں تھے۔

2۔ پرائمری تعلیم کی ذمہ داری بلدیاتی اداروں پر چھوڑنے کی سفارش کی گئی۔

3۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی ذمہ داری دولت مند ہندوستانیوں کو دینے کی تجویز کی گئی۔

4۔ ہندوستانی تعلیم سے عیسائی مشنریوں کا غلبہ ختم کرنے کا مشورہ دیا۔ ہندوستانی تہذیب اور ثقافت کے تحفظ کے لئے بہتر تھا۔

5۔ کمیشن نے گرانٹ ان ایڈ کی شرائط کو سادہ اور آزادانہ بنانے کی سفارش کی۔ جس سے اسکولوں کے قیام آسان ہو۔

6۔ کمیشن نے مختلف سطحوں کی تعلیم کے لیے نصابی خاکہ بھی پیش کیا۔ اس نے ثانوی تعلیم کے نصاب کو ادبی اور پیشہ ورانہ دو حصوں میں تقسیم کیا۔ تعلیم کو روزگار پر مبنی بنانے کی سفارش کی۔

7۔ علاقائی زبانوں کو پرائمری تعلیم کا ذریعہ بنا کر عوامی تعلیم کو فروغ دی جائے۔

8۔ خواتین کی تعلیم، مسلم بچوں کی تعلیم، پسماندہ ذات کے بچوں کی تعلیم اور پسماندہ علاقوں کے بچوں کی تعلیم کے حوالے سے ٹھوس تجاویز دیں۔

9۔ پرائمری اور سیکنڈری اساتذہ کی تربیت کے لیے اسکول اور کالج کھولنے کی سفارش کی۔

7.3 جدید دور میں تعلیم (آزادی کے بعد)

Education In modern Period (Post-Independence)

7.3.1 یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن (رادھا کرشنن کمیشن) (1948-49)

ملک 15 اگست 1947 کو آزاد ہوا۔ سرکار نے اپنے ملک کی تعمیر نو کے حوالے سے سوچنا شروع کیا۔ حکومت ہند نے ملک کی ترقی کے لئے کئی قدم اٹھائے اس میں ایک قدم تعلیم کا میدان بھی تھا۔ حکومت کی توجہ سب سے پہلے اعلیٰ تعلیم کی طرف مبذول ہوئی۔ سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن نے ایک یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن مقرر کرنے کا مشورہ دیا جو یونیورسٹی کی تعلیم میں بہتری کے لیے تجاویز پیش کرے گا۔

اس تجویز پر حکومت ہند نے نومبر 1948 کو ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کی صدارت میں 'یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن' مقرر کیا۔ کمیشن کے چیئرمین کے نام پر اسے رادھا کرشنن کمیشن بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آزاد ہندوستان کا پہلا تعلیمی کمیشن تھا۔

کمیشن کے رپورٹ اور تجاویز

کمیشن کی تقرری کا مقصد ہندوستانی یونیورسٹیوں کو بہتر بنانے کے لئے رپورٹ پیش کرنا اور ملک کی موجودہ اور مستقبل کی ضروریات کے مطابق اعلیٰ تعلیم کی تشکیل اور توسیع کے بارے میں تجاویز دینا تھا۔ کمیشن نے اس وقت کی ہندوستانی یونیورسٹیوں کی حالت، مسائل کا مطالعہ کر ان کے حل کے تجاویز پیش کی۔

1۔یونیورسٹی کی تعلیم کو مشترکہ فہرست (Concurrent List) میں رکھنا۔ کمیشن نے یونیورسٹی کی تعلیم کو ریاستی لسٹ سے ہٹا کر مشترکہ فہرست میں رکھنے اور اس کے انتظامات کو مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی مشترکہ ذمہ داری بنانے کا مشورہ دیا۔ مرکزی حکومت کو اعلیٰ تعلیم میں اہم کردار ادا کرنے کا تجویز پیش کی۔

2۔یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی تشکیل۔ کمیشن نے اعلیٰ تعلیم کی معیار کو برقرار رکھنے اور یونیورسٹیوں اور ان سے منسلک کالجوں کے ضروریات اور امداد کے لیے ایک خود مختار ادارہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے قیام کی تجویز دی۔

3۔یونیورسٹیوں اور ان سے منسلک کالجوں پر پابندیاں۔ کمیشن نے یونیورسٹیوں اور ان سے منسلک کالجوں کے کام کے دن (امتحان کے دنوں کے علاوہ 180 کام کے دن) اور ان میں داخلے کے لیے عمر (کم از کم 18 سال) مقرر کی۔ صرف اہل طلباء کو داخلے کی سفارش کی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کے تعداد مقرر کرنے کی بات کہی۔

4۔ تین سالہ انڈر گریجویٹ کورس اور جنرل ایجوکیشن لازمی۔ کمیشن نے بھی انڈر گریجویٹ کورس کو تین سال کرنے کی تجویز دی۔ اس سطح پر آرٹس، سائنس اور پروفیشنل کورسز کی بات کہی۔ کسی بھی کلاس میں جنرل ایجوکیشن کو لازمی قرار دینے کی تجویز کی۔

5۔ تدریسی سطح میں بہتری۔ کمیشن نے یونیورسٹیوں اور سرکار سے منظور شدہ کالجوں کی حالت کو بہتر کرنے کی تجویز دی۔ ان میں قابل پروفیسرز کی تقرری کی تجویز پیش کی۔ ٹیوٹوریل سسٹم کو نافذ کرنے اور سیمینار منعقد کرنے کی تجویز دی۔

6۔ سیکھنے والوں کے لیے فلاحی اسکیمیں۔ کمیشن نے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلبہ کی بہبود کی کئی اسکیمیں شروع کی سفارش کی۔ جیسے طلبہ کی فلاح و بہبود کے لیے 'اسٹوڈنٹ ویلفیئر بورڈ' کی تشکیل۔ کھیلوں اور جسمانی تعلیم کے مناسب انتظامات کے لیے 'ڈائریکٹرز آف فزیکل ایجوکیشن' کا قیام۔ طلبہ کے مسائل کے حل کے لیے 'اسٹوڈنٹ ڈینز' کی تقرری، طلبا کے رہائش کے لیے ہاسٹل کا انتظام وغیرہ کی تجویز پیش کی۔

7۔یونیورسٹی امتحانات میں اصلاحات کے لیے تعمیری تجاویز۔ کمیشن نے یونیورسٹی کے امتحانات میں اصلاحات کی تجویز دی اور معروضی امتحانات متعارف کرانے کی مشورہ دی۔ تو یونیورسٹی کے امتحانات کو مفید اور قابل اعتماد بنانے کی بات کہی گئی۔

7.3.2 سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن (1952)

اعلیٰ تعلیم کے بعد حکومت ہند کو اسکولی تعلیم کی بہتری احساس ہو اور اس سمت میں قدم اٹھاتے ہوئے ستمبر 1952 کو حکومت نے مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر لکشمن سوامی مدالیار کی صدارت میں 'سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن' تشکیل دیا۔ اس کمیشن کو چیئرمین کے نام پر اسے 'مدالیار کمیشن' بھی کہا جاتا ہے۔

سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن یا مدالیار کمیشن کی رپورٹ

تعلیم کے مناسب مقاصد۔ کمیشن کے ذریعہ متعین ثانوی تعلیم کے مقاصد بہت وسیع تھے۔ طلباء کی مکمل شخصیت کی نشوونما یعنی جسمانی، ذہنی، سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور کردار کی نشوونما کرنا تھا۔ تعلیم کے ذریعے طلبا کو جمہوری خواندگی کی ترقی، جمہوری اصولوں اور جمہوری طرز زندگی کے علم میں تربیت دینا تھا۔

منظم انتظامی ڈھانچہ۔ کمیشن نے ثانوی تعلیم کے نظام میں مرکزی حکومت کی شراکت پر زور دیا۔ مرکز کی طرح صوبوں میں صوبائی تعلیمی مشاورتی بورڈز کے قیام کی تجویز دی اور کہا کہ ہر صوبے میں ایک بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کی تشکیل ہونی چاہیے۔ اسکولوں کا انتظام کا باقاعدگی سے معائنہ کرنے پر زور دیا گیا۔

نصاب کی ترقی کے مناسب اصول۔ کمیشن نے ثانوی تعلیم کے نصاب کو چار بنیادوں پر تیار کرنے کی تجویز دی - حقیقت، جامعیت، افادیت اور ارتباط۔ یہ آج بھی نصاب کی ترقی کے اصول سمجھے جاتے ہیں۔ کمیشن نے ثانوی سطح کے نصاب میں ہم نصابی سرگرمیوں کو لازمی قرار دینے کی تجویز بھی دی۔

مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم - کمیشن نے مادری زبان کو ثانوی تعلیم کا ذریعہ بنانے پر زور دیا۔

کردار سازی اور نظم وضبط پر زور۔ کمیشن نے کردار سازی اور نظم وضبط پر خصوصی زور دیا اور ان کے حصول کے لیے ٹھوس تجاویز دیں۔

اساتذہ کی حالت میں بہتری۔ کمیشن نے اساتذہ کی تربیت کو موثر بنانے کے لیے ٹھوس تجاویز دیں۔ انہوں نے اساتذہ کی تقرری کے لیے قوانین بنانے پر زور دیا۔ اس نے ان کی تنخواہوں اور سروس کے حالات کو بہتر بنانے کی بھی سفارش کی۔

تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی پر زور۔ کمیشن نے ملٹی پرپس سیکنڈری اسکول کھولنے پر زور دیا۔ ان اسکولوں میں بچوں کو تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی اور مشاورت فراہم کی جائے۔ ہر اسکول میں اس کے انتظامات کرنے پر زور دیا۔

امتحانات۔ امتحانی نظام کو بہتر بنانے کے لیے کمیشن نے مضمون کے امتحان کے نقائص کو دور کرنے کے لیے ٹھوس تجاویز دیں۔ ان تجاویز میں سے دو بہت اہم ہیں۔ اول، مضمون کے سوالات کو احتیاط سے مرتب کیا جائے اور فکر انگیز سوالات پوچھے جائیں، اور دوم، مضمون کے امتحانات کے ساتھ معروضی امتحانات کا بھی اہتمام کیا جائے۔

7.3.3 قومی تعلیمی کمیشن (کوٹھاری کمیشن) (66-1964)

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آزادی کے بعد ملک میں نظام تعلیم کو بہتر بنانے کی کوششیں شروع کر دی گئی تھی۔ اس تناظر میں حکومت ہند کا پہلا بڑا قدم 'یونیورسٹی کمیشن' (رادھا کرشنن کمیشن) کا تقرر تھا۔ تعلیم کے میدان میں حکومت ہند کا دوسرا بڑا قدم 'سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن' (مدلیار کمیشن) کا تقرر تھا۔ ان کے تجاویز کے مطابق ایجوکیشن میں تبدیلیاں کی گئی لیکن اس سے وہ حاصل نہ ہو سکا جو ہم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا، تعلیم کی تنظیم نو کے بارے میں مجموعی طور پر سوچنے اور ملک کے لیے یکساں تعلیمی پالیسی بنانے کے مقصد کے ساتھ، حکومت ہند نے 1964 کو ڈاکٹر ڈی ایس کوٹھاری، چیئرمین، یونیورسٹی گرانٹ کمیشن، کی سربراہی میں ایک 17 رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ جسے 'نیشنل ایجوکیشن کمیشن' کے نام دیا گیا۔ اس کمیشن کو اس کے چیئرمین کے نام پر 'کوٹھاری کمیشن' بھی کہا جاتا ہے۔

نیشنل ایجوکیشن کمیشن کی سفارشیں

تعلیم کا مقصد۔ کمیشن کی رپورٹ کی پہلی سطر اس طرح تھی 'ملک کے مستقبل کی تشکیل کمرہ جماعت میں ہوتی ہے'۔ اس قول سے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کمیشن کے لئے تعلیم کے جامع مقاصد سماجی مساوات اور قومی یکجہتی کا حصولیابی، جمہوری اقدار کو فروغ، ثقافت کو محفوظ رکھتے ہوئے قوم میں جدیدیت لانااور لوگوں کے اخلاقی وروحانی ترقی کرنا تھا۔

بنیادی عناصر کی تشکیل۔ قومی تعلیمی کمیشن نے تعلیم کو قومی اہمیت کا موضوع بنانے اور بجٹ کے 6 فیصدی تعلیم پر خرچ کرنے کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے صوبوں میں مساوی تعلیمی ڈھانچہ کی تجویز پیش کی۔

تعلیمی منصوبہ بندی۔ قومی تعلیمی کمیشن نے تعلیمی منصوبہ بندی کی اہمیت کو واضح کیااور اس کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کی۔ کمیشن کا ماننا تھا نے تعلیمی منصوبہ بندی میں وقت کی پابند ہونی چاہیے، موجودہ اور مستقبل کے تقاضوں پر مبنی ہونی چاہیے، قومی اہداف پر مبنی ہونی اور دستیاب وسائل پر مبنی ہونی چاہیے۔

لازمی اور مفت تعلیم کا بندوبست۔ کمیشن نے ملک میں 6 سے 14 سال کی عمر کے تمام بچوں کے لیے لازمی اور مفت پرائمری تعلیم کے انتظامات پر زور دیا۔ کمیشن نے 20 سال کے اندر 6 سے 14 سال کی عمر کے سبھی بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی تجویز پیش کی۔ داخلہ لینے والے کل بچوں کے 70 فیصدی کو مڈل سطح پر مکمل ایجوکیشن کا بندوبست اور بقیہ 30 فیصد کو اعلیٰ تعلیم کے لیے تیار کرنے کا مشورہ دیا۔ ثانوی سطح پر تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی اور کونسلنگ کے لیے مناسب انتظامات کرنے پر زور دیاہے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کی سطح کو بلند کرنے کے لیے ٹھوس تجاویز بھی دیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹیوں کو خود مختاری اعلیٰ، تعلیم کے نصاب کو وسعت اور نئے کورسز شروع کرنے کی سفارش کی۔

ووکیشنل اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن۔ کمیشن نے اس بات پر زور دیا کہ ملک کے ہر شعبے میں مانگ کے بنیاد پر پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ تعلیم میں نصاب کو اپ ڈیٹ کرنے، اداروں کو وسائل سے آراستہ کرنے اور نظریاتی علم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت پر بھی زور دیا۔

سائنس کی تعلیم اور سائنسی تحقیق پر زور۔ کمیشن نے ملک کی جدید کاری کے لیے سائنس کی تعلیم کی ضرورت کو واضح کیا۔ انہوں نے سائنس کی تعلیم اور سائنسی تحقیق پر زیادہ خرچ کرنے کا مشورہ دیا۔

اساتذہ کی سطح اور اساتذہ کی تربیت سے متعلق مناسب تجاویز۔ کمیشن کی یہ تجویز ہمہ کہ جب تک اساتذہ کی سماجی اور معاشی سطح کو بلند نہیں کیا جائے گا تب تک اہل افراد کو اس پیشے کی طرف راغب نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے اساتذہ کے تنخواہ میں اضافے اور ان کی سروس کنڈیشنز کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز دیں۔ انہوں نے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت اور تدریسی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے تربیتی پروگراموں کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز دیں۔

تعلیمی مواقع کی مساوات پر زور۔ کمیشن نے تعلیمی مواقع کی مساوات بہت زور دیااور اس کو حاصل کرنے کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں نصاب، کسی بھی کورس میں داخلے کے لیے سب کے لیے یکساں مضامین، غریب اور مستحق طلبہ، پسماندہ، درج فہرست، قبائلی اور

پہاڑی ذات کے بچوں کو مالی امداد فراہم کرنے کی سفارش کی۔ پسماندہ افراد کے لیے خصوصی مالی امداد اور پرائمری تعلیم کو مفت بنانے اور ثانوی، اعلیٰ اور پیشہ ورانہ تعلیم میں وظائف کی فراہمی پر زور دیا۔

7.3.4 قومی تعلیمی پالیسی (1968)

کوٹھاری کمیشن (66-1964) نے 1966 کو حکومت ہند کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ حکومت ہند نے 1967 کو پارلیمنٹ کے اراکین کی ایک کمیٹی تشکیل دی اور کوٹھاری کمیشن کی تجاویز پر سنجیدگی سے غور کر نفاذ کے لیے منصوبہ تیار کرنے کو کہا۔ اس پارلیمانی کمیٹی نے کوٹھاری کمیشن کی تجاویز کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور پھر اس کی تجاویز کے بارے میں حکومت کو اپنی رائے پیش کی۔ کمیٹی نے سب سے پہلے تعلیم کے ذریعے قومی اتحاد کو مضبوط بنانے پر زور دیا۔ اس کے بعد سماجی مساوات کے حصول کے لیے کمیشن کی طرف سے تجویز کردہ مساوی اسکولی تعلیمی نظام کو اصول طور پر قبول کیا گیا۔ کمیٹی نے زبان کی پالیسی، کردار سازی، سائنس کی تعلیم و تحقیق اور تعلیمی مواقع کی برابری پر تفصیلی خیالات کا اظہار کیا۔ تعلیم کی تمام سطحوں کو معیاری اور بہتر کرنے پر زور دیا۔ کمیشن نے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو تعلیمی ذمہ داریوں کو واضح کیا اور ترجیحات کی بنیاد پر مستقبل کے پروگرام کا خاکہ پیش کیا۔ کمیٹی کی یہ رپورٹ 1968 میں پارلیمنٹ کے سرمائی اجلاس میں پیش کی گئی تھی۔ پارلیمنٹ میں اس پر طویل بحث ہوئی اور ایک قومی تعلیمی پالیسی کو حتمی شکل دی گئی۔ حکومت نے اس پالیسی کا باقاعدہ اعلان جولائی 1968 میں کیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1968 کے اہم نکات

1۔ اس تعلیمی پالیسی میں تعلیم کو قومی اہمیت کا موضوع سمجھا گیا۔

2۔ حکومت تعلیم پر مرکزی بجٹ کا 6 فیصدی خرچ کرنے کی تجویز کو نافذ کرنے کی کوشش کرے گی۔

3۔ پورے ملک میں ایک ہی تعلیمی ڈھانچہ 3+2+10 نافذ کرنے کو قبول کیا گیا۔

4۔ ہندوستانی زبانوں کی ترقی پر زور دیا جائے گا۔

5۔ 6 سے 14 سال کے سبھی بچوں کو لازمی اور مفت پرائمری تعلیم فراہم کرنے پر زور دیا گیا۔

6۔ تعلیم کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کی معیاری کے بہتری پر بھی زور دیا گیا۔

7۔ زراعت، ووکیشنل، ٹیکنیکل اور انجینئرنگ کی تعلیم پر خصوصی زور دیا گیا۔

8۔ سائنس کی تعلیم اور سائنسی تحقیق پر خصوصی توجہ دینے کی بات کہی گئی۔

9۔ امتحانی نظام کو ہر سطح پر بہتر کرنے کی بات کہی گئی۔

7.3.5 قومی تعلیمی پالیسی۔1986 اور ایکشن پلان 1992

قومی تعلیمی پالیسی 1986 کا مقصد مشترکہ قومی نظام تعلیم نافذ کرنا تھا۔ صنفی، معاشی، سماجی حد بندی اور تفاوتوں کو دور کر بغیر کسی امتیاز کے سب کو یکساں تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں۔ اس کے عمل سے متعلق اہم نکات جو قومی تعلیمی پالیسی، 1986 اور اس کے ایکشن پلان، 1992 میں شامل کئے گئے۔ قومی پالیسی 1986 میں درج ذیل باتیں کہی گئی۔

1۔ اس تعلیمی پالیسی میں قومی سطح پر 'انڈین ایجوکیشن سروس'، صوبائی سطح پر 'پرونشل ایجوکیشن سروس' اور ضلعی سطح پر 'ڈسٹرکٹ ایجوکیشن کونسل' کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے۔

2۔ سبھی کو تعلیم کی فراہمی کے لیے مناسب فنڈز فراہم کیے جائیں گے۔ مرکز اپنے بجٹ میں تعلیم پر 6 فیصد کا انتظام کرے گا۔

3۔ 10+2+3 تعلیمی ڈھانچہ پورے ملک میں نافذ کی جائے گا۔

4۔ ہونہار طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے تیار کیا جائے گا۔ عام طلبہ کو ان کی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق پیشہ ورانہ تعلیم فراہم کی جائے گی۔

5۔ میڈیکل، زراعت، سائنس اور تکنیکی تعلیم کے لیے انتظامات کیے جائیں گے۔

6۔ پری پرائمری، پرائمری، سیکنڈری اور اعلیٰ تعلیم کے نصاب کو بہتر بنانے اور ان کے معیار کو بلند کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

7۔ 6 سے 14 سال کی عمر کے 100 فیصد بچوں کو اپر پرائمری تعلیم تک رسائی فراہم کی جائے گی۔ پرائمری سکولوں کی حالت بہتر بنائی جائے گی۔

8۔ آپریشن بلیک بورڈ منصوبے کے تحت کم از کم دو کمروں، ایک برآمدہ، دو بیت الخلاء، دو اساتذہ (جس میں ایک خاتون ٹیچر)، لائبریری، درسی و تدریسی اشیاء (بلیک بورڈ، چاک، جھاڑن، نقشے، سائنس کٹ)، ٹاٹ، کھیل کا میدان فراہم کیا جائے گا۔

9۔ ایسے بچے جو کسی وجہ سے رسمی تعلیمی مراکز میں داخلہ نہیں لے پائے ہو، ان کے لیے غیر رسمی تعلیمی مراکز کھولے جائیں۔

10۔ اعلیٰ تعلیم کا سبھی تک رسائی کے لیے اوپن یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔

11۔ ثانوی سطح پر سہ لسانی فارمولہ لاگو کیا جائے گا۔ ریاضی، سائنس، سماجی سائنس، انسانیت، تاریخ، قومیت، آئینی ذمہ داریاں، شہری حقوق اور فرائض، ثقافتی اقدار اور کام کا تجربہ لازمی قرار دیا جائے گا۔

12۔ ہر ضلع میں ایک نوودیا ودیالیہ قائم کیا جائے گا جہاں دیہاتی علاقہ کے ہونہار بچوں کو مفت معیاری تعلیم دی جائے گی۔ یہ دوسرے اسکولوں کے لیے ایک ماڈل اسکول ہو گا۔

13۔ اعلیٰ تعلیم کو اپ گریڈ کیا جائے گا۔ اعلیٰ تعلیم کے ذریعے طلباء میں مخصوص علم اور ہنر پیدا کیے جائیں گے جو قوم کی ترقی کا باعث بنے گی۔ اس کے موجودہ کورسز کو بہتر بنایا جائے گا۔ نیز اساتذہ کے کام کا جائزہ لیا جائے گا اور ان کی ترقی میرٹ کی بنیاد پر کی جائے گی۔

14۔ اعلیٰ تعلیم کے معیار کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) کی ہو گی۔

15۔ امتحانی نظام اور تشخیص کے عمل کو بہتر کیا جائے گا۔ تشخیص کو ایک مسلسل عمل بنایا جائے گا۔ بیرونی جانچ کے بجائے اندرونی تشخیص کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ امتحانات کو اور قابل اعتماد بنایا جائے گا۔ سوالیہ پرچوں کی ترتیب اور جوابی کتابوں کی جانچ کو اور معیاری بنایا جائے گا۔

16۔ ہر ضلع میں 'ڈسٹرکٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ' قائم کئے جائیں گے۔ اساتذہ کی تربیت اور اس شعبے میں تحقیقی کام کا انتظام کیا جائے گا۔ بہترین ٹیچر ایجوکیشن کالجوں کو اپ گریڈ کیا جائے گا۔

خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔ لڑکا اور لڑکی کی تعلیم میں کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔ تعلیمی مواقع کی برابری کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں گے۔ خواتین، درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور اقلیتوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں گے۔ پسماندہ طبقات اور معذوروں بچوں کے لیے سرکار خصوصی انتظامات کرے گی۔ اور سب کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم کی جائے گی۔

ایکشن پلان (1992)

حکومت ہند نے قومی پالیسی 1986 کو اور بہتر اور موثر بنانے کے لئے 1992 میں قومی تعلیمی پالیسی 1986 میں ترمیم کی اور اسے ایکشن پلان 1992 کے نام سے شائع کیا۔ اس میں قومی پالیسی 1986 کے موضوعات کو تبدیلی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایکشن پلان 1992 کے ترمیم ذیل ہیں۔

- خواتین کی مساوات کے لیے تعلیم، درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات کی تعلیم، اقلیتوں کی تعلیم، معذور افراد بالغ اور مسلسل تعلیم، ابتدائی بچپن کی دیکھ بھال اور تعلیم، ابتدائی تعلیم، تحقیق اور ترقی، کی تعلیم، ثانوی تعلیم، نوودیا ودیالیہ،
- پیشہ ورانہ تعلیم، اعلیٰ تعلیم، ماس کمیونیکیشن اور تعلیمی ٹیکنالوجی، تشخیصی عمل اور امتحانی اصلاحات، اساتذہ اور ان کی تربیت اور تعلیم کا انتظام وغیرہ موضوعوں پر ترمیم کی گئی۔

7.4 قومی تعلیمی پالیسی (National Education Policy-2020)

قومی تعلیمی پالیسی۔ 1986 اور ایکشن پلان 1992 کو نافذ ہوئے 25 سال سے زیادہ ہو گئے تھے اس درمیان سماجی، سیاسی، معاشی اور تکنیکی طور پر کافی بدلاؤ آئے اور ایک نئی تعلیمی پالیسی کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ حکومت اس کے مد نظر مشہور سائنس داں کستوری رنجن کے صدارت میں ایک کمیشن قائم کیا گیا جس نے اپنی رپورٹ سرکار کو پیش کی۔ اس کمیشن کے تجاویز کے بنیاد پر حکومت نے ایک نئی قومی تعلیمی پالیسی۔ 2020 کا اعلان کی۔ اس قومی تعلیمی پالیسی میں اسکولی تعلیم، اعلیٰ تعلیم اور پیشہ وارانہ تعلیم کے ترقی اور فروغ کے لئے کئی انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس کے نفاذ کے لیے متعدد ایکشن پلان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی۔ 2020 کے اہم نقات درج ذیل ہیں۔

- پری پرائمری سے گریڈ 12 تک اسکول کی تمام سطحوں پر عالمگیر رسائی کو یقینی بنانا۔
- 3 سے 6 سال کے تمام بچوں کے لیے ابتدائی بچپن کی نگہداشت اور تعلیم کو یقینی بنانا۔
- نیا تعلیمی ڈھانچہ (5+3+3+4) پیش کیا گیا ہے۔

- کثیر لسانی اور ہندوستانی زبانوں کو فروغ دینے پر زور دیا کائے گا۔
- گریڈ 5 تک کا تعلیم گھریلو زبان / مادری زبان / مقامی زبان / علاقائی زبان ہو گی۔ اسے گریڈ 8 اور اس سے آگے تک ترجیح دی جائے۔
- تعلیمی سال میں طلباء کو بورڈ کے امتحانات میں بہتری کے مواقع دیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو۔
- ایک نئے قومی تشخیصی مرکز (کارکردگی کا جائزہ، جائزہ اور علم کا تجزیہ برائے جامع ترقی) قائم کیا جائے گا۔
- مساوی اور جامع تعلیم کو فروغ دیا جائے گا۔
- سماجی، تعلیمی اور اقتصادی طور پر پسماندہ گروہوں کے لئے (SEDGs) پسماندہ علاقوں اور گروپوں کے لیے علیحدہ صنفی شمولیت فنڈ اور خصوصی تعلیمی زون بنائے جائیں گے۔
- اسکول کمپلیکس اور کلسٹرز کے ذریعے تمام وسائل کی دستیابی کو یقینی بنانا۔
- اسکول اور اعلیٰ تعلیمی نظام میں پیشہ ورانہ تعلیم کی نمائش۔
- اعلیٰ تعلیم میں مجموعی اندراج کا تناسب کو 2030 تک 50 فیصد تک لے جانے کی کوشش کی جائے گی۔
- متعدد داخلے / خارجی اختیارات کے ساتھ جامع اور کثیر المضامین تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔
- اکیڈمک بینک آف کریڈٹ کا قیام کیا جائے گا۔
- ملٹی ڈسپلنری ایجوکیشن اینڈ ریسرچ یونیورسٹیز کا قیام ہو گا۔ (MERUs)
- نیشنل ریسرچ فاؤنڈیشن کا قیام۔ (NRF)
- ٹیچر ایجوکیشن - 4 سالہ مربوط بیچلر آف ایجوکیشن کو 2030 تک پورے ملک میں نافذ کر دیا جائے گا۔
- مرکزی اور ریاستی حکومتیں مل کر تعلیم کے شعبے میں خرچ کو بڑھا کر جی ڈی پی کے 6 فیصد تک پہنچائینگی۔
- سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن، کو اور مضبوط بنانا تاکہ ہم آہنگی کو یقینی بنایا جاسکے تاکہ معیاری تعلیم پر مجموعی توجہ مرکوز کی جا سکے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. عیسائی مشنریوں کی تعلیمی سرگرمیوں میں پرتگالی اور انگریزوں کے طریقۂ تعلیم میں کیا فرق تھا؟
2. میکالے منٹس (1835) کے اہم نکات مختصراً بیان کریں۔
3. ووڈ ڈسپیچ (1854) کے تحت تعلیم میں کون سی بڑی اصلاحات متعارف ہوئیں؟

7.5 خلاصہ (Summary)

جدید ہندوستان میں آزادی سے قبل انگریزوں کی حکومت رہی۔ اس دور میں کئی انگریزی پادری اور مشنریز ہندوستان آئے۔ انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ کے اتھ ساتھ کئی تعلیمی ادارے قائم کئے۔ انگریزی حکومت نے اپنے مفاد اور ہندوستانی عوام کے مطالبہ پر کئی تعلیمی کمیشن اور کمیٹی قائم کئے۔انگریزوں نے ہندوستان میں مغربی تعلیمی نظام کو تعارف کیے۔ آزادی کے بعد حکومت ہندنے بھی تعلیمی ترقی کے لئے کئی اقدامات اٹھائے گئے۔ کئی تعلیمی کمیٹیاں اور کمیشن قائم کئے گئے اور ان کے تجاویز کے بنیاد پر قومی تعلیمی پالیسیاں بنائی گئی اور اسے نافذ کرملک میں تعلم کو وسعت دی گئی۔ حکومت ہند آج بھی تعلیم کے ترقی کے لئے مسلسل کوشاں ہے۔

7.6 فرہنگ(Glossary)

سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن(CABE)

ملٹی ڈسپلنری ایجوکیشن اینڈ ریسرچ یونیورسٹیز(MERUs)

نیشنل ریسرچ فاؤنڈیشن(NRF)

سماجی، تعلیمی اور اقتصادی طور پر پسماندہ گروہوں (SEDGs)

چارٹر۔ انگلیش حکومت کے ذریعے ہندوستان میں کمپنی کو دی جانے والی تجارتی اجازت

گرانٹ۔ سرکاری مالی امداد

7.7 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد اب آپ:

- ہندوستان میں آزادی کے قبل کے تعلیمی نظام سے واقفیت ہوگئی۔
- آزادی کے قبل کی تعلیمی کمیٹیوں اور کمیشنوں کے تجاویز سے آشنا ہوگئے۔
- ہندوستان میں آزادی کے بعد کی تعلیمی نظام سے واقفیت ہوگئی۔
- آزادی کے قبل کی تعلیمی کمیٹیوں اور کمیشنوں کے تجاویز سے آشنا ہوگئے۔
- موجودہ دور میں نافذ تعلیمی پالیسی سے واقف ہوگئے۔

7.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type questions)

1۔ میں پرتگالی ملاح واسکوڈے گامایورپ سے ہندوستان سمندری راستہ سے کس سن پہنچا؟(1495/**1498**/1450/1465)

2۔ فرانسیسی تاجر کس سن عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئے؟(1699/1652/1675/**1667**)

3۔ سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن 1952 کے صدر کون تھے؟(ڈاکٹر لکشمن سوامی مدلیار/ڈاکٹر ذاکر حسین/رادھا کر شنن/کوٹھاری)

4۔ووڈ ڈسپیچ کس سن قائم کیا گیا تھا؟(1856/**1854**/1852/1896)

5۔لارڈ میکالے گورنر جنرل کونسل میں کس عہدے پر ہندوستان آیا تھا؟(صوبائی گورنر/مجسٹریٹ/کرنل/**قانونی مشیر**)

6۔ہنٹر کمیشن کا تقرر بنیادی طور کس تعلیم کی صور تحال کا مطالعہ کرنے کے کئے قائم کیا گیا تھا؟(ثانوی/**پرائمری**/اعلیٰ/پیشہ وارانہ)

7۔ قومی تعلیمی پالیسی 1968 میں کس تعلیمی ڈھانچہ کو نافذ کرنے کو قبول کیا گیا؟(10+2+3/10+2/4+8+3/8+2+3)

8۔'نوودیا ودیالیہ' کس تعلیمی پالیسی کے تحت کھولا گیا؟(1968/1986/2020/1952)

9۔یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی تشکیل کی سفارش کس تعلیمی کمیشن نے کی تھی؟(مدالیر/**رادھاکرشنن**/کوٹھاری/ہنٹر)

10۔ نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے صدر تھے؟(ڈالمیا/نرندر مودی/**کستوریرنگن**/ناگراجن)

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1۔لارڈ میکالے مینٹس کے بارے میں لکھیں؟

2۔ووڈ ڈیپیچ پر ایک مختصر نوٹ لکھیں؟

3۔ہنٹر کمیشن کے سفارشات کو لکھیں؟

5۔رادھا کر شنن کمیشن کے تجویز کو لکھیں؟

5۔کوٹھاری کمیشن کے سفارشات کو لکھیں؟

6۔مدالیر کمیشن پر ایک مختصر نوٹ لکھیں؟

7۔ تعلیمی پالیسی 1968 کے اہم نقات کو لکھیں؟

8۔پلان آف ایکشن 1992 پر ایک نوٹ لکھیں؟

9۔ قومی تعلیمی پالیسی 1986 کے بارے میں لکھیں؟

10۔ نئی تعلیمی پالیسی پر مختصر تبصرہ کریں؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1۔ آزادی ے قبل کے تعلیمی نظام کے بارے میں تفصیل سے لکھے؟

2۔ آزادی کے بعد کے تعلیمی ترقی کے لئے سرکار کے ذریعے اٹھائے گئے اقدامات کے بارے میں لکھیں؟

3۔ کوٹھاری کمیشن پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں؟

4۔ نئی تعلیمی پالیسی 2020 کے بارے میں تفصیل سے لکھیں؟

5۔رادھا کرشنن کمیشن کے سفارشات کو لکھیں؟

نوٹ۔معروضی سوالوں کے جواب بولڈ کیا ہوا ہے۔

7.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد

- History, Development and Problems of Indian Education- Lal & sharma, 2009, R.Lal, Merut.
- History of Education in India, -R.N. Sharma, 2023, Atlantic Publisher.
- History of Education in India,- Suresh C. Ghose, 2007, Rawat Publication.
- History of Education in India, Edit- S. Simlandy & R. Islam , 2022, Scriptor Publication.
- History of Education in Modern India, - S.C. Ghose, 2013, Orient Blackswan P.L.
- Glimpses of Education in Modern India- N.V. Meera, 2023, Self Publication.
- Education in Modern India: Global Trends and Development–R.P. Pathak, Atlantic Publication
- Secondary Education in Modern India (1800-2022)- Dr. V.B. Shastry, Notion Press
- Education in Modern India- R.K. Pruthi,
- Development and Education in Modern India – A.K. Dandapat, 2018, Raj Publication

اکائی 8
ہندوستانی تعلیمی مفکرین
(Indian Educational Thinkers)*

8.0 تمہید(Introduction)
8.1 مقاصد(Objectives)
8.2 رابندر ناتھ ٹیگور(Rabindranath Tagore)
8.3 سری اربندو گھوش(Sri Aurobindo Ghosh)
8.4 موہن داس کرم چند گاندھی(Mahatma Gandhi)
8.5 علامہ اقبال(Allama Iqbal)
8.6 سر سید احمد خاں(Sir Syed Ahmad Khan)
8.7 مولانا ابوالکلام آزاد(Maulana Abul Kalam Azad)
8.8 خلاصہ(Summary)
8.9 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)
8.10 فرہنگ(Glossary)
8.11 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)
8.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Reading Material)

8.0 تمہید(Introduction)

رابندر ناتھ ٹیگور، سری اربندو گھوش، مہاتما گاندھی، علامہ اقبال، سر سید احمد خاں اور مولانا آزاد سیاسی، سماجی، تعلیمی اور ادبی دنیا کے نامور شخصیتیں ہیں۔ ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ٹیگور نے ادب کے میدان میں نوبل انعام حاصل کیے۔ سری اربندو گھوش نے

* Dr. Nehal Ahmad Ansari, Assistant Professor, MANUU CTE, Asansol

سیاسی، سماجی اور تعلیمی میدان میں اپنے خدمات انجام دیں، وہی مہاتما گاندھی کے خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ علامہ اقبال اپنے فلسفہ وفکر کے لئے جانے جاتے ہیں وہی سرید احمد خاں کو سماجی و تعلیمی بیداری اور اردو ادب کے خدمات کے لئے جانا جاتا ہے۔ مولانا آزاد نہ صرف علم دین، تھے بلکہ ایک کامیاب سیاست داں اور ماہر تعلیم بھی تھے۔

8.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ٹیگور کے تعلیمی افکار کو جان جائیں۔
- سری اربندو گھوش کے فلسفہ کو سمجھ جائیں۔
- مہاتما گاندھی کے تعلیمی نظریہ سے واقف ہو جائیں۔
- علامہ اقبال کے فلسفہ کو سمجھ جائیں۔
- سر سید کے سماجی و تعلیمی افکار سے واقف ہو جائیں۔
- مولانا آزاد کے تعلیمی نظریہ کو سمجھ جائیں۔

8.2 رابندر ناتھ ٹیگور(Rabindranath Tagore)

حالات زندگی

رابندر ناتھ ٹیگور ایک مشہور شاعر، ناول نگار، ڈرامہ نگار، مصور، عظیم فلسفی اور ماہر تعلیم تھے۔ ان کی عالمانہ صلاحیت کے وجہ سے انہیں 'گرودیو' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی پیدائش 6 مئی 1861 کو کلکتہ کے ایک تعلیم یافتہ اور معزز گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مہارشی دیویندر ناتھ ٹیگور سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انہیں بنگال اکیڈمی بھیجا گیا۔ وہ یہاں کی منظم اور غیر فعال تعلیم سے بہت جلد بور ہو گئے اور اکیڈمی میں پڑھنا چھوڑ دیا۔ 1877 میں ٹیگور کو قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلینڈ بھیجا گیا لیکن وہ وہاں بھی مطمئن نہیں ہوئے اور بغیر کوئی تعلیمی ڈگری لیے ہندوستان واپس چلے آئے۔ اس طرح ٹیگور کی تعلیم زیادہ تر گھریلو اور خود مطالعہ کے ذریعے ہوئی۔ بچپن سے ہی بنگالی رسالوں میں مضامین لکھنا شروع کر دیے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی دلچسپی ادب کی طرف بڑھنے لگی۔ انہوں نے کئی نظمیں، ناول اور ڈرامے لکھے۔ رابندر ناتھ ٹیگور کو ان کی تخلیق 'گیتانجلی' کے لیے 1913 میں 'نوبل' انعام دیا گیا۔ اسی سال کلکتہ یونیورسٹی نے انہیں 'ڈی لٹ' کی ڈگری سے نوازا۔ یہی نہیں 1915ء میں حکومت ہند نے ٹیگور کو 'نائٹ' کا خطاب دیا لیکن جلیانوالہ باغ کے واقعے پر انہوں نے یہ اعزاز واپس کر دیا۔ انہوں نے 22 ستمبر 1921 کو 'شانتی نیکیتن' قائم کیا جو آج 'وشوبھارتی' کے نام مشہور مرکزی یونیورسٹی ہے۔ اس بین الاقوامی یونیورسٹی کا مقصد مشرق اور مغرب کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنا تھا۔ بالآخر 1941 میں ان کا دنیاوی سفر ختم ہوا۔

رابندر ناتھ ٹیگور کا فلسفہ تعلیم

رابندر ناتھ ٹیگور بنیادی طور سے فلسفہ مثالیت اور فطرتیت کے پیرو کار تھے۔ ٹیگور کا ماننا تھا کہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بچے کو آزاد ماحول کا ملنا انتہائی ضروری ہے۔ بچوں کو ہر قسم کی پابندیوں سے دور رکھا جانا چاہئے تا کہ وہ کلاس میں یا گھر میں خوف سے خاموش نہ رہے۔ 'روسو' کی طرح ٹیگور بھی فطرت کو بچے کی تعلیم کے لئے بہترین ذریعہ مانتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ بچے کی تعلیم فطری اور آزادانہ طور پر ہونی چاہیے۔ فطری مطالعہ کے طریقے بچوں کے لیے انتہائی مفید ہوتے ہیں۔ اس تعلیمی ماحول کے ذریعے بچوں اور فطرت کے درمیان حقیقی رابطہ قائم ہوتا ہے جس کی وجہ سے بچے خوشی اور مسرت کا تجربہ کرتے ہیں اور براہ راست علم حاصل کرتے ہیں۔ ٹیگور کا خیال تھا کہ خدا کی وحی فطرت کے ذریعے زیادہ واضح ہوتی ہے۔ اس لیے بچوں کی تعلیم فطرت کی گود میں ہونی چاہیے تا کہ وہ فطرت کے اصولوں کے ساتھ امن اور محبت کا جذبہ سیکھ سکے۔ تعلیم کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے خود ٹیگور نے لکھا ہے کہ ''بہترین تعلیم وہ ہے جو نہ صرف ہمیں معلومات اور علم فراہم کرے بلکہ دنیا کے تمام جانداروں کے ساتھ ہماری زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرے۔''

ان کا ماننا تھا کہ تعلیم زندگی کی ضرورتوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ اگر تعلیم کو حقیقی زندگی سے الگ کر دیا جائے تو اس سے معاشرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ تعلیم کا تعلق فطرت اور انسان سے مسلسل قائم رہنا چاہیے۔ بچوں کو فطرت کے ساتھ سماجی رویے کے دھارے سے بھی جوڑا جانا چاہیے۔ انہیں باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ٹیگور نے شہر کے شور و غل سے بہت دور قدرت کی گود میں اپنا تعلیمی ادارہ ''شانتی نکیتن'' کھولا۔

نصاب

ٹیگور ایک وسیع نصاب کی بات کرتے ہیں۔ ان کے نصابی خاکہ میں مضامین کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں کو بھی جگہ دینے کے حق میں ہے۔ آج بھی ان کے 'وشوابھارتی' کے نصاب میں تاریخ، جغرافیہ، اور عملی سائنس کے ساتھ ساتھ مواصلات، فیلڈ اسٹڈی، میوزیم کے لیے مختلف اشیاء کا مجموعہ، اصل ساخت، ڈرائنگ اور مختلف صنعتیں جیسے چمڑے کا کام اور دستکاری شامل ہیں۔ سلائی، بُنائی، کتائی، برتن اور کاغذ وغیرہ بنانے کی سرگرمیاں، ڈرامہ، رقص، نظمیں، نمائشیں، کھیل، سماجی خدمت، طلبہ کی خود مختاری، فطرت کا مطالعہ، فارمنگ لیبارٹری وغیرہ بھی شامل ہیں۔

تعلیم کے طریقے تدریس

ٹیگور کا خیال تھا کہ کمرہ جماعت میں پڑھائی جانے والی تعلیم نہ تو بچوں کو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے جسم پر۔ اس لیے وہ تعلیم کو تجربہ اور عمل کے ذریعے دینے کے حامی تھے۔ ان کے طریقے تدریس فطری اور عملی ہے جیسے۔ سفر کے دوران پڑھانا، بحث و مباحثہ، ڈرامائی طریقہ، سوالات جواب کا طریقہ، سمینار، سرگرمی کے ذریعے سکھانا، ڈرامائی طریقہ وغیرہ بہترین طریقے کار ہیں۔

استاد

ٹیگور کا خیال تھا کہ استاد کا کام صرف بچوں کو کتابی جانکاری دینا نہیں ہے بلکہ اس کی مکمل نشو و نما کرنا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے تعلیمی منصوبے میں استاد کو اہم مقام دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ معلم کو تعلیم کا بنیادی ستون سمجھتے ہیں۔ استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کی پاکیزگی پر یقین رکھے اور اس کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آئے۔ استاد کو کتابی علم پر زور نہیں دینا چاہیے بلکہ ایسا ماحول بنانا چاہیے جس میں بچہ متحرک رہتے ہوئے اپنے ذاتی تجربات سے خود سیکھتا رہے۔ استاد بچوں کی تخلیقی قوتوں کو ابھارتا رہے تاکہ وہ تخلیقی کاموں میں مصروف رہیں۔

رابندر ناتھ ٹیگور کے تعلیمی فلسفے کا جائزہ

ٹیگور فلسفہ تصوریت، فطرتیت اور عملیت کے حامی تھے۔ انہوں نے فطرت کو انسانوں کی روحانی نشو و نما کے لیے واحد اور بہترین ذریعہ کے طور پر قبول کیا اور تجویز پیش کی کہ اسکول شہروں سے دور جنگلات کے کھلے قدرتی ماحول میں ہو، جیسے قدیم گروکل ہوتے تھے۔ ٹیگور کا خیال تھا کہ حقیقی تعلیم محض کتابوں کے حفظ تک محدود نہیں ہے بلکہ زندگی اور معاشرے کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ ٹیگور کے مطابق تعلیم کا حتمی مقصد بچے میں قومی اور بین الاقوامی نقطہ نظر کو فروغ دینا تھا۔ ٹیگور چاہتے تھے کہ تعلیم کے ذریعے بچے کو بین الاقوامی معاشرے سے جوڑ دیا جائے۔ اس ان میں بین الاقوامی معاشرے کی سمجھ بڑے گی اور وہ اس کی ترقی کے لیے کوشش کریں گے۔

8.3 سری اربندو گھوش (Sri Aurobindo Ghosh)

زندگی کا تعارف

سری اروبندو گھوش 1872ء میں ہندوستان کے مشہور شہر کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے انہیں صرف 6 سال کی عمر میں انگلینڈ بھیج دیا تاکہ وہ ایک مصنوعی انگریز بن سکیں۔ وہاں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اروبندو نے عظیم ادیبوں اور شاعروں کی اصل تخلیقات کا مطالعہ کیا۔ اس کے لئے انہوں نہ صرف یونانی اور لاطینی زبانوں پر مکمل عبور حاصل کیا بلکہ کئی یورپی زبانیں جیسے فرانسیسی، جرمن اور اطالوی وغیرہ بھی سیکھیں۔ 14 سال کی عمر تک انہوں نے انگلینڈ میں خالص مغربی تعلیم حاصل کی۔ 1890 میں اروبندو نے 'انڈین سول سروس' (آئی سی ایس) کا امتحان پاس کیا لیکن گھڑ سواری میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ناکامیاب قرار دیئے گئے۔ وہ 1893 میں ہندوستان واپس آئے اور دوسری ملازمت اختیار کر لی۔ 1905 میں بنگال کی تقسیم کے بعد اروبندو نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور سیاسی میدان میں کود پڑے۔ دھیرے دھیرے 'بندے ماترم'، 'کرمایوگین' اور 'دھرم' جیسے اپنے اخبارات اور اثر انگیز تقاریر کے ذریعے انھوں نے ملک میں قوم پرستی کے جذبے کو بیدار کیا۔ 'دی لائف ڈیوائن' ان کی بہت مشہور کتاب ہے۔ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے وہ کئی بار جیل گئے۔ 1915 میں اپنی سیاسی سرگرمیاں چھوڑ دیں اور روحانی زندگی گزارنے کے لیے فرانسیسی کالونی 'پانڈیچیری' میں رہنے لگے۔ جہاں انہوں نے سماجی و تعلیمی خدمات کے غرض سے ایک آشرم قائم کیا۔ یہ آشرم آج بھی 'اروبندو آشرم' کے نام سے مشہور ہے۔ سری اروبندو کا انتقال 1950 میں ہوا۔

تعلیم کا فلسفہ

سری اروبندو ایک آئیڈیلسٹ مزاج کے انسان تھے۔اس لئے ان کے فلسفہ کی بنیاد وید، اپنشد اور ویدانت تھے۔ وہ زندگی میں روحانی مشق، یوگا اور برہمہ کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے ترقی کے اصول پر یقین رکھتے تھے۔ اروبندو کا خیال تھا کہ ترقی کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مرحلہ آتا ہے جب انسان ایک اعلیٰ ذہنی سطح پر پہنچ جاتا ہے اور خود 'سپر ہیومن' بن جاتا ہے۔ اس درجے پر پہنچنے کے بعد انسان کو حقیقی خوشی اور تسکین حاصل ہوتا ہے۔ اسے کائنات کے اسرار اور وسیع حقیقت کا مکمل علم حاصل ہو جاتا ہے۔

سری اروبندو ایک عظیم فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ درجے کے ماہر تعلیم بھی تھے۔ اس نے بنی نوع انسان کو اعلیٰ ترین روحانی ترقی کا راستہ دکھایا۔ اروبندو نے اپنے ہفتہ وار 'کرمایوگین' میں تعلیم سے متعلق اپنے خیالات شائع کیے اور کہا کہ تعلیم کا چار بنیادیں دماغ، نفسیات، عقل اور علم ہیں۔ اساتذہ کو بچوں کے ان چاروں بنیادوں کو زیادہ سے زیادہ نشوونما فراہم کرنی چاہیے۔ ایک آئیڈیلسٹ ہونے کے ناطے اروبندو کا تعلیمی فلسفہ روحانی مشق، برہمہ اور یوگا پر مبنی تھا۔ ان کے مطابق انسان کے پاس نہ صرف جسمانی روح ہے بلکہ اس کے پاس فکری، ذہنی، روحانی، خاص دماغ اور اعلیٰ روحانی وجود بھی ہے۔ یہی نہیں انسان خدا کو پہچاننے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ لیکن خدا کو پہچاننے کے لیے خود غرضی سے اوپر اٹھنا ہوتا ہے جو کہ آسان کام نہیں ہے۔ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انسان کی سوچ کو پروان چڑھانا ضروری ہے۔ اروبندو کے مطابق حقیقی تعلیم وہ تعلیم ہے جو ایک آزاد ماحول میں اس کی فعال، فکری، اخلاقی اور جمالیاتی قوتوں کو اس کی دلچسپیوں کے مطابق ترقی دے کر اس کی روحانی نشوونما میں مدد کریں۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ " حقیقی تعلیم وہ ہے جو انسان کو اس کی تمام موروثی قوتوں کو ترقی دے کر کامیاب بنانے میں معاون ہو۔"

تعلیم کے بنیادی اصول

سری اروبندو تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کی روحانی ترقی مانتے تھے۔ اروبندو کے مطابق بچوں کو بنیادی تعلیم مادری زبان سے دی جانی چاہیے۔ تعلیم بچوں کے رویوں اور نفسیاتی حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ تعلیم کے ذریعے بچوں کی پوشیدہ قوتوں کو پروان چڑایا جانا چاہئے تاکہ بچوں کو جسمانی طور پر پاکیزگی مل سکے۔ تعلیم سے بچوں کی تمام قوتوں کا نشوونما ہونی چاہیے تاکہ وہ ایک مکمل انسان بن سکے۔ ان کے مطابق ہر انسان میں کوئی نہ کوئی الٰہی عنصر ہوتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے اس الٰہی عنصر کو دریافت کر اس کی نشوونما کی جانی چاہئے۔ اس سے انسان اپنے روحانی کمال کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں " تعلیم کا بنیادی مقصد ترقی پذیر روح کی نشوونما، اس میں جو بہترین ہے اس کا اظہار کرنا اور اسے عظیم کام کے لیے کامل بنانا ہونا چاہیے۔"

نصاب

سری اروبندو نے بچوں کی تمام قوتوں کو نشوونما دینے کے لیے ایک آزاد ماحول کی حماتی تھے۔ وہ نصاب میں وہ تمام مضامین شامل کرنے کی تجویز دی جن سے بچوں کی دلچسپیوں میں اضافہ ہو اور وہ تعلیمی اظہار اور سرگرمیوں کے طرف متوجہ ہوں۔ اروبندو ہر موضوع کو ایک نئی شکل دینا چاہتے تھے۔ اسے وہ اس حد تک ترقی دینا چاہتے تھے تاکہ اس کے ذریعے انسانیت کو فروغ دیا جا سکے۔ انھوں نے نصاب بنانے کے لیے کئی اصول پیش کیے جیسے۔ نصاب دلچسپ ہو، طلبا مرکوز ہو، اس میں اقدار ہو وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مضامین کو نصاب میں جگہ

دی جائے جو فکری اور روحانی ترقی کا باعث بنیں۔ نصاب کے مضامین میں بچوں کو متوجہ کرنے کی طاقت ہونی چاہیے۔ نصاب کے مضامین میں زندگی سے متعلق خصوصیات ہونی چاہئیں۔

تعلیم کے طریقے کار

سری اروبندو کے مطابق بچوں کو آزاد ماحول میں تعلیم دی جائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر سکے۔ بچوں کو ساتھ پیار اور ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ تعلیم مادری زبان میں دی جانی چاہیے۔ استاد کو بچے کی دلچسپیوں کا خیال کر اس کے مطابق تعلیم دی جانی چاہیے۔ بچے کو خود کوشش اور خود تجربہ کے ذریعے سیکھنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں۔ بچوں کی سرگرمیوں کو اہم مقام دیا اور کہا کہ بچوں کو خود کر کے سیکھنے کے مواقع ملنا چاہئیں۔ پڑھنے اور سیکھنے کا کام باہمی تعاون سے ہو۔ ان کے مطابق ہر بچے کے پاس کوئی نہ کوئی خدائی تحفہ اور کچھ ہنر ہوتا ہے۔ اس کی صلاحیت کے بہترین نشوونما کے لیے اسے اپنی فطرت کے مطابق ترقی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

طالب علم

سری اروبندو کے مطابق ہر بچے میں انفرادی صلاحیتیں اور خصوصیات ہوتی ہیں۔ ہر بچہ ایک خاص خدائی تحفہ یا صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ طالب علموں کی خاص خوبیوں، صلاحیتوں اور خیالات کو مکمل طور پر طے شدہ منصوبے کے مطابق پروان چڑھانا اور اس کی نشوونما ہونی چاہیے۔ تعلیمی نظام کو بچے کی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے تجسس اور دلچسپیوں کے مطابق بنایا جائے تاکہ اس کی شخصیت کی مکمل نشوونما ہو۔

استاد

استاد کے مقام کے بارے میں شری اروبندو نے خود لکھا ہے "استاد کوئی ڈائریکٹر یا ماسٹر نہیں ہے، وہ صرف ایک مددگار اور رہنما ہے۔ اس کا کام مشورہ دینا ہے نہ کہ علم کو مسلط کرنا، وہ بچوں کے دماغ کی تربیت کرتا ہے۔ وہ طالب علم کو صرف علم نہیں دیتا بلکہ سیکھنے کے عمل میں اس کی مدد کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ وہ اپنے علم کو کیسے بہتر بنا سکتا اور علم کہاں اور کیسے حاصل کرے۔

8.4 موہن داس کرم چند گاندھی (مہاتما گاندھی)

(Mohandas Karamchand Gandhi (Mahatma Gandhi))

گاندھی جی کا فلسفہ زندگی

مہاتما گاندھی جی کے بچپن کا نام موہن داس کرم چند گاندھی تھا۔ وہ گجرات میں پیدا ہوئے تھے۔ مہاتما گاندھی فلسفہ تصوریت حامی اور خدا پر مکمل یقین رکھتے تھے۔ ان کے مطابق انسان مختلف جسم رکھتا ہیں لیکن اس کی روح ایک ہوتی ہے۔ یہ روح اس خدا کا حصہ ہے جسے کوئی رام اور کوئی رحیم کہتا ہے تو کوئی اللہ اور کوئی عیسیٰ کہتا ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ جس طرح سورج کی شعاعیں بے شمار ہیں لیکن ان سب کا

سرچشمہ ایک ہی ہے، اسی طرح اس دنیا میں تنوع کے باوجود اس کا خالق ایک ہی ہے۔ گاندھی جی اپنے زندگی میں دو فلسفہ 'سچائی' اور 'عدم تشدد' میں مکمل یقین رکھتے تھے۔

سچائی- گاندھی جی کی زندگی کا مقصد خدا کا حصول تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ یہ دنیا فانی ہے اور صرف خدا ہی لافانی ہے۔ اس لیے انسانی زندگی کا آخری مقصد خدا کا حصول ہونا چاہیے۔ خدا کے حصول کا ایک ہی بہترین ذریعہ ہے اور وہ ہے سچائی۔ سچائی زندگی کا سب سے بہترین اصول ہے۔ گاندھی جی کے لیے خدا اور سچ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے ذہن، قول اور فعل میں سچائی کا استعمال کرے تو وہ خدا کو ضرور حاصل کرلے گا۔ اس طرح گاندھی جی کے مطابق سچائی کا مفہوم صرف الفاظ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اسے زندگی کے ہر شعبے میں استعمال کرنا چاہیے۔ اسی لیے گاندھی جی نے اپنی پوری زندگی سچ کی تلاش میں گزار دی۔

عدم تشدد۔ گاندھی کے فلسفیانہ نظریے کا ایک اور اہم عنصر عدم تشدد ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ سچائی کی پیروی صرف عدم تشدد سے ہی ممکن ہے۔ اس لیے، سچائی اور عدم تشدد کو ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ گاندھی جی نے اس بات پر زور دیا کہ اگر زندگی کا مقصد سچائی کی صورت میں خدا کو حاصل کرنا ہے، تو اس کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے عدم تشدد۔ عدم تشدد کا مفہوم بتاتے ہوئے گاندھی جی نے خود لکھا ہے کہ "عدم تشدد ہر جاندار کے خلاف بغض کی عدم موجودگی ہے۔ یہ ایک ترقی پسند حالت ہے۔ اس کا مطلب ہے شعوری طور پر تکلیف اٹھانا۔ عدم تشدد اپنی فعال شکل میں زندگی کے تیئں خیر سگالی ہے۔ یہ خالص محبت ہے۔"

گاندھی جی کا فلسفہ تعلیم

دنیا کے بیشتر لوگ گاندھی جی کو ایک عظیم سیاست دان مانتے ہیں لیکن انہوں نے ملک کی سیاسی ترقی سے زیادہ ملک کی سماجی ترقی کو اہمیت دینا ضروری سمجھا۔ گاندھی جی کا خیال تھا کہ بدعنوان معاشرے میں کسی بھی مثالی ریاست کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے انہوں نے سیاسی انقلاب کے ساتھ سماجی انقلاب پر بھی زور دیا جس میں تعلیم کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ ان کی بنیادی تعلیم ان کے تعلیمی فلسفہ کا مجسم نمونہ تھی۔ اس تعلیم کا مقصد ہندوستانی عوام کے دل و دماغ کو پاک کرنا اور استحصال سے پاک تعلیمی معاشرے کا قیام تھا۔ اس نقطہ نظر سے گاندھی جی نہ صرف ایک عظیم سیاست داں بلکہ ایک ماہر تعلیم بھی مانے جاتے ہیں۔

تعلیم کا مفہوم و مقاصد

گاندھی جی کے مطابق "خواندگی نہ تو تعلیم کی انتہا ہے اور نہ ہی شروعات۔ یہ صرف ایک ذریعہ ہے جس سے مرد اور عورت تعلیم حاصل کرسکتے ہیں۔"

گاندھی جی کا خیال تھا کہ تعلیم سے بچے کی تمام قوتوں کو نشوونما دینی چاہیے تا کہ وہ ایک مکمل انسان بن سکے۔ مکمل تعلیم کا مطلب ہے بچے کی شخصیت کے چاروں عناصر یعنی جسم، دل، دماغ اور روح کی صحیح نشوونما۔ اس طرح، گاندھی جی کے مطابق تعلیم کو بچے کی جسمانی، ذہنی یا فکری اور روحانی خصوصیات کو ابھار کر صحیح طریقے سے نشوونما دینی چاہیے تا کہ وہ زندگی کے آخری مقصد کو حاصل کرسکے۔ تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے گاندھی جی نے خود لکھا ہے کہ "تعلیم سے میرا مطلب، ایک بچے اور انسان کے جسم، دماغ اور روح میں پائی جانے والی بہترین خوبیوں کی ہمہ گیر ترقی ہے"

گاندھی جی کے مطابق 7 سے 14 سال کے سبھی بچوں کی تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہیے۔ بچے کی ذریعہ تعلیم مادری زبان ہونی چاہیے۔ تعلیم کے ذریعے بچوں کی ان تمام قوتوں کو سماج کے مطابق تیار کی جانی چاہیے جس کا وہ رکن ہے۔ تعلیم کا آغاز کسی مختلف طرح کے دستکاری سے ہونا چاہیے تاکہ بچہ اپنی معاشی ضروریات خود پوری کر سکے۔ ہر قسم کی تعلیم کسی نہ کسی پیداواری صنعت کے ذریعے دی جائے۔ تمام مضامین کی تعلیم مقامی صنعت کے ذریعے دی جائے۔

نصاب

گاندھی جی کی تعلیمی اسکیم کو بنیادی تعلیم کہا جاتا ہے۔ اس لئے نصاب سرگرمی پر مبنی تھا اور اس کا مقصد کام، تجربہ اور دریافت کے ذریعے بچے کی جسمانی، ذہنی اور روحانی قوتوں کو ترقی دینا تھا تاکہ وہ خود انحصاری کے ساتھ معاشرے کا ایک کارآمد حصہ بن سکے۔ گاندھی جی نے اپنے عمل پر مبنی نصاب میں مادری زبان، بنیادی دستکاری، ریاضی، سماجیات، عمومی سائنس، آرٹ اور موسیقی وغیرہ جیسے مضامین کو نمایاں مقام دیا۔ انہوں نے کہا کہ پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک تمام لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یکساں نصاب ہونا چاہیے۔ اس کے بعد لڑکوں کے لیے بنیادی دستکاری اور لڑکیوں کے لیے ہوم سائنس کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ گاندھی جی کی بنیادی تعلیمی اسکیم صرف پرائمری اور سیکنڈری کلاس کی سطح تک محدود ہے۔ اس نقطہ نظر سے ان کے زیر اہتمام نصاب بھی صرف اسی درجے کے لیے ہے۔

تعلیم کے طریقے تدریس

گاندھی جی چاہتے تھے کہ بچے کو کسی مقامی صنعت کے ذریعے تعلیم دی جائے تاکہ اس کے جسم، دماغ اور روح کی نشوونما ہو اور وہ مستقبل میں اپنی معاشی ضروریات پوری کر سکے۔ اس نقطہ نظر سے گاندھی جی کا طریقہ تدریس مروجہ تدریسی طریقوں سے مختلف تھا۔ جیسے دماغ کی تعلیم کے لیے جسم کے اعضاء کی صحیح تربیت کی جائے۔ لکھنے سے پہلے پڑھنا سکھایا جائے۔ حروف تہجی کے حروف کو سکھانے سے پہلے ڈرائنگ سکھائی جائے۔ کر کے سیکھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ تجربے کے ذریعے سیکھنا۔ سیکھنے کے عمل میں باہمی ربط قائم کیا جائے۔ اس کے علاوہ مقامی صنعت کے ذریعے بچوں کو پڑھاتے ہوئے گاندھی جی نے اپنے طریقہ تدریس میں تعاون پر مبنی عمل، منصوبہ بندی، درستگی، پہل اور ذاتی ذمہ داری کے اصولوں پر بھی زور دیا۔

بنیادی تعلیم

بنیادی تعلیم کے اصول مہاتما گاندھی کے تعلیمی فلسفے پر مبنی ہیں۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی بنیادی تعلیم کسی نہ کسی شکل میں دستیاب تھی لیکن جدید دور میں بنیادی تعلیم کا مطلب مہاتما گاندھی کی وردھا ایجوکیشن اسکیم ہے۔ اپنی سیاسی سرگرمیوں کے دوران گاندھی جی نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کی طرف سے چلائی جانے والی تعلیمی اسکیم پر سخت تنقید کی۔ وہ جانتے تھے کہ ملک میں ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو لوگوں کی زندگیوں میں قومی ثقافت کو پروان چڑھائے۔ 1937 میں 'ہریجن' میں اپنے ایک مضمون میں گاندھی جی نے مروجہ تعلیمی اسکیم پر تنقید کرتے ہوئے تعلیم کی وضاحت اس طرح کی تھی "تعلیم سے میرا مطلب ہر اس چیز کا ہمہ گیر اظہار ہے جو جسم، دماغ اور روح میں بہترین ہے۔"

بچہ اور آدمی تعلیم کا مقصد نہیں ہے اور یہ ان بہت سے ذرائع میں سے ایک ہے جس کے ذریعہ ان کے مطابق تعلیم کا حتمی مقصد خود شناسی، شخصیت کی نشوونما اور اخلاقی کردار کی نشوونما ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress) 1. ٹیگور نے "شانتی نیکیتن" کے قیام کا مقصد کیا بیان کیا تھا؟ 2. سری اروبندو کے مطابق تعلیم کا بنیادی مقصد کیا تھا؟ 3. گاندھی جی کی بنیادی تعلیم(Wardha Scheme)کا مرکزی اصول کیا تھا؟

8.5 ڈاکٹر سر محمد اقبال(Dr. Sir Mohammad Iqbal)

ڈاکٹر سر محمد اقبال(ولادت۔ 9 نومبر 1877ء۔ وفات، 21 اپریل 1938ء) ایک معروف شاعر،مصنف، قانون داں، فلسفی اور مفکر اسلام تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ یونیورسٹی آف کیمبرج سے لاء کرنے کے لئے اقبال نے 1905 میں ہندوستان چھوڑا۔ ٹرینٹی کالج میں ہیگل اور کانٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ یورپی فلسفہ کے بنیادی رجحانات سے واقف ہوگئے۔ فلسفہ میں دلچسپی نے انہیں 1907 میں ہائیڈلبرگ اور میونخ پہنچایا جہاں نطشے نے ان پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ یہی وہ دور ہے جب ان کا زاویۂ نگاہ تبدیل ہوا اور ان کی شاعری میں پیغامیہ رنگ دیکھنے میں آتا ہے۔ مغربی تہذیب بیزاری کا اظہار واشگاف الفاظ میں کرتے ہیں۔

اقبال نے وہیں ایران میں روحانی ترقی کے موضوع پر ایک مقالہ لکھ کر فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ وکیل اور فلسفی بن کر ہندوستان واپس آئے۔ واپسی کے بعد وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ پڑھانے لگے تاہم انہیں ہندوستانیوں کے احساسِ غلامی کا احساس بہت زیادہ تھا۔

فلسفہ اقبال کے سوچ پر غالب تھا۔ اقبال نے دینیات، تصوف، مشرقی و مغربی فلسفہ اور انسانیت کے مقدر کو سمجھنے اور اس کی وضاحت کرنے کے لئے فارسی، اردو شاعری کو ذریعہ بنایا۔ اپنے شاعری میں رمزیہ اور نازک انداز کو استعمال کرنے میں اقبال کو اپنے ہم عصر مسلمان فلسفیوں میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ اقبال نے نئی نسل میں انقلابی روح پھونکی اور اسلامی عظمت کو اجاگر کیا۔ ان کی کئی کتابوں کے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، جاپانی اور دوسری زبانوں میں ترجمے کئے گئے ہیں۔ اس دور میں مسلم امہ کے ساتھ ساتھ اکثر مفکرین وعلماء اپنے تقریر میں روشن مستقبل کی توقعات کا اظہار اقبال کے اشعار اور الفاظ میں کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اقبال اردو اور فارسی میں بہترین اور بہت ہی عمدہ شاعری کرتے تھے۔ انہوں نے قومی گیت اور فطرت پر نظمیں لکھی لیکن ان کی شاعری کی، بنیاد اسلام اور تصوف تھے۔ اقبال سے پہلے اور بعد میں بھی پیغمبرانہ شاعر ہوئے۔ شاعری میں فلسفیانہ

انداز بیان دیگر شاعروں نے بھی اپنایا لیکن جس شاعر نے ہم آہنگ اور نظم وضبط کے ساتھ فلسفہ کو شاعری کے سانچے میں کامیابی سے ڈھالا وہ علامہ اقبال ہیں۔ گویا اقبال نہ صرف ایک شاعر تھے بلکہ ہماری زمانے کے مفکر اور فلسفی بھی تھے۔

شاعری کا کام صرف ہمارے حواس کو متاثر کرنا ہی نہیں ہے بلکہ فکر کو بیدار کرنا بھی ہے۔ لیکن محض فکر شاعری کا درجہ نہیں بڑھاتی اور نہ ہی اس کی قدر و منزلت کو کم کرتی ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ کی رائے میں ایک نظام فکر اور فلسفہ زندگی ایک عظیم فن کو پروان چڑھاتا ہے۔ اقبال مشرق و مغرب کے حکمرانوں کے افکار سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے سب سے زیادہ دلچسپی اور توجہ سے قران پاک کا مطالعہ کیا۔ جب اقبال نوعمر تھے تو ان کے والد نے ایک بار انہیں مشورہ دیا کہ وہ قرآن پاک کا مطالعہ اس طرح کریں جیسے یہ ان پر نازل ہوا ہو اور خود خدا ان سے کلام کر رہا ہو۔ اس مشورے کے ان پر بہت دور رس نتائج واقع ہوئے۔ اقبال نے پوری توجہ کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ کیا۔ چنانچہ مولانا گرامی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے قرآن کریم کا خفیہ علم عطا کیا۔ میں نے پندرہ سال تک قرآن پڑھا ہے اور چند آیات اور سورتوں پر مہینوں تک غور کیا ہے۔ بعد میں جب اقبال مشرق و مغرب کے فلسفہ کے مطالعہ میں مصروف تھے تو قرآن کا یہ مطالعہ ان کے لیے بہت کام آیا اور ان کے ذہن میں مختلف فکر و فلسفہ کی سمجھ پیدا کی۔

فلسفہ خودی۔ حیات و کائنات میں فلسفہ خودی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اگر خودی کے تصور کو سمجھ لیا جائے تو اقبال کے فلسفہ کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اقبالیات کے ہر نقاد نے خودی پر کسی نہ کسی شکل میں اظہار خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر سعید عبد اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں "خودی خود حیات کا دوسرا نام ہے۔ خودی عشق کے مترادف ہے۔ خودی ذوق تسخیر کا نام ہے۔ خودی سے مراد خود آگاہی ہے۔ خودی ذوق طلب ہے۔ خودی ایمان کے مترادف ہے۔ خودی سرچشمہ جدت وندرت ہے۔ خودی یقین کی گہرائی ہے۔ خودی سوز حیات کا سرچشمہ ہے اور ذوق تخلیق کا ماخذ ہے۔

'خودی' کا لفظ اقبال کے پیغام یا فلسفہ حیات میں تکبر و غرور یا اردو فارسی کے مروجہ معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ خودی اقبال کے نزدیک نام ہے احساسِ غیرت مندی کا، جذبہ خوداری کا، اپنی ذات وصفات کے، پاس و احساس کا، اپنی انا کو جراحت و شکست سے محفوظ رکھنے کا، حرکت و توانائی کو زندگی کا ضامن سمجھنے کا، مظاہراتِ فطرت سے برسرپیکار رہنے کا اور دوسروں کا سہارا تلاش کرنے کی بجائے اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اقبال کے نقطہ نظر سے 'خودی' زندگی کا آغاز، وسط اور انجام سبھی کچھ ہے۔ فرد وملت کی ترقی و تنزل، خودی کی ترقی وزوال پر منحصر ہے۔ خودی کا تحفظ، زندگی کا تحفظ اور خودی کا استحکام زندگی کا استحکام ہے۔ ازل سے ابد تک خودی ہی کی کارفرمائی ہے۔ اس کی کامرانیاں اور کارکشائیاں بے شمار اور اس کی وسعتیں اور بلندیاں بے کنار ہیں۔ اقبال نے ان کا ذکر اپنے کلام میں جگہ جگہ نئے انداز میں کیا ہے۔

اقبال کا نظریہ تعلیم 'خودی' کے تصور کے گرد گھومتا ہے جو فرد کی فطری قوت کو تقویت دیتا ہے۔ خیر اور شر کے درمیان انتخاب کرنے میں مدد کرتا ہے۔ ہر فرد میں بہترین صلاحیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اقبال نے مسلم نوجوانوں کو ان کی اندرونی صلاحیتوں اور سے روشناس کرایا اور انہیں مرد مومن اور مرد کامل بننے کے لیے آمادہ کیا۔ اعلیٰ ذہنی صلاحیت کا مومن جو اخلاقی طور پر مضبوط اور سچا مسلمان ہو۔ اقبال

نے نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ وہ انسانی صلاحیت کی مجموعی ترقی پر توجہ مرکوز رکھیں جس سے ذہنی و جسمانی طاقت اور تخلیقی سرگرمی کو فروغ دینے میں مدد ملتی ہے۔

فلسفہ عقل اور عشق۔ اقبال کے یہاں عقل اور عشق میں عقل کی اہمیت مسلم ہے لیکن یہ عشق کے برابر نہیں ہے اور اقبال کے نظر میں اسے ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ سقراط، افلاطون اور نطشے نے عقل کو سب کچھ سمجھا اور اسے زندگی کہا جو تمام تخلیق کی بنیاد ہے۔ اقبال ان کے نظریات کو رد کرتے ہیں۔ اقبال تسلیم کرتے ہیں کہ عقل کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حکمت ہی عقل دیتی ہے، لیکن حکمت کی اپنی حد ہوتی ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ کچھ وقت تک اقبال کشمکش میں رہے کہ عشق اور عقل میں کس کو ترجیح دی جائے۔ اس کشمکش کے عالم میں وہ ہیگل کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن وضاحتوں نے مسئلہ کو مزید الجھا دیا۔ اقبال اس بھول بھلیوں سے گزرتے ہوئے اپنے فلسفیانہ و فکری نظام میں عشق کو مرکزی حیثیت دی۔

فلسفہ شاہین۔ شاہین اقبال کے کلام میں محنت اور جدوجہد کی علامت ہے۔ شاہین باز کی طرح ایک سفید شکاری پرندہ ہے۔ کچھ لوگ اسے عقاب کا مترادف مانتے ہیں۔ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بادشاہوں کی تشبیہ محض شاعرانہ تشبیہ نہیں ہے۔ مرد مومن کی تمام خصوصیات اس جانور میں پائی جاتی ہیں یہ خود اعتماد ہوتا ہے۔ دوسرے کا ہاتھ لگے کھانا نہیں کھاتا، یہ گھونسلہ نہیں بناتا اور اونچی پرواز کرتا ہے۔ اس کی نظر بیت گہری ہوتی ہے۔ کلام اقبال سے شاہین کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی جدوجہد ہے۔ اقبال نے نوجوان طالب علم کو ''شاہین'' (عقاب) کہا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے اندر ہمت، برداشت اور قناعت پیدا کریں۔

اقبال کا فکر و فلسفہ امتزاجی نوعیت کا ہے۔ وہ حقیقت کی کوئی یک رخی تصویر پیش کرنے کی بجائے اس کا ایک کلی تصور پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں تصوریت پسندی، حقیقت پسندی، تجربیت پسندی، ارادیت پسندی، عملیت پسندی، وجودیت پسندی اور دیگر بہت سے فلسفوں کا ایک خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے۔ اقبال ان سب فلسفوں کو بہت گہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ ان کے ایسے عناصر ہی کو قبول کرتے ہیں جو ان کی فکر سے قریب ہوتے ہیں۔ وہ ان فلسفوں کی اندھا دھند تقلید نہیں کرتے بلکہ وہ ان کو اپنے فکر و نظر کی کسوٹی پہ پرکھنے اور ان کو تنقیدی بصیرت سے دیکھنے کے بعد اپنی فکر کا حصہ بناتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے فلسفیوں پر دوسرے فلسفیوں کے اثرات لازمی طور پر پائے جاتے ہیں مگر وہی فلسفی اصل فلسفی کہلاتا ہے جو ان اثرات کے باوجود اپنا فریم آف ریفرنس رکھتا ہو۔ اقبال بھی اسی لیے ایک اصل فلسفی کہلائے جانے کے حق دار ہیں۔ وہ دوسرے فلسفیوں سے اثرات قبول کرنے کے باوجود اپنا ایک فریم آف ریفرنس رکھتے ہیں اور اسی لیے وہ دوسرے فلسفیوں کے مقابل انفرادیت کے حامل ہیں۔

اقبال بنیادی طور پر ایک جدت پسند مفکر ہیں۔ ان کی جدت پسندی کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں سائنسی شعور پایا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری، خطبات اور دیگر تحریروں میں اپنے دور کے سائنسی نظریات سے گہری واقفیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ ہمیشہ استقرائی فکر پہ زور دیتے ہیں اور تقلید کو ذہنی غلامی کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نئے جہان کی تشکیل تازہ افکار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اقبال زندگی کو بے حد مثبت اور متحرک حقیقت کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ ان کا تصورِ حقیقت مسلسل حرکت و حرارت سے عبارت ہے۔ اقبال کے نزدیک حیات اور کائنات میں ایک بامقصد ارادہ پوشیدہ ہے اور اس کی ایک خاص غایت ہے۔ اقبال کے خودی کا تصور ایک بے نظیر تصور ہے۔ عام طور پہ یہ کہا جاتا ہے کہ اقبال نے یہ تصور فٹشے اور نطشے سے مستعار لیا ہے۔ حالانکہ بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقبال کے تصور 'خودی' پر ان فلسفیوں کے بہت کم اثرات پائے جاتے ہیں۔ اپنی ماہیت، مراحل اور نتائج کے لحاظ سے یہ ایک جداگانہ تصور ہے جس کے بیشتر نقوش اقبال نے خود ابھارے ہیں۔ اقبال کے نزدیک خودی کا جوہر عشق ہے۔ اقبال کے تصور عشق کے بھی بہت سے پہلو ایسے ہیں جو مشرق و مغرب کے کسی دوسرے شاعر میں نہیں پائے جاتے حتیٰ کہ رومی کے ہاں بھی نہیں۔ اقبال کا فلسفہ آج بھی ہمیں حوصلہ دیتا ہے اور زندگی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اور ان کا فلسفہ تاقیامت تک زندہ رہے گا۔

8.6 سرسید احمد خان (Sir Syed Ahmad Khan)

سرسید احمد خان کی شخصیت ایک عظیم رہنما اور سماجی مصلح کی تھی۔ سید احمد خان 17 اکتوبر 1817 کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سید احمد کی پرورش ایک اعلیٰ طبقے کے مسلم گھرانے میں ہوئی۔ سید احمد کے والد میر متقی مذہبی نوعیت کے تھے اور اس کا اثر سرسید کے مذہبی فطرت پر واضح طور پر پڑا۔ ان کی والدہ بھی بہت اعلیٰ نظریات کی حامل خاتون تھیں۔ انہوں نے سرسید میں اعلیٰ نظریات پیدا کیے۔ سرسید احمد خان کا انتقال 1898 میں ہوا۔

سید احمد خان ہندوستانی مسلمانوں میں مغربی تعلیم کے طرف متوجہ کرنے والے پہلے شخص تھے۔ انہوں نے مغربی علم اور انگریزی تعلیم کو ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی اور ناخواندگی کو دور کرنے کا واحد راستہ بتایا۔ اس وقت مسلم معاشرہ زیادہ تر دینی تعلیم یعنی صرف عربی ،فارسی کے طرف راغب تھیں۔ سرسید مسلمانوں میں اس طرح کے تعلیم سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی مادی، فکری ترقی اور سائنسی مزاج کا فروغ چاہتے تھے۔ اس کے لئے وہ ایک نئے تعلیمی نظام کی ترقی پر زور دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ یہ کام مغربی نظام تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس وقت مسلم معاشرے میں ناخواندگی تھی۔ اس ناخواندگی کی وجہ سے ان میں تعصب، فرقہ پرستی، ذات پات وغیرہ جیسی برائیاں پروان پر تھیں۔ تعلیم کے تئیں آزاد خیال اور آزادانہ سوچ رکھنے والے سرسید ایک ایسے وقت میں آئے جب مسلم معاشرہ قدامت پسند تھی۔ اس وقت کے معاشرے کو ملک کی ترقی کے لیے نئے علم اور ذرائع کی ضرورت تھی۔ اس کا پہلے سے تصور کرنا سرسید کی دور اندیشی کی علامت ہے۔

سرسید ایسٹ انڈیا کمپنی میں خدمات انجام دیتے ہوئے غیر ملکیوں سے رابطے میں رہے۔ اس دوران وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہوئے۔ سید احمد نے 38 سال تک کمپنی میں خدمات انجام دیں اور ملک کے مختلف مقامات پر کام کئے۔ اس دوران انہوں نے مسلم معاشرے میں خواندگی پھیلانے کا کام کیا۔ انہوں نے بہت سی کمیٹیاں اور ادارے قائم کیے تاکہ مسلمانوں کی تعلیمی حالات واقفیت حاصل کر مسلمانوں

کے درمیان تعلیم کی وسعت اور ترقی کے لیے کام کیا جاسکے۔1862 میں انہوں نے غازی پور میں ایک مدرسہ قائم کیا جو بعد میں 'وکٹوریہ ہائی اسکول' کے نام سے مشہور ہوا۔

سرسید مسلمانوں کے تعلیم حالات کے بارے میں بہت زیادہ فکر مند تھے۔1869 میں انہوں نے انگلستان کا دورہ کیا اور 1875 میں اپنے تعلیمی نظریات کو عملی شکل دی اور غازی پور میں ایک میگزین کی اشاعت شروع کی۔1870 میں 'تہذیب الاخلاق' کا اجراء کیا لیکن 6 سال بعد اسے بند کر دیا گیا کیونکہ اسے عام مسلمانوں کی طرف سے زیادہ توجہ نہیں ملی۔ غازی پور اور علی گڑھ میں انہوں نے 1866 میں سائنس کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی کا بنیادی مقصد مغربی ممالک کے علم و ادب کو اہل مشرق تک پہنچانا تھا۔ اس کمیٹی نے ایک اور رسالہ کی اشاعت کا آغاز کیا جو 'علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ' کے نام سے مشہور ہوا۔ انہوں نے سائنسی تعلیم، فنی تعلیم، زرعی تعلیم وغیرہ کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کرائی اور مختلف طریقوں سے تعلیم کو پھیلانے اور اس کے فروغ کا کام کیا۔ وہ اپنی زندگی بھر اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ تمام تاریکی صرف علم کی کرن سے دور ہوسکتی ہے۔ اگر ہمارے ملک میں تعلیم کو مناسب مقدار میں پھیلایا جائے تو یقینی طور پر ہمیں اپنی پسماندہ حالت سے اوپر اٹھنے کے لیے مناسب وسائل میسر ہوں گے۔

تعلیمی نظریہ

سرسید تعلیم کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ تعلیم سے انسان میں صحیح رویہ پیدا ہوتا ہے جس سے فرد اور معاشرہ دونوں کی ترقی ہوسکتی ہے۔ انہوں نے تعلیم میں اتحاد کی جڑ دیکھی۔ ان کا ماننا تھا کہ تعلیم کے ذریعے ہم متحد ہو کر ترقی کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ ملک کی سماجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی صورتحال وہ تعلیم کو ہی بہتری کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مسلم ایجوکیشن کانفرنس میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی آزادی سے زیادہ تعلیم کی اہمیت ہے، انہوں نے کہا کہ سیاسی آزادی مل بھی جائے تو زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ تعلیم کھوئی ہوئی سیاسی طاقت اور عزت کو دوبارہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

سرسید کا مقصد مسلمانوں اور ملک کی کھوئی ہوئی عزت کو دوبارہ حاصل کرنا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مرد اور عورت دونوں یکساں طور پر تعلیم یافتہ ہوں۔ ان کا ماننا تھا کہ خواندگی کی عدم موجودگی میں کوئی حقیقی ترقی ممکن نہیں۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ فن اور سائنس کی تمام کتابوں کا ہماری مقامی زبان میں ترجمہ ہو۔ اخلاقیات کی ترقی کے لئے تعلیم میں دین کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ دین کی تعلیم سے لوگ ابدی اقدار کا علم حاصل کریں گے۔ وہ مثالی اقدار جیسے ہمدردی، مہربانی اور محبت وغیرہ کو سمجھ سکیں گے۔ مذہبی تعلیم سے ان کا مطلب کسی خاص مذہب کی تعلیم نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بچے مذہب کے بارے میں قدامت پسند چیزوں سے دور رہیں۔

وہ سائنسی نقطہ نظر کی تشکیل پر یقین رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندوستان کے حالات کو سائنسی نقطہ نظر سے ہی بہتر کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو متنبہ کیا کہ اس جدید مشینی دور میں مہارت کی ضرورت ہے۔ اگر ہمیں ترقی کرنی ہے تو ہمیں ہر شعبے میں مہارت حاصل کرنی چاہیے۔

سرسید احمد خان کا تعلیمی نظریہ زیادہ تر مسلم معاشرہ میں تعلیمی و سماجی اصلاح سے متعلق تھا۔ وہ پہلے فرد تھے جنہوں نے مسلمانوں میں رائج جہالت، مغربی تعلیم کے خلاف تعصبات اور باہمی اختلافات کو بھلانے کی بات کی۔ ان کا ماننا تھا کہ مسلم معاشرہ انگریزی، سائنسی

تعلیم اور ادب کے ذریعے ہی ترقی کر سکتا ہے۔ راجہ رام موہن رائے کی طرح ان کے تعلیمی نظریے میں مغربی تعلیم اور ادب کو ایک مقام حاصل تھا۔

8.7 مولانا ابوالکلام آزاد (Maulana Abul Kalam Azad)

مولانا ابوالکلام آزاد ایک مصلح، سیاست دان، فلسفی، ماہر تعلیم، مصنف، صحافی، قوم پرست تھے۔ آزاد ہندوستان کے وہ پہلے مرکزی وزیر تعلیم تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد 11 نومبر 1888 کو 'مکہ' میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا خیر الدین ایک مشہور عالم تھے۔ ان کی والدہ عالیہ عرب تھیں۔ ان کے والد نے ان کا نام فیروز بخت رکھا لیکن وہ ابوالکلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ 10 سال کی عمر میں ہی انہیں قرآن مجید پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ 17 سال کی عمر میں ہی ابوالکلام ایک تربیت یافتہ ماہر الہیات بن گئے تھے۔ الازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں ان کی تعلیم نے ان کے علم کو اور مزید گہرا کیا۔ 15 اگست 1947 کو جب ہندوستان نے آزادی حاصل کی تو وہ کابینہ کے عہدے کے ساتھ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم بن گئے جہاں انہوں نے متعدد امتیازات حاصل کیے اور بہترین ادارے قائم کیے۔ مولانا آزاد 1958 میں اپنی وفات تک آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم کے طور پر ملک کی خدمت انجام دیتے رہے۔ انہوں نے ایک بار کہا تھا۔

"ہمیں ایک لمحے کے لیے نہیں بھولنا چاہیے کہ تعلیم ہر فرد کا پیدائشی حق ہے اور کم از کم بنیادی تعلیم جس کے بغیر وہ بطور شہری اپنے فرائض پوری طرح ادا نہیں کر سکتا۔"

مولانا آزاد کی کوششوں نے ہندوستان کو تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تعلیم ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ مولانا آزاد چاہتے تھے کہ ہندوستان کا تعلیمی نظام جمہوری ہو۔ تعلیمی نصاب میں اس طرح اصلاح کی جائے تاکہ ہندوستانیوں میں رواداری، قبولیت، ترقی پسندی اور ترقی جیسی اقدار کا فروغ ہو۔ وہ بڑے پیمانے پر خواندگی کی مہم بھی چلانا چاہتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تعلیم دے کر انہیں پیشہ ور بنایا جاسکے۔ تعلیم سے سماجی ڈھانچہ اور ثقافتی تنوع برقرار رہتا ہے۔

مولانا آزاد 6 سے 14 سال تک کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم ان کا حق مانتے تھے۔ انہوں نے تعلیم کو ایک لازمی کلی کے ساتھ ساتھ سماجی انقلاب کے ایک آلہ کے طور پر دیکھا۔ تعلیم انسانی زندگی کو ثقافتی، سماجی، اخلاقی اور روحانی طور پر مسلسل کچھ بہتر کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ تعلیم میں علاقائی زبانوں کو جائز مقام دینے کے حق میں تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ طلبا کو اپنی مقامی زبانیں سیکھنی چاہئیں تاکہ وہ اپنی مادری زبان کا احترام کرتے ہوئے قوم کی عظیم خدمت انجام دے سکیں۔

20 سال کی عمر میں انہوں نے اردو میں اخبار 'الہلال' (1912) اور بعد میں 'البلاغ' کا آغاز کیا۔ مولانا آزاد اردو، فارسی اور عربی میں کتابوں کے حامل مصنف تھے۔ 'انڈیا ونس فریڈم (آزادی ہند)' ان کی مشہور سیاسی سوانح عمری ہے۔ مولانا آزاد نے قرآن کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ جسے ساہتیہ اکیڈمی نے 1977 میں چھ جلدوں میں شائع کیا۔ ان کی دیگر کتابوں میں غبار خاطر، ہجرت وصال، خطباتِ آزاد وغیرہ ہیں۔

آزاد کا تعلیمی فلسفہ علی گڑھ تحریک سے بہت متاثر تھا جس کی قیادت سر سید احمد خان نے کی تھی۔ مولانا آزاد معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے اور مثالی معاشرے بنانے کے خواہش مند تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ معاشرہ معاشی طور پر خود کفیل، پرامن اور منظم ہو۔ نیز اخلاقی اور روحانی اقدار کو برقرار رکھنے اور تفاوت اور عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے انہوں نے ایک تعلیمی پالیسی متعارف کی۔ جس کی بنیاد اخلاقیات اور انسانی اقدار پر تھی۔ انہوں نے بنیادی تعلیمی نظام کو عالمگیر بنانے کے خیال کی وکالت کی اور لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے سیکنڈری سطح تک مفت اور لازمی تعلیم کا خیال پیش کیا۔

وزیر تعلیم کے طور پر انہوں نے نہ صرف ہندوستانی تعلیمی ادارے کو نظریاتی اصلاح کی بلکہ ایک بہترین خاکہ تیار کیا۔ انہوں نے کئی لبرل آرٹس، سائنس اور ٹکنالوجی کے ادارے قائم کیے جو آج بھی ہندوستانی تعلیمی نظام کا اہم ستون ہیں اور ہندوستان ان اداروں پر آج بھی فخر کرتا ہے۔ یہ ادارے آج جدید ہندوستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے جو ادارے قائم کیے ان میں تین قومی اکیڈمیاں، سنگیت ناٹک اکیڈمی (1953)، للت کلا اکیڈمی (1954)، ساہتیہ اکیڈمی (1964) شامل ہیں۔ انڈین کونسل برائے ثقافتی تعلقات 1950 کے اوائل میں قائم کی گئی۔ ملک میں کئی محکمے، کمیشن، بورڈ، کونسل اور ادارے قائم کیے۔ ہندوستان میں کئی سائنس لیبارٹریاں قائم کی۔ سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن (سی اے بی ای) کے چیئرمین کی حیثیت سے ایک اعلی ادارہ جو مرکز اور ریاستوں دونوں کو حکومت کی تعلیمی اصلاحات کی سفارش کرتا ہے جس میں یونیورسٹی بھی شامل ہے کو مضبوط کیا۔ انہوں نے خاص طور پر یونیورسل پرائمری تعلیم کی وکالت کی جو تمام بچوں کے لیے مفت اور لازمی ہو۔ لڑکیوں کی تعلیم، پیشہ ورانہ تربیت، زرعی تعلیم اور تکنیکی تعلیم کو بھی فروغ دینے کے لئے قدم اٹھائے۔ اس نے 1956 میں ہندوستانی یونیورسٹیوں میں گرانٹس کی تقسیم اور معیارات کو برقرار رکھنے کے لیے پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے 'یونیورسٹیز گرانٹس کمیشن' (یو جی سی) قائم کیا۔ ان کے مطابق یونیورسٹیوں کے نہ صرف تعلیمی فرائض ہوتے ہیں بلکہ ان کی سماجی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ وہ نہرو کے ساتھ پختہ یقین رکھتے تھے کہ اگر یونیورسٹی اپنے کام کو اچھی طرح سے انجام دے گی تو ایک بہتر ملک کی تشکیل ہو گی۔ انھوں نے تعلیم بالغان (اڈلٹ ایجوکیشن) کو فروغ کے لئے قدم اٹھائے۔ تکنیکی تعلیم کے لیے مولانا آزاد نے 'آل انڈین کونسل فار ٹیکنیکل ایجوکیشن'، 'انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی' (آئی آئی ٹی) کی ایک چین کھڑا کی۔ وزیر تعلیم کی حیثیت سے انہوں نے مشورہ دیا کہ مرکز اور ریاست دونوں کو تعلیم کے فروغ میں ذمہ داریاں بانٹنی جانی چاہیے۔ 'اسکول آف پلاننگ اینڈ آرکیٹیکچر'، دہلی میں وجود میں آیا۔ انہوں نے 1948 میں یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن اور 1952 میں سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن قائم کئے۔ اردو کے نامور اسکالر ہونے کے باوجود انہوں نے سائنس و دیگر اعلیٰ اور معیاری تعلیمی ادارے قائم کئے۔ اس اداروں کے قیام کے لیے انھیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہیں 1992 میں بھارت رتن سے نوازا گیا تھا۔ ممتاز ماہر تعلیم اور آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کا انتقال 1958 میں ہوئی۔ آج پورے ہندوستان ان کی یوم پیدائش 11 نومبر کو 'یوم تعلیم' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. اقبال کے تصور خودی کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

2. سرسید، تعلیم کو قوم کی ترقی کا ذریعہ کیوں سمجھتے تھے؟

3. وزیر تعلیم کی حیثیت سے مولانا آزاد نے یونیورسٹیوں کے بارے میں کیا مؤقف اختیار کیا؟

8.8 خلاصہ (Summary)

ہندوستان ہمیشہ دانشوروں کو پیدا کرنے والی زمین رہی ہے۔ یہاں مختلف دانشور، سیاست داں، فلسفی، سماجی رہبر پیدا ہوئے۔ ٹیگور، اروندو گھوش، مہاتما گاندھی، علامہ اقبال، سرسید اور مولانا آزاد بھی ہندوستان کے بہت بڑے فلسفی، ماہر تعلیم، سماجی رہبر تھے۔ ان لوگوں نے تعلیم کے سیاسی، سماجی، تعلیمی اور ادبی میدان میں بہت سارے کام کئے۔ ان کے افکار آج بھی ہمیں راہ دکھا رہی ہے۔ اور مستقبل میں بھی ہماری رہنمائی کرتی رہے گی۔

8.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- ٹیگور کے تعلیمی افکار کو بیان کر پائیں گے۔
- اروندو گھوش کے فلسفہ کو بیان کر پائینگے۔
- مہاتما گاندھی کے تعلیمی نظریہ کو سمجھا سکینگے۔
- علامہ اقبال کے فلسفہ کی وضاحت کریں گے۔
- سرسید کے سماجی و تعلیمی افکار کو بیان کریں گے۔
- مولانا آزاد کے تعلیمی نظریہ کو سمجھا سکینگے۔

8.10 فرہنگ (Glossary)

- الہلال، البلاغ۔ رسالہ کا نام جو مولانا آزاد نکالتے تھے
- خود کفیل۔ ضروریات کو اپنے سے پورا کرنے والا
- پانڈیچیری۔ جگہ / شہر کا نام ہے
- سپر ہیومن۔ عالم، روحانی تعلیم حاصل ہو جانا

8.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1۔رابندر ناتھ ٹیگور کو نوبل انعام کس کتاب کے لئے ملا تھا؟(**گیتانجلی**/ امرت ورشا/ گنگا جل/ قومی گیت)

2۔'دی لائف ڈیوائن' کس کی تصنیف ہے؟ (ٹیگور/ **اروبندو**/ گاندھی/ اقبال)

3۔ سچائی اور عدم تشدد کا فلسفہ کس نے اپنے زندگی میں استعمال کیا؟ (**گاندھی**/ ٹیگور/ اروبندو/ سرسید)

4۔ مولانا ابوالکلام آزاد کس شہر میں پیدا ہوئے؟ (کلکتہ/ **مکہ**/ مدینہ/ رانچی)

5۔یوم تعلیم کس تاریخ کو منایا جاتا ہے؟ (**11 نومبر**/ 11 دسمبر/ 11 جنوری/ 11 ستمبر)

6۔فلسفہ خودی کس نے دیا؟ (سرسید/ مولانا آزاد/ **علامہ اقبال**/ ذاکر حسین)

7۔1857ء کے بعد مسلمانوں میں انگریزی اور سائنسی تعلیم کی حمایت کس نے کی؟ (اقبال/ مولانا آزاد/ **سرسید**/ ذاکر حسین)

8۔ علی گڑھ تحریک کا تعلق کس سے ہے؟(**سرسید**/ گاندھی/ مولانا آزاد/ اقبال)

9۔ آزاد ہندوستان کے پہلے مرکزی وزیر تعلیم ہوئے؟(سرسید/ اروبندو/ ذاکر حسین/ **مولانا آزاد**)

10۔ "تعلیم سے میرا مطلب ہے ایک بچے اور انسان کے جسم، دماغ اور روح میں پائی جانے والی بہترین خوبیوں کی ہمہ گیر ترقی"۔ کس کا قول ہے؟ (ٹیگور/ اروبندو/ **گاندھی**/ سرسید)

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. ٹیگور کے تعلیمی مقاصد کیا تھے؟
2. سری اربندو گھوش کے تعلیمی افکار بیان کیجیے۔
3. گاندھی جی کے نزدیک سچائی اور عدم تشدد کی کیا اہمیت تھی؟
4. علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کی وضاحت کیجیے۔
5. سرسید احمد خان کے سماجی افکار پر مختصر نوٹ لکھیے۔
6. مولانا ابوالکلام آزاد کے تعلیمی نظریات بیان کیجیے۔
7. مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کے نمایاں پہلو لکھیے۔
8. گاندھی جی کا بنیادی تعلیمی نظریہ بیان کیجیے۔
9. ٹیگور کے فلسفہ فطرتیت کی وضاحت کیجیے۔
10. سرسید احمد خان کے تعلیمی خیالات پر مختصر نوٹ لکھیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. ٹیگور کے سماجی و تعلیمی نظریات کی تفصیلی وضاحت کریں۔
2. اقبال کو ایک اسلامی مفکر اور فلسفی ثابت کریں۔
3. سری اروبندو گھوش کے تعلیمی فلسفے پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔
4. سر سید احمد خان کے سماجی و تعلیمی افکار و خدمات بیان کریں۔
5. آزاد ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد کی تعلیمی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

8.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Materials)

- Great Educators of World- Dr. Ramshakal Pandey, 2014, Shri vinod pustak mandir
- Western & Indian Philosopher of Education- R.N. Sawarup sexsena- 2007, R Lal book depot
- Educational Philosophy of Mahatma Gandhi and Vinoba Bhave-L.M. Bhole. 2016, Shipra Publication
- Educational Vision of Mahatma Gandhi-Rajesh Verma, 2009, ABD Publisher.
- The Philosophy of Rabindranath Tagor- S. Radhakrishnan,2016, Niyogi books
- Rabindranath Tagore Philosophy of Education and Painting – Devi Prasad, 2011, National book trust.
- Sri Arvindo ka shiksha Darshan- Shiv Bahadur Singh,
- Sri Arvond- C. N. Sharma, 2015, Matri Store
- Sir Syed ahmad khan: vision and mission. Shahabudin Iraqi, 2008, Manohar publisher
- اقبال۔فن اور فلسفہ۔پروفیسر نورالحسن نقوی
- مولانا ابوالکلام آزاد، موجودہ عہد کے تناظر میں۔ڈاکٹر افسر کاظمی
- مطالعہ سر سید احمد خاں۔عبدالحق۔2022، ضیا بک ڈپو

اکائی 9۔ مشرقی فلسفۂ تعلیم: سانکھیہ اور یوگا

(Eastern Philosophy of Education: Samkhya and Yoga)*

9.0 تعارف (Introduction)

9.1 مقاصد (Objectives)

9.2 سانکھیہ (Samkhya)

9.2.1 سانکھیہ فلسفۂ: تعارف (Samkhya Philosophy: Introduction)

9.2.2 سانکھیہ فلسفۂ کے اہم اصول (Key Principles of Samkhya Philosophy)

9.2.3 سانکھیہ فلسفہ کا نظریہ علم (Theory of Knowledge in Samkhya Philosophy)

9.3 یوگا فلسفۂ: تعارف (Yoga Philosophy: Introduction)

9.3.1 یوگا فلسفۂ کے اہم اصول (Key Principles of Yoga Philosophy)

9.4 خلاصہ (Summary)

9.5 اکتسابی حاصلات (Learning Outcomes)

9.6 فرہنگ (Glossary)

9.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

9.8 معروضی سوالات کے جوابات (Answers to Objective Questions)

9.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Resources)

9.0 تعارف (Introduction)

اس اکائی میں آپ ہندوستان کے قدیم فلسفوں سانکھ اور یوگا کی بنیادوں سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے اُن کے تعلیمی مضمرات کا جائزہ لیں گے۔ سانکھ فلسفہ ہندوستانی فسلفوں خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس فلسفے کے اثرات دیگر فسلفوں مثلاً نیایہ، جین فلسفے اور ویدانتا میں نظر آتے ہیں سانکھ کے بانی کپلا ہیں۔ جنھوں نے سانکھیہ سوترا لکھی جس کو بالعموم سانکھیہ فلسفہ کہتے ہیں۔ یوگا فلسفۂ سانکھیہ فلسفے کی عملی شکل

* Dr. Badarul Islam, Assistant Professor, MANUU CTE, Aurangabad

ماناجاتاہے۔یوگاانسان کو نجات حاصل کرنے کے عملی طریقے واضح کرتا ہے۔یوگا کے کئی طریقے ہیں۔ مگر پاتانجلی طریقہ زیادہ معروف ہے۔ ان دونوں فلسفوں کے تعلیمی اثرات کا جائزہ لے کر ہم اُن سے استفادے کی راہیں تلاش کریں گے۔

9.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلباء اس قدر قابل ہو جائیں گے کہ:

- سانکھیہ فلسفے کے بنیادوں سے واقف ہو جائیں۔
- سانکھیہ فلسفے کے تحت تعلیمی فلسفے تشکیل دے سکیں۔
- سانکھیہ فسلفے کے تعلیمی اثرات کا جائزہ لے سکینگے۔
- یوگا فلسفے کے نظریات سے واقف ہو جائینگے۔
- یوگا فلسفے کے تعلیمی اثرات سے واقف ہو جائینگے۔
- سانکھیہ اور یوگا فلسفے کے تعلیمی اثرات سے استفادہ کر سکنگے۔

9.2 سانکھیہ (Samkhya)

9.2.1 سانکھیہ فلسفہ تعارف (Samkhya Philosophy: Introduction)

سانکھیہ فلسفہ بھارتی فلسفوں میں بہت اہم ماناجاتا ہے۔ اس فلسفے کے بانی مشہور عالم کپلا ہیں۔ اس فلسفے کے بارے میں دو طرح کے خیالات مشہور ہیں۔ پہلا یہ کہ سانکھیہ دراصل سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی 'تعداد' کے ہوتے ہیں۔ دوسرا مفہوم اس کا "صیح علم" کیا جاتا ہے۔ سانکھیہ فلسفہ کائنات کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اُس کے اجزاء کی ہیئت (Nature) اور تعداد کا تعین کرتا ہے اور اس کے ذریعے حقیقت کا پردہ اُٹھایا جاتا ہے۔

سانکھیہ فلسفہ: مابعد الطبیعات

سانکھیہ فلسفہ حقیقت کی تلاش کو دو طرح سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اِن کے نزدیک حتمی حقیقتیں دو ہیں۔ پراکرتی اور پروشا۔ پراکرتی کے معنی مادّہ ہوتے ہیں اور پروشا سے مراد نفس (روح) ہے۔ اِن کے نزدیک پراکرتی اور پروشا دونوں مساوی طور پر حقیقی ہیں۔ وہیں پر یہ پراکرتی (غیر نفسی) اور پروشا (نفس) دونوں بھی ایک دوسری سے محبت مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً جاندار اور بے جان یہ فلسفہ اس سوال کا جواب تلاش کرتا ہے کہ اس دنیا کی اشیا آخر کار کسی شئے سے بنی ہیں؟

اس کی وضاحت وہ کہتے ہیں کہ پراکرتی کی جو کہ اولین اور حتمی وجہہ ہے۔ وہ تمام اشیا کے وجود کی حتمی حقیقت ہے۔ اس سے نہ صرف اشیاوجود میں آتی ہیں بلکہ ہمارا جسم، ذہن اور حواس بھی اِس کے ذریعے وجود پاتے ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ وجہہ اور اثر (علت اور

معلول)اِس کائنات کے تمام موجودات کی تخلیق پر لاگو ہوتا ہے۔ پر اثر کسی نہ کسی وجہہ کا محتاج ہوتا ہے۔ وجہہ اور اثر نا قابل تقسیم ہیں۔ اس لئے کائنات کی تمام اشیا وجہہ اور اثر کے زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔

9.2.2 سانکھیہ فلسفہ کے اہم اصول(Key Principles of Samkhya Philosophy)

علیت کا نظریہ(Theory of Causation)

اِس نظریے کے اہم نکات ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

اگر اثر وجہہ سے ظاہر نہ ہو تو کوئی بھی چیز وجود میں نہیں آسکتی گویا اثر اور وجہہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

'اثر' وجہہ کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

اثر مادی وجہہ میں پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ گو کہ اُس کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً آپ تیل، تلن کے بیجوں سے نکال سکتے ہیں۔

- مخصوص اثر مخصوصی مادّی وجہہ کے ذریعے ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔

مثلاً کپڑا دھاگے سے ہی بنایا جاسکتا ہے۔ یعنی دھاگوں کی مخصوص ترکیب کے ذریعے ہی کپڑا وجود میں آئے گا۔ گھی دودھ سے نکلے گا۔ وغیرہ

- اشیا عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ جو شئے موجود ہے وہ غائب نہیں ہو سکتی۔ صرف اپنی ہیّت بدلتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ تخلیق چھپی ہوئی چیز (وجہہ) کا اظہار ہے۔ اس کے بالمقابل تخریب (توڑ پھوڑ) ظاہر کے چھپانے کا نام ہے۔ یعنی تعمیر ہو یا تخریب دونوں صورتوں میں ہم کسی ایک ہیّت(Form) کو ترک کیا جاتا ہے۔ اور کسی دوسری ہیت یا حقومیت کو اختیار کیا جاتا ہے۔
- وجہہ اور اثر میں ہیّت(Form) کا فرق ہوتا ہے۔
- **اساد کرانت:** اس کے معانی ہوتے ہیں کہ جو شئے موجود نہیں ہے۔ وکسی نئی تخلیقی صلاحیت سے محروم ہو گی۔ یعنی جو شئے موجود نہیں ہے وہ کسی کی وجہہ نہیں بن سکتی۔ اثر وجہہ میں بالقوی موجود ہوتا ہے۔
- **اپدرانہ گرینت:** کسی بھی تخلیق کے لئے مادّی وجہہ ناگزیر ہوتی ہے۔ مادّی وجہہ نہ ہو تو وہ اثر کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اثر مادی وجہہ کا اظہار ہے۔
- **سروسنبھاوت:** اگر اثر مادّی وجہہ سے تعلق نہ رکھتا ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی بھی وجہہ کسی بھی اثر کو ظاہر کرے گی۔ مگر ہمارا مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اثر کے اظہار سے پہلے ہی وجہہ موجود ہوتی ہے۔
- **کرانہ واہت:** یہ اصول کہتا ہے کہ اثر اور وجہہ دونوں کی اپنی علیحدہ شناخت ہے۔ اِن کے درمیان کی روکاوٹیں دور کی جائیں تو اثر، وجہہ کے ذریعے اپنا اظہار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ پہلے سے موجود تھی۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress):
1۔ سانکھیہ فلسفے کے نظریہ علیّت کو واضح کیجئے۔ ____

پراکرتی: سانکھیہ فلسفے کے مطابق پراکرتی کائنات حتمی وجہ ہے۔ اسے اولیّن وجہ مانا جاتا ہے۔ کائنات کے تمام اثرات اس پر منحصر ہوتے ہیں چونکہ پراکرتی کائنات کو اولین وجہ ہے۔ اس لئے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ لافانی ہے اور ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے اُسے "پردھانہ" کہتے ہیں اِس کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اثرات کی وجہ سے اُس کے وجود پر شہادت حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے اُسے "انوما" کہا گیا۔ اشورا کرشنا کے مطابق پراکرتی کی نہ کوئی ابتداء اور نہ ہی کوئی اختتام، پراکرتی کسی سے پیدا نہیں ہوئی 'وہ آزاد ہے' قطعی، شہ ہے، لافانی ہے، اور تخلیق اور تخریب سے ماوراٗ ہے۔ پراکرتی سب کی رکھوالی کرتی ہے پالتی پوستی ہے۔ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ پراکرتی کی موجودگی ایک حقیقت ہے۔ ہم پراکرتی کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ ہمارا علم کائنات کے مادی وجود تک محدود ہے۔ اس لئے پراکرتی حقیقت اولیٰ ہے۔

- **پھیدانم پر سیمانت:** کائنات کی اشیا محدود ہیں۔ اور ایک دوسرے پر النحصار کرتی ہیں۔ ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ اور آخر کار فنا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وجہ کو لا محدود آزاد اور کبھی نہ ختم ہونی والی ہونا چاہئے۔ اسے پراکرتی کہتے ہیں۔
- **بھیدانم سمنویات:** کائنات میں بے شمار اشیا ہزار اختلافات کے باوجود اپنے اندر کچھ خصوصیات مشترک رکھتی ہیں۔ مثلاً خوشی، غم، اختلافات کا اظہار وغیرہ، اس لئے اِن تمام وجوہات کی وجہ کے لئے ایک طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو ان تمام مختلف اشیا کو اشتراک کے دھاگے میں پروئے رکھتی ہے۔
- **کریاتھ پرا:** تمام وجوہات اولین وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ وجہ اندر چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اشیا کے پیدا ہونے کے بعد اُن میں ترقی ہوتی ہے۔ اور وہ طاقت جو یہ کام کرتی ہے اُسے کائنات کے وجود میں آنے کی وجہ ہونا چاہئے۔ اس وجہ کو پراکرتی کہتے ہیں۔
- **کرن کریہ وبھاگاتا:** جیسے کے عرض کیا جاچکا وجہ اور اثر دونوں علیحدہ ہوتے ہیں وجہ اثر کو ظاہر کرتی ہے۔ چونکہ کائنات موجود ہے۔ اس لئے اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ یعنی کائنات ایک اثر ہے۔ اور کسی وجہ میں وہ چھپی ہوئی ہے۔ اس چھپی ہوئی وجہ کو پراکرتی کہتے ہیں۔
- **اوی بھاگت ویش:** اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ہم وجہ اور اثر کے درمیان ایک شناخت کو مان لیں۔ گویا جب ہمارا سفر حال سے ماضی کی طرف ہو تو اثر وجہ میں ضم ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک ایسی طاقت کے وجود کو مان لیا جاتا ہے جو نظر نہیں آتی اور تمام موجود اشیا اُس میں گم ہو جاتی ہیں۔
- **پراکرتی کی خصوصیات:** ستاوا، رجس اور تمس پراکرتی کی تین خصوصیات ہیں۔
- ستاوا کے معانی اچھائی، رحم دلی، روشن کرنے والا، اور تعمیری کام ہے۔ اس کا تعلق خوشی اور مسرت سے ہے۔ یہ ایک مثبت شے ہے۔
- **رجس:** میں انتشار، بدنظمی، جوش، جذبہ، تحریک دینے والی قوت اور اچھائی اور برائی کی چھپی ہوئی قوت ہے۔ اس کا رشتہ عمل سے ہے۔
- **تمس:** اس کا مفہوم اندھیرا، جہالت، تخریب، کاہلی اور منفی کام ہے۔
- **پروشا:** سانکھیہ فلسفہ کی اہم بنیاد ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے جاننے والی ذات، کام کرنے والا، اس کا کوئی جسم ہے نہ روح ہے نہ ذہن ہے یہ خالص شعور کا نام ہے۔ تمام علم اس سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس کا ہم علم حاصل نہیں کرسکتے۔ پروشا آزاد ہے۔ امن والا

ہے۔ پروشا غیر جانب دار ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح کی پابندی سے آزاد ہے۔ پروشا خود علم ہے۔ پروشا اپنے آپ میں اپنا ثبوت ہے۔ پروشا کی کوئی مخصوص شکل نہیں ہوتی ہے۔ پروشا پر ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہوتا ہے۔ پروشا پراکرتی کی حدود سے دور ہے۔

- **سانکھیہ اور نجات:** اس فلسفے میں انسانی دُکھوں سے نجات کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ فلسفہ انسانی زندگی کو دُکھوں سے بھرا پاتا ہے۔ اُن کے مطابق انسانی دُکھوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱) **جسمانی وذہنی وجوہات:** مثلاً جسمانی وذہنی بیماریاں، غصّہ، بھوک وغیرہ۔

۲) **قدرتی آفات وانسانی آفات:** مثلاً سیلاب، قحط، زلزلہ، اور جنگ، فساد وغیرہ جانوروں سے مسائل مثلاً سانپ کاٹنا، شیر، ہاتھی وغیرہ سے تکلیف

۳) ستاروں، جن، بھوت: اِن اشیا کے ذریعے بھی انسان مختلف مسائل کا شکار ہوتا ہے۔

- **سانکھیہ اور راہِ نجات:** سانکھیہ فلسفے کے نزدیک جہالت انسان کے سب تمام دُکھوں اور مسائل کی بنیاد ہے۔ اُن کے نزدیک جہالت سے مراد انسان کا اپنی اصل حقیقت کو نہ جاننا ہے۔ وہ نجات کے لئے پراکرتی اور پروشا میں فرق کو ملحوظ رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک جاندار (زندگی) پر جب حقیقت کھل جاتی ہے، اُس وقت وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ اگر چہ کہ وہ کسی جسم میں قیام کرتا ہے۔ یہ اُس کے سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے۔ ایسا جاندار دُکھ، درد سے ماورا ہو جاتا ہے۔ اس طرح جاندار آخر کار جسم سے بھی نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress):
1۔ سانکھیہ فلسفے میں نجات کے تصور کو واضح کیجئے۔ ____________________ __________

9.2.3 سانکھیہ فلسفہ کا نظریۂ علم (Theory of Knowledge in Samkhya Philosophy)

سانکھیہ فلسفہ علم کے تین ذرائع تسلیم کرتا ہے۔

۱) **ادراک (Perception):** اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی شئے کے راست رابطے میں آئیں اور اُس کا ہمارے حواس سے واسطہ ہو۔ اور اِس طرح ہم اُس کے بارے میں جان لیں۔ اشیا ہمارے حواس میں آنے کے بعد ہمارا ذہن اُس کا تجزیہ کرے اُس کے بارے میں ہمیں معلومات دیتا ہے۔ ادراک میں ذہن حواس کے ذریعے فراہم کردہ معلومات پر تجزیہ، ترکیب اور وضاحت کا کام انجام دیتا ہے۔ اور اپنا فیصلہ دیتا ہے۔ اس کو ہم شعور بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲) **شہادت (Testimony):** اس کو ہم گواہی، اعتراف، وحی اور تصدیق کے معانی میں لیتے ہیں ہمیں جب کسی شئے کے بارے میں ادراک یا استنباط سے علم حاصل نہیں کر سکتے تب ہمیں اِس ذریعہ علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں ہمیں معتبر، مستند اور بھروسے کے لائق ذریعے سے علم حاصل ہوتا ہے۔ اس میں تحکمانہ رویہّ پایا جاتا ہے۔ مذہبی تعلیمات عام طور پر اس میں شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً وحی۔

- **سانکھیہ فلسفہ کے تعلیمی مضمرات:** سانکھیہ فلسفے کے اصولوں کو ہم موجودہ دور میں تعلیم کے میدان میں استعمال کرسکتے ہیں۔
- **ارتقاوترقی:** آج ہم تعلیم کے ذریعے طالب علم کا ارتقا کرنا چاہتے ہیں۔ سانکھیہ فلسفہ کہتا ہے کہ ارتقایا ترقی کا مطلب شخصیت میں موجود صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے یعنی طالب علم میں پہلے سے موجود خوبیوں کو باہر نکالنا اور اُن میں اُسے آگے بڑھانا۔ یعنی یہ خوبیاں پہلے سے طالب علم میں بالقویٰ موجود تھیں یہ تصوّر جدید تعلیمی نفسیات سے ہم آہنگ ہے۔ جدید تعلیم طالب علم کے رویّے میں تبدیلی لانا چاہتی ہے اس کا سراغ سانکھیہ فلسفہ میں ملتا ہے۔ مثلاً تصوّر کرنا۔
- **تعلیمی مقاصد:** موجودہ دور کے تعلیمی مقاصد کو گونج ہم سانکھیہ فلسفہ میں سننے میں سانکھیہ فلسفہ کے نزدیک تعلیم کا آخری مقصد ذات کی تکمیل ہے۔ اور تکمیل ذات کا مقصد نجات کا حصول ہے۔
- **طریقہ تدریس:** اس طرح جہاں معتبر اور مستند مواد کی اہمیت ہے وہیں پر عقل کے استعمال کرنے اور علم کو منطق کے ذریعے اور ادراک کے ذریعے حاصل کرنے کے پورے امکانات ہیں۔ اس میں حواس کا بھرپور استعمال ہوتا ہے۔ یہ تجرباتی طریقوں کو بڑھاوا دیتی ہے۔ طالب علم کو عملی ذرائع سے علم فراہم کرنے کی بات کہی گئی ہے۔
- **نصاب:** سانکھیہ فلسفہ کے مقاصد تعلیم کے حصول کے لئے تمام مضامین کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً سائنس، جس کے ذریعے ہم فطرت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ تاریخ، جغرافیہ، زبان، سماجی علوم اور مذہبی علوم کا اس میں شمار ہوگا۔ طالب علم کو صحت مند رکھنے کیلئے ”یوگا“ ضروری ہوگا۔
- **معلم کا کردار:** سانکھیہ فلسفے کا جائزہ بناتا ہے کہ استاد کا کردار ایک سہولت کار کا ہوگا۔ وہ طالب علم کے اندر موجود صلاحیتوں کو باہر نکالنے میں اُس کی مدد کرے گا۔ وہ طالب علم کا راہ نما ہوگا۔
- **طالب علم کا کردار:** سانکھیہ فلسفہ چونکہ فرد کی نجات پر مرکوز ہوتا ہے۔ اس لئے ہر طالب علم کو انفرادی توجہ دی جائے گی۔
- **مذہبی واخلاقی تعلیم:** سانکھیہ فلسفہ اقدار کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اس لئے نظام تعلیم اخلاقی اصولوں کو مرکزی حیثیت دے گا۔ انسان کو پر سکون زندگی گذارنے کے لئے پر سکون ذہن کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اقدار کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ پر سکون ذہن کے ذریعے طالب علم اس کائنات کے وسائل سے فائدہ اُٹھا کر نجات کی طرف پیش قدمی کرسکتا ہے۔
- **خودشناسی:** سانکھیہ فلسفہ طالب علم کو خودشناسی پر زور دیتا ہے۔ میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ میں کیوں ہوں؟ مجھے آخر کار کہاں جاتا ہے؟ یہ سوالات کے جوابات انسان کو عرفان ذات دیتے ہیں۔ سانکھیہ فلسفہ ذات کی سچائی۔ اور کائنات کو سچائی معلوم کرنے میں مدد کرتا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ سانکھیہ فلسفے کے تعلیمی نظریات اور موجودہ دور میں اُن کی معنویت پر اظہارِ خیال کیجئے۔

9.3 یوگا فلسفہ: تعارف (Yoga Philosophy: Introduction)

یوگا فلسفہ قدیم بھارتی فلسفوں میں ایک مقام رکھتا ہے۔ اسے سانکھیہ فلسفہ کی عملی شکل بھی کہا گیا۔ اس فلسفے نے دیگر نظریات اور فلسفوں پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ اس وقت "یوگا سوترا" اس فلسفے کی بنیادی کتاب مانی جاتی ہے۔ اِس کے مصنف "پاتا نجلی" ہیں یوگا خدا کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔

یوگا کا ماننا ہے کہ انسان اُس وقت روحانی نجات حاصل کر سکتا ہے جب روح (پروشا) مادّہ (پراکرتی) کے غلامی سے آزاد ہوتی ہے۔ روح مادّے کی غلام اُس بنتی ہے جب وہ جاہل ہوتی ہے۔ یا فریب نظر کا شکار ہو جاتی ہے۔ یوگا چاہتا ہے کہ انسان دوبارہ اپنی خالص حقیقی حالت میں داخل ہو جائے اس کے لئے انسان کو ذہن پر مکمل قابو کرنا ہوگا، تاکہ اُس کو چھٹکارا ملے۔ دوسرے اُس کو مادی اشیا سے محبت کو ختم کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اُسے "سمادھی" حاصل ہوگی۔ 'سمادھی' اُس حالت کو کہتے ہیں جس میں انسان حقیقت اولیٰ کے ساتھ وجد آفریں ے یکجائی حاصل کر لیتا ہے۔

9.3.1 یوگا فلسفے کے اہم اصول (Key Principles of Yoga Philosophy)

یوگا عام طور پر آٹھ مراحل پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلے دو مراحل اخلاقی ہوتے ہیں۔ ان میں پہلا "یاما" یعنی ضبط نفس ہے اس کے تحت یہ چاہا جاتا ہے کہ انسان ہر طرح کے تشدّد سے پرہیز کرے (انسا) جھوٹ، چوری، لالچ، حرص و طمع سے اپنے آپ کو بچائے۔

دوسرا مرحلہ "نیاما" یعنی (نظم وضبط) کا ہوتا ہے۔ اس کے تحت بدن کی صفائی، اطمنان و آسودگی، شدید سادگی بالخصوص مالی معاملات میں، مطالعہ اور خدا سے والہانہ وابستگی شامل ہے۔

اگلے دو مراحل جسمانی تیاّری کے ہیں۔ جنھیں "آسن" کہتے ہیں۔ اِن آسن کے ذریعے انسانی جسم کو لچکدار اور صحت مند بنایا جاتا ہے۔ اس میں مختلف جسمانی شکلیں بنائی جاتی ہیں۔ جس کے دوران کسی اور جسمانی حرکت کو نہیں کیا جاسکتا۔ اور توجہ کو آسن کی شکل پر مرکوز رکھنا ہوتا ہے۔

اس کا چوتھا مرحلہ "پرنایاما" ہوتا ہے۔ اس میں انسان کو مختلف ورزشوں کے ذریعے اپنی سانس کے عمل پر قابو سکھایا جاتا ہے۔ اسکے ذریعے مکمل عمل تفسّ کو مکمل طور پر پرسکون حالت میں لانے کی کوشش ہوتی ہے۔ پانچواں مرحلہ "پرتیاہارا" ہے۔ اس کے معانی حواس کی بیرونی اشیا سے توجہ ہٹانا ہے۔ اس میں حواس کو تربیت کی جاتی ہے اور حواس پر قابو پانا سکھایا جاتا ہے۔ یہ پانچوں مراحل بیرونی مددگار ہیں۔ بقیہ تین خالصتاً انسان کو اندرون سے مدد کرتے ہیں۔

چھٹا مرحلہ "دھالانا" ہے۔ اس کا معانی مضبوط پکڑ کے ہوتے ہیں۔ اس میں انسان کو طویل وقفے کے لئے تمام بیرونی اشیا سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی ایک شئے پر اپنی خیالات کو مرکوز کرنا ہوتا ہے۔ اسے ہم گیان دھیان کہہ سکتے ہیں۔ ساتواں مرحلہ "دھیانا" کا ہوتا

ہے۔ اسے ہم مرکوز گیان دھان یا مراقبہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں جس شئے پر گیان دھیان کیا جاتا ہے۔ اُسے اپنی 'انا' یعنی ذات یا خودی کا خیال کئے بغیر منطقی انداز اُس شئے پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔

آخری اور آٹھواں مرحلہ "سمادھی" کہلاتا ہے۔ اس مرحلے میں انسان اپنے ذات اور مراقبے کی شئے میں مکمل شمولیت اختیار کرلیتا ہے۔ گویا دونوں یکجا ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت "سمارا" یعنی 'پنر جنم' سے آزاد ہونے کیلئے ضروری ہے۔ آگے اس کی مزید تفصیلات آرہی ہیں۔ یوگا کو ہم کم و بیش خدا کے ساتھ اتحاد یا یکجائی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

سانکھیہ اور یوگا دونوں فلسفے انسان کی نجات کے لئے علم کو ناگزیر تسلیم کرتے ہیں۔ حصول علم کے لئے اِن کے مطابق انسان کو اپنی جسمانی اور ذہنی خواہشات پر قابو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ حواس، عقل اور انا (خودی) پر بھی قابو پانا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی انسان اپنی حقیقت جان سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری ذات ان سب کی محتاج نہیں ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ یوگا فلسفے کے اہم نکات بیان کرو۔ ____________________ ____________________

- **یوگا فلسفہ - مابعد الطبعات:** یوگا فلسفہ اور سانکھیہ فلسفے کے مابعد الطبیعات ایک جیسے ہی ہیں۔ سانکھیہ فلسفے میں 25 نکات کے تحت اس پر راہ نمائی ہے۔ یوگا میں اس کے علاوہ 26 واں نکتہ 'خلا' بھی شامل کیا گیا۔
- **یوگا فلسفے کا نظریۂ علم:** سانکھیہ فلسفے کے علم کے ذرائع ادراک، استنباط اور شہادت کو یوگا بھی علم کے ذرائع مانتا ہے۔ اس کے ساتھ مطالعہ ارتکاز اور گیان دھیان کو بھی علم کے ذرائع سمجھا جاتا ہے یوگا میں بھی مذہبی کتابیں بھی علم کا ذیعہ ہیں۔
- **یوگا کے نفسیاتی پہلو:** یوگا میں ستّہ کی بڑی اہمیت ہے۔ ستّہ پراکرتی میں تبدیلی کا نام ہے۔ اس سے پہلے ہم ستاوا، رجس اور تمس کا مفہوم جان چکے ہیں۔ ستّہ میں رجس اور تمس پر ستاوا کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں ذرات (Self) اشیا کا علم حاصل کرتی ہے۔ اس وقت ہماری ذات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جو تبدیلی نظر آتی ہے وہ گویا پانی میں حرکت سے چاند کے چلنے کیفیت سے مشابہ ہوتی ہے۔ اس عمل میں "ذات" حقیقی علم حاصل کرتی ہے۔ جب ہمیں حقیقی علم حاصل ہو جاتا ہے تو اُس وقت ہم ستّہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان دنیاوی یعنی مادّی خوشی اور غم کے بندھن سے آزادی حاصل کرلیتا ہے۔ اور یہی مطلوب ہے۔ یوگا کے ذریعے ہم ستّہ میں ہونے والی تبدیلیوں پر کنٹرول حاصل کرسکتے ہیں۔

ستّہ کے پانچ مراحل ہوتے ہیں:

۱) **کپتا (Ksipta):** اس مرحلے میں ستّہ بنیادی طور پر حرص اور ہوس اور لالچ کی بہت زیادہ غلام بن جاتی ہے۔

۲) **مودھا (Modha):** جب ستّہ پر تمس غالب آجاتی ہے۔ تو اُس کیفیت کو مودھا کہتے ہیں۔

۳)**وی کپستا(Viksipta):** اس کیفیت میں ستاو اس،ستّہ پر چھاجاتی ہے۔ مگر رجس کو وجہہ سے وہ کامیابی اور ناکامی درمیان چکر کاٹتی رہتی ہے۔

۴)**اکاگرا(Ekagra):** اِس مرحلے میں ستاوا کی وجہہ سے کپستا کسی ایک کام پر جم جاتی ہے۔

5)**نرودھا(Nirudha):** ستّہ میں تبدیلی واقع ہوجائے اور اُس کا عکس باقی رہے تو یہ حالت نرودھا کہلاتی ہے۔ اسی کو ہم یوگا کہتے ہیں.

- ستّہ چونکہ ایک ماڈّی وجود ہے۔ اس سے ذات کا اظہار ہوتا ہے۔ ستّہ میں مختلف تبدیلیاں جہالت کی وجہہ سے آتی ہیں۔ جہالت انسان کو غلام بنادیتی ہے۔ ستّہ میں تبدیلیاں پانچ طریقوں سے آتی ہیں:

۱)**پرمانا:** ادراک، استنباط اور شہادت علم کے ذرائع ہیں۔ اِس میں مذہبی کتابیں بھی شامل ہے۔ حواس کے ذریعے ستّہ ایک فعل یا کام کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ گویا حواس کے ذریعے تصدیق شدہ مشاہدات، علم کا ذریعہ قرار پاتے ہیں۔

۲)**وی پرمایا:** کسی چیز کے بارے میں غلط علم وی پرمایا کہلاتا ہے۔ شک(Doubt) بھی اسی میں شامل ہے۔

۳)**وکلپا:** اس میں ہم اُس شئے کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں جو بذاتِ خود موجود نہیں ہے۔ مثلاً شعور اور ذات کا ایک ہونا۔ ہم عام طور پر شعور اور ذات میں فرق کرتے ہیں۔

۴)**ندرا:** یہ نیند جیسی کیفیت کا نام ہے۔ اس حالت میں حقیقی علم موجود نہیں ہوتا ہے۔ مگر یہ مکمل جہالت بھی نہیں ہوتی۔

۵)**سمرتی:** اس کے معانی حافظے کے ہوتے ہیں۔ یعنی پرانی باتوں، مشاہدات معلومات وغیرہ کو یاد کرنا۔

اس طرح ستّہ میں اوپر درج تبدیلیاں ایک چکر(Cycle) کی صورت میں جاری رہتی ہیں۔

- **ستّہ میں تبدیلی کی وجوہات:** یوگا فلسفے کے مطابق ستّہ میں تبدیلی کی کئی وجوہات ہیں۔ جن میں سرِفہرست بیماری، سستی، کاہلی، اور شک کرنا ہے۔ اس کے علاج کے لئے یوگا توجہ مرکوز کرنا سکھاتا ہے مختلف آسن کے ذریعے توجہ میں ارتکاز کے علاوہ جسمانی صحت بھی حاصل ہوتی ہے۔ آدمی چست اور تندرست رہتا ہے۔ جو اُسے حقیقی علم کو حاصل کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ یوگا ذہنی اور جسمانی تربیت کے ذریعے یہ کام کرتا ہے۔ یوگا کے آٹھ اصول (سدھ) ہوتے ہیں۔ جن سے طاقت حاصل کی جاسکتی ہیں چونکہ یوگا کا مقصد نجات حاصل کرنا ہے۔ اِس لئے اِن طاقتوں کو حاصل کرنے کو پسند نہیں کیا گیا۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)
1۔ ستّہ کے پانچ مراحل بیان کیجئے۔ ________________________________ ________________

یوگا کی منازل:

یوگا کے آٹھ منازل ہیں:

ستّہ پر قابو پانے اور دھیان مرکوز کرنے کیلئے یوگا ذیل کے آٹھ ذرائع تجویز کرتا ہے۔

1) **یاما:** جسم، زبان اور ذہن پر کنٹرول حاصل کرنے کا نام ہے۔ اس کی مزید پانچ قسمیں ہیں۔

a) **اہنسا:** کسی بھی جاندار کو تکلیف نہ دیں۔ ہر طرح کے تشدّد سے پرہیز کریں۔

b) **ستیہ:** سچائی کا اظہار کریں۔ کہنے اور کرنے میں فرق نہ ہو۔

c) **استیئہ:** دوسروں کے حال پر گندی نظر نہ ڈالیں۔ چوری سے بچیں۔

d) **بھرم چاریہ:** حیوانی خواہشات پر کنٹرول حاصل کریں۔

e) **اپری گرہ:** حرص و ہوس سے بچیں، قناعت پسند بنیں۔

2) نیاما: اس کا تعلق انسان کے کردار اور رویّے سے ہے۔ اچھے اخلاق اختیار کرنا۔ اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔

a) **سوچھ:** اس سے مراد انسان کی داخلی اور خارجی صفائی ہے۔ یعنی داخلی طور پر ایثار، قربانی، دوسروں کو خوشی دینا اور دنیا سے بے رغبتی شامل ہے۔ خارجی طور پر جسمانی صفائی اور ثقافت مراد ہے۔

b) **سنتوش:** قناعت پسند زندگی گذارنا۔

c) **تپا:** وہ کام جو شدید موسم سے مقابلہ کرنے کے قابل بنائے۔

d) **سوادھیائے:** مطالعہ کرنا بالخصوص مذہبی کتابوں کا

e) **استور پری دھانہ:** خدا کا ذکر کرنا، اور اُس کے احکامات پر عمل کرنا۔

3) آسن: اِس میں مختلف قسم کے جسمانی ورزش کے لئے ستّہ پر قابو پانے ذہن کو قابو کرنے اور ارتکاز کرنے میں عدد کرتے ہیں۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں پدما آسن، بھدرا آسن، گروڑ آسن، آسٹر سا آسن، اور میور آسن۔

4) پرنایاما: یوگا کا یہ چوتھا مرحلہ ہے۔ جس میں ہم اپنے تنفّسی نظام اور اُس کے تمام اعضا پر قابو پانے کی مشق ہے۔ یہ سانس کو کنٹرول کرتا ہے اِس طرح ستّہ مرکوز رہنے میں مدد ملتی ہے۔

5) **پرات یاہارا:** اس میں انسان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے حواس پر قابو پائے اس طرح کہ وہ دنیاوی لذتوں اور عیش و عشرت کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ اس طرح ہم اپنے ذہن کو دنیاوی / مادّی اشیا سے دور رکھ سکتے ہیں۔

6) **دھارانہ:** ہمارا ذہن ہمیشہ ایک شئے سے دوسری شئے کی طرف بھٹکتا رہتا ہے۔ کسی ایک شئے پر دھیان مرکوز کرنے اور ارتکاز کا وقفہ بڑھانے کیلئے کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں صرف ایک شئے توجہّ مرکوز کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اگر ذہن بھٹک کر دوسری شئے پر متوجہّ ہو تو فوراً اُسے پھر سے پہلی شئے پر متوجہّ کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

7) **دھیانہ:** یہ دھارانہ سے آگے کا اقدام ہے۔ اس مرحلے میں انسان کسی بھی شئے پر اپنے ارتکاز کے وقت کو طویل کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس میں انسان صرف شئے کے کسی جز پر توجہّ کر کے پوری شئے کی حقیقت کا احساس کر سکتا ہے۔ اسے ہم مراقبے کو حالت کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح مراقبے کے ذریعے ہم ستّہ کی حقیقی نوعیّت کو جان سکتے ہیں۔

8)**سمادھی:** یوگا کی آخری منزل سمادھی ہے۔ یہ یکجائی کا مرحلہ ہوتا ہے یہاں تک پہونچنے کے بعد انسان موضوع بحث اور مادّی شئے میں فرق کی نفی کرتا ہے۔ یہاں آکر اُسے معلوم ہوتا ہے کہ ستّہ کس طرح مادّی شئے کی صورت اختیار کرتی ہے۔

- **یوگا کا تعلیمی فلسفہ:**

یوگا کے تعلیمی مضمرات درج ذیل ہیں:

۱) یہ طالب علم کی قوت ارادی کو بڑھاتا ہے۔

۲) یہ طالب علم میں صبر اور تحمّل کو فروغ دیتا ہے۔

۳) یہ طالب علم کے باطن کی بھی تعلیم و تربیت کا نظم کرتا ہے۔

۴) یہ طالب علم میں تخلیقی شعور کو پروان چڑھاتا ہے۔

۵) یہ طالب علم میں اُس کی انفرادیت کو ترقی دیتا ہے۔

- **یوگا اور تعلیمی مقاصد:**

- طالب علم کا ہمہ جہت ارتقا کرنا۔
- طالب علم کو جسمانی، ذہنی اور مافوق الفطرت قوتوں کے تکالیف سے نجات دلانا۔
- طالب علم کا ذہنی، جسمانی اور اخلاقی و روحانی ارتقا کرنا۔
- انسانی فطرت کو سمجھنا۔

- **یوگا اور معلمؔ:**

- معلم کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔
- معلم صرف زبانی / نظریاتی تعلیم نہ دے بلکہ اُسے عملی انداز میں پیش کرے۔
- مظاہراتی طریقہ استعمال کرے۔
- معلمؔ میں علم کی قوّت اور قوت ارادی اور عمل کی طاقت ہونا چاہئے۔

- **یوگا اور طالب علم:**

- طالب علم کو اپنے آپ کو معلمؔ کو سپرد کر دینا چاہئے۔
- طالب علم معلمؔ کا ہمیشہ محتاج رہنا ہے۔
- طالب علم مکمل نظم وضبط کا مظاہرہ کرے۔

- **یوگا اور نصاب:**

- کوئی متعین نصاب نہیں ہے۔ بحیثیت مجموعی درج ذیل مضامین شامل ہوں گے۔
- وہ مضامین جو طالب علم کی نفسیاتی اور جسمانی تربیت کریں۔

- زبان اور ادب
- اخلاقی تعلیم
- سماجی علوم
- سائنسی علوم بشمول طبّی علوم
- جسمانی تربیت

- **یوگا اور طریقہ تدریس:**
  - طالب علم کی قوت ارتکاز کو بڑھانا۔ تصورات کو پختہ کرنا۔ اور حافظے پر زور۔
  - سائنسی طرز عمل، مشاہدہ، تجربہ، ارتکاز، سچائی وغیرہ
  - پروجیکٹ میتھڈ
  - نفسیاتی اصولوں کا لحاظ رکھنا

- **یوگا اور ڈسپلین:**
  - یوگا میں تعلیم اور ڈسپلین ایک ہی ہیں۔
  - یوگا کے مقاصد کے حصول کیلئے ڈسپلین ناگزیر ہے۔
  - خود ڈسپلین کی پہل کرنا۔
  - جسمانی، ذہنی اور عقلی ڈسپلین کی توقع کی جاتی ہے۔

9.4 خلاصہ (Summary)

سانکھیہ فلسفہ جو نظریات پیش کرتا ہے یوگا اُس کو عملی تعبیر ہے۔ دونوں کے تعلیم پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ فلسفۂ تعلیم سانکھیہ اور یوگا فلسفے سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ یہ فلسفے طالب علم کو اُس کی مادّی مشکلات کو حل کرنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ طالب علم کی ذہنی صحت اور ذہنی ارتقا میں مدد کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں طالب علم مختلف قسم کے تناؤ کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ آسن کے ذریعے اُس کی جسمانی صحت میں ترقی ہوتی ہے اور وہ ایک صحت مند جسمانی زندگی گذارتا ہے۔ اکا گرتا، کے ذریعے طالب علم میں صبر، تحمل، برداشت کی تربیت دی جاتی ہے۔ اُن کی قوت ارادی کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ طالب کے ظاہر اور باطن دونوں کی تعلیم وتربیت کا نظم ان فلسفوں میں موجود ہے۔ یہ فلسفے طالب علم کو شعورِ ذات دیتا ہے۔ اُن میں تخلیقت کو بڑھاتا ہے۔ اور اُنھیں اپنی انفرادیت کے اظہار کی تربیت کرتے ہیں۔ دونوں فسلفوں کا آخری مقصد انسان کو نجات دلانا ہے۔

9.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- سانکھیہ اور یوگا فلسفوں کے بنیادی اصول سمجھے گے۔
- سانکھیہ کے نظریات کی عملی شکل یوگا ہے اُس پر یقین کریں گے۔
- سانکھیہ اور یوگا فلسفے کے اصولوں کو موجودہ دور میں استعمال کریں گے۔
- تعلیمی و تربیتی عمل میں سانکھیہ اور یوگا فلسفوں کی تعلیمات کو استعمال کریں گے۔

9.6 فرہنگ(Glossary)

- علیّت : وہ نظریہ جو کہتا ہے کہ اثر' وجہہ کے اظہار کا ذریعہ ہے۔
- ستاوا : اچھائی، رحم دلی، تعمیری کام اور روشن کرنے والا
- رجس : انتشار، بد نظمی، جوش، جذبہ، عمل سے متعلق
- تمس : اندھیرا، جہالت، تخریب، کاہلی-یعنی منفی کام
- ادراک(Perception): ذہن کا حواس کے ذریعے تجزیہ، ترکیب کر کے فیصلہ کرنا
- استنباط(Inference) : استدلال کرنا، منطقی سوچ کے ذریعے نتائج اخذ کرنا
- شہادت(Testimoney) : گواہی، وحی، اعتراف کرنا

9.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective type Questions)

1) سانکھیہ فلسفہ--------کے فسلفوں میں اہم مانا جاتا ہے۔

a) بھارت b) مغرب c) تاریخ

2) سانکھیہ فلسفہ حقیقت کو-----------سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

a) ایک طرح b) دو طرح c) تین طرح

3) اثر-----------میں پہلے سے موجود ہوتا ہے۔

a) زمین b) آسمان c) وجہہ

4) وجہہ اور اثر میں-----------کا فرق ہوتا ہے۔

a) ہیّت b) مادّے c) روح

5) پراکرتی کی موجودگی ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

a) افسانہ b) تصوّر c) حقیقت

6) ستاوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شئے کا نام ہے۔

a) مثبت b) منفی c) معتدل

7) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلسفہ سانکھیہ فلسفے کی عملی شکل ہے۔

a) نیایہ b) بدھسٹ c) یوگا

8) یوگا میں جسم کو مخصوص شکلوں کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

a) آسن b) آتما c) ہیّت

9) سانس کی ورزش کو یوگا میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

a) آسن b) پرنایاما c) پرنام

10) یوگا کی آخری منزل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

a) دھیانہ b) دھارنہ c) سمادھی

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type questions)

1) سانکھیہ فلسفے کا مختصر اً تعارف کرائیے۔

2) پراکرتی سے کیا مراد ہے۔

3) پروشا سے کیا مراد ہے۔

4) سانکھیہ میں راہِ نجات کیا ہے۔

5) سانکھیہ کے تین ذرائع علم کون سے ہیں۔ اُن کا مفہوم لکھئے۔

6) یوگا کا نجات سے متعلق کیا تصوّر ہے۔

7) یوگا کے دو اخلاقی مراحل کون سے ہیں۔

8) یوگا کے نفسیاتی پہلو پر نوٹ لکھئے۔

9) ستہ میں تبدیلی کی وجوہات تحریر کیجئے۔

10) ستہ کے پانچ مراحل بیان کیجئے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1) سانکھیہ فلسفہ اور تعلیم پر تفصیلی اظہار خیال کیجئے۔

2) یوگا فلسفہ اور تعلیم پر تفصیلی روشنی ڈالئے۔

3) یوگا کے آٹھ منازل کون سی ہیں؟ ہر ایک مختصراً اظہار خیال کیجئے۔

4) پراکرتی اور پروشا میں تفصیلی تقابل کیجئے۔

5) یوگا فسلفے کے کن اُصولوں کو آپ آج کے تعلیمی نظام میں استعمال کریں گے۔ دلیل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

نوٹ: معروضی سوالات کے جوابات

(1) a (2) b (3) c (4) a (5) c (6) a (7) c (8) a (9) b (10) c

9.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading materials)

(1) خود اکتسابی مواد: تعلیم کی فلسفایہ بنیادیں، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی حیدرآباد 2018

(2) JETIR feb.2021.V01.8.Issue.2.www.jetir.org

(3) e.gayankosh.ac.in

اکائی 10۔ مشرقی فلسفۂ تعلیم، نیایہ اور صوفی ازم

(Eastern philosophy of education, Nyaya and Sufism)*

10.0 تمہید(Introduction)

10.1 مقاصد(Objectives)

10.2 نیایہ فلسفہ(Nyaya Philosophy)

10.2.1 نیایہ فلسفہ: تعارف(Nyaya Philosophy: Introduction)

10.2.2 نیایہ فلسفہ: اہم اصول(Key Principles of Nyaya Philosophy)

10.2.3 نیایہ فلسفہ کا نظریہ علم(Theory of Knowledge in Nyaya Philosophy)

10.3 صوفی ازم(Sufism)

10.3.1 تعارف(Introduction)

10.3.2 صوفی ازم کے اہم اصول(Key Principles of Sufism)

10.3.3 صوفی ازم کا نظریۂ علم(Theory of Knowledge in Sufism)

10.4 خلاصہ(Summary)

10.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

10.6 فرہنگ(Glossary)

10.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

10.8 معروضی سوالات کے جوابات(Answers to Objective Questions)

10.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Materials)

* Dr. Badarul Islam, Assistant Professor, MANUU CTE, Aurangabad

10.0 تمہید(Introduction)

عزیز طلبا سابقہ اکائی میں آپ مشرقی نظام کے تحت سانکھیہ اور یوگا فلسفوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس اکائی میں اس سلسلے کی تیسری اور چوتھی کڑی نیایہ فلسفہ اور صوفی فلسفہ، اُن کی بنیادیں اور اُن کا تعلیمی پس منظر کا مطالعہ کریں گے۔ اوران فسلفوں کے تعلیمی نظام میں مقام کو دیکھ کر اُن کو قابل عمل باتوں پر عمل کرنے کے قابل ہو پائینگے۔ نیایہ یہ قدیم بھارتی فلسفوں میں شمار ہوتا ہے صوفی فلسفہ عہد وسطیٰ کی دین ہے۔

10.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قدر قابل ہو جائیں گے کہ

- نیایہ فلسفے کی بنیادوں کا فہم حاصل کر سکیں۔
- نیایہ فلسفے کے اصولوں سے واقفیت حاصل کر لیں۔
- نیایہ فسلفے کے تعلیم پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- موجودہ دور میں نیایہ فلسفہ کے تعلیمی پہلوؤں کی افادیت جان سکیں۔
- صوفی فلسفے کے اصولوں کو سمجھ جائیں۔
- صوفی فلسفے کے طریقہ کار کو سمجھ سکیں۔
- صوفی فسلفے کے تعلیمی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- صوفی فلسفے کے تعلیمی اصولوں پر کام کر سکیں۔

10.2 نیایہ فلسفہ(Nyaya Philosophy)

10.2.1 نیایہ فلسفہ: تعارف(Nyaya Philosophy: Introduction)

نیایہ یہ سنکرت لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ''مضمون کی تفصیلات جاننے'' کے ہوتے ہیں۔ اس طرز فکر میں مضمون کا تجزیاتی مطالعہ منطقی انداز میں کیا جاتا ہے۔ اس کے دوسرا نام ترک وڈیا، ہے اس کا مطلب وجوہات کا علم ہوتا ہے۔ اسے وداوڈیہ بھی کہتے ہیں میں کے معانی ''مباحثہ'' کرنا ہوتے ہیں۔ اس فلسفے کو ترک شاستر یا منطق علم بھی کہتے ہیں۔ گویا نیایہ فلسفہ مضمون کے تفصیلات کو جاننا ہے، جس کے لئے تجزیاتی اور منطقی انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ اِس عمل میں وجوہات کو جاننے کیلئے مباحثہ کیا جاتا ہے۔ اس فلسفے کی رو سے علم کے معانی کسی شئے کے اظہار کے ہیں۔ اُن کے مطابق علم کے ذریعے کوئی بھی شئے روشن ہو جاتی ہے۔

نیایہ فلسفہ کا مقصد، انسانی زندگی میں دکھوں سے آزادی حاصل کرنا ہے۔ سابقہ اکائی میں بھی آپ نے دیکھا کہ بھارت کے فلسفوں میں انسانی دُکھوں سے نجات سب سے اہم مسئلہ ہے۔ نیایہ فلسفہ کے نزدیک بھی یہ حتمی سوال ہے۔

نیایہ فلسفے نے نجات کے مسئلے کو نیچے دیے گئے طریقے سے حل کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے دُکھوں کا سبب ہمارے اعمال اور اُن کے نتائج کا چکر ہے۔ اگر ہم اس چکر کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ عمل اور نتیجے کے چکر' ابتداً غلط فہمی سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اشیا کی حقیقت کو سمجھنے میں غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ توہمات ہو سکتی ہیں۔ یا ہم حقیقت پر غلط خیالات کا پردہ ڈال دیتے ہیں۔ ایک اور مسئلہ اس کی وجہ ہے وہ یہ کہ انسان اپنے آپ کو صرف جسم اور ذہن کا مرکب سمجھے یہ اشیا کی حقیقت سے متعلق غلط فہمی 'عدم توازن' پر منتج ہوتی ہے۔ فرد جب عدم توازن کا شکار ہوتا ہے تو وہ 'اَنا' (ego) کا غلام بن جاتا ہے۔ اور جب اَنا کا غلام بن جاتا ہے تو پھر جھوٹے سہاروں کے تحت زندگی گذارتا ہے۔ اور یہ سبب بنتا ہے اُس کے دُکھوں کا۔

- **کرما (عمل) کا مرحلہ:**

- انسان اپنی زندگی گذارنے کیلئے عمل کا محتاج ہے۔ نیایہ کے مطابق انسانی اعمال کو تین قسمیں ہیں۔ اعمال کے نتائج دیر یا سویر سے ضرور ملتے ہیں۔ اور انسان موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد اُس کی سابقہ زندگی کے اعمال کی بنیاد پر اور اُن اعمال کے بدلے کے طور پر اُسے پنر جنم (دوبارہ زندگی) حاصل ہوتا ہے۔
- اس پنر جنم والی زندگی کے اعمال کا بدلہ بھر سے ایک نئے پنر جنم کی صورت میں بھگتنا ہوتا ہے۔ اور یہ چکّر نجات پانے تک جاری رہتا ہے۔
- انسانی زندگی کا آخری مرحلہ مایوسی، بیماریوں، غم، بے اطمنانی اور دباؤ سے عبادت ہوتا ہے۔
- آواگمن (پنر جنم کا چکّر) کو توڑنے کے لئے انسان کو بصیرت اور حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنی زندگی کو متوازن بنانا ہوگا اور نجات کو حاصل کرنے کے لئے پنر جنم کے چکّر کو ختم کرنا ہوگا۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)(Check Your Progress)
1۔ نیایہ فلسفہ کی وضاحت کیجئے۔   ______________________   ______________________

- **نجات کا راستہ:**

نیایہ فلسفہ نجات پانے کیلئے ذیل کے چار تعلیمات پیش کرتا ہے۔

(1) دکھوں سے پرہیز کرنا، یعنی آدمی اُن باتوں سے کاموں سے بچے جو اُسے دُکھ کا باعث بنتے ہوں۔

(2) دُکھوں کی وجہ جاننا۔ انسانی دُکھوں کو وجہہ اُس کی خواہشات اور جہالت ہوتی ہے۔ حرص و ہوس بھی انسان کو دُکھوں میں مبتلا کرتے ہیں۔

(3) اگر انسان دُکھوں سے نجات پانا چاہتا ہے تو اُسے سختی سے اور قطعیت کے ساتھ اُن کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے جو دُکھ کا باعث بنتے ہیں۔

(4) قطعی پرہیز کے لئے ہمیں حقیقی علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہم پر تمام اشیا کو حقیقت کو واضح کرتا ہو۔

- **نیایہ فلسفے کا نظریہ علم:**

اِس فلسفے نے علم کو دو شاخوں میں تقسیم کیا۔

(1) حقیقی علم جسے پرما کہا جاتا ہے

(2) غیر حقیقی علم اِسے اَپرما کہا جاتا ہے۔

حقیقی علم کے حاصل کرنے کے چار ذرائع ہیں۔

(۱)ادراک (۲)استنباط (۳)تقابل اور (۴)الفاظ

غیر حقیقی علم وہ ہے جو ان چار ذرائع کے علاوہ حاصل کیا جائے۔ مثلاً حافظہ، شک، غلط فہمی، قیاس وغیرہ۔

I. ادراک(Perception):

اِس کو مشاہدے کی قوّت کہتے ہیں۔ اس میں ہم شئے کو دیکھ کر اپنا ایک ذاتی احساس بناتے ہیں۔ اس میں شئے ہمارے باہر واقع ہوتی ہے جب شئے ہمارے حواس خمسہ کے رابطے میں آتی ہے۔ اُس کے ذریعے ہم اُس شئے کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح حواس کے ذریعے اُس شئے کی حقیقت کا ہمیں علم حاصل ہوتا ہے۔

مثلاً میں لکھ رہا ہوں۔ ٹیبل میرے سامنے ہے۔ اِس لئے مجھے کوئی شک نہیں ہوگا۔ کیونکہ ٹیبل راست میرے آنکھوں سے سامنے قریب ہی ہے۔ برخلاف اگر میں کسی شئے کو دور سے دیکھوں تو مجھے اُس کی حقیقت میں شک ہوگا۔ اور یہ علم غیر حقیقی ہوگا۔ یا گرم موسم میں دور پانی یعنی سراب نظر آتا ہے۔ جب ہم قریب جاتے ہیں تو وہاں پانی کو نہیں پاتے۔ اس طرح علم حاصل کرنے کیلئے شئے کا قریب ہونا ضروری ہے۔ ادراک کیلئے فرد، دماغ، حواس اور شئے کا ہونا ضروری ہے۔ ادراک سے حاصل ہونے والے علم میں فوری احساس ضروری ہے۔ یعنی ادراک کی بنیاد سابقہ علم نہیں ہو سکتا۔

ادراک دو طرح کا ہوتا ہے:

1) عمومی ادراک 2) غیر معمولی ادراک

عمومی ادراک کو مزید دو جماعتوں میں تقسیم کیا گیا۔ اندرونی اور بیرونی

- اندرونی ادراک میں شئے اور دماغ میں راست تعلق ہوتا ہے۔ اور ذہن خوشی، غم، محبّت اور نفرت جیسے جذبات کو پیدا کرتا ہے۔
- **بیرونی ادراک:** اس کا تعلق ہمارے پانچ حواس سے ہے۔ یعنی (۱) دیکھنا (۲) سننا (۳) چکھنا (۴) محسوس کرنا (۵) چھونا (لمس)

- **عمومی ادراک کی خصوصیات:**

اِس میں تین مرحلے ہوتے ہیں:

- پہلا مرحلے میں کوئی چیز ہمارے حواس کے ربط میں آتی ہے۔ تو ہم اُس کے نام اور ابتدائی خصوصیات جاننے لگتے ہیں۔ یہ ادراک کی ابتدائی شکل ہے۔ یہ اُس چیز کے بارے میں ادھورا علم ہوتا ہے۔ یہ غیر تعینی علم ہوتا ہے۔
- دوسرے مرحلے میں اُس چیز کی فطری خصوصیات معلوم کرتے ہیں۔ اس طرح اُس چیز کے بارے میں ہمیں پختہ علم حاصل ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر ہمارے روزمرہ کے کام کئے جاتے ہیں۔ یہ تعینی علم ہے۔
- تیسرے مرحلے میں کسی ایسی چیز یا شخص کو پہچانتے ہیں۔ ماضی میں ہمارے تعلق میں آچکی تھی۔ ہمیں اُس کا نام اور دیگر خصوصیات یاد آجاتی ہیں۔ اسے شناخت کرنا کہتے ہیں۔

2) غیر معمولی ادراک: اس کی تین اقسام ہیں:

i) **سامانیہ لکشنا(یعنی آفاقی خصوصیات):** اس طرح کے ادراک میں ہم کسی جماعت کی آفاقی خصوصیات کی بنیاد پر کسی شئے کو اُس جماعت کے ممبر کے طور پر شناخت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی فرد کو انسان سمجھنا، کیونکہ میں اُس میں انسانوں کی آفاقی خصوصیات موجود ہیں۔ یعنی وہ خصوصیات جو تمام انسانوں میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح دیگر مثالوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی چیز کی مخصوص خصوصیات کو جاننے سے پہلے ہم اُس شئے کی جماعت کی مشترک خصوصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

ii) **جننانہ لکشنا:** یہ ایک پیچیدہ مشاہدے کا عمل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شئے راست طور پر ہمارے حواس کے سامنے پیش نہیں کی جاتی، ہم اپنے حافظے یا سابق تجربے کی بنیاد پر اُس شئے کی نمائندگی کے ذریعے اُس کو جان لیتے ہیں۔ مثلاً آگ سے جلنا / جلتے ہوئے دیکھنا۔ جو شخص اس مشاہدے یا تجربے سے گذر چکا ہے۔ اُس کے سامنے آگ کا نام لینے سے وہ فوراً کہے گا کہ آگ جلاتی ہے۔

iii) **یوگاجا:** یہ ادراک کی وہ قسم ہے جسے ہم کشف یا الہام کہہ سکتے ہیں۔ یہ مذہبی لوگوں میں ملتا ہے جو مافوق الفطرت طاقتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ مذہبی لوگ عبادت، ریاضت اور مراقبے کے ذریعے ان روحانی قوتوں کو حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے وجدان کے ذریعے کشف یا الہام کے ذریعے ماضی، حال اور مستقبل کا علم حاصل کرتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ ادراک کی قسموں کی وضاحت کیجئے۔

II. انومانا یعنی استنباط

نیایہ فلسفے کے مطابق استنباط علم کا دوسرا ذریعہ ہے۔ استنباط یعنی وہ علم جو دوسرے علم کی وجہ سے حاصل ہو۔ اس کے تین حصّے ہوتے ہیں۔

کلاں حصّہ - خورد حصّہ - اور نتیجہ

اس سلسلے میں ایک عام مثال اکثر دی جاتی ہے۔ وہ اس طرح ہے:

کلاں حصّہ : تمام اشیا جن سے دھواں نکلتا ہے اُن میں آگ ہوتی ہے۔

خورد حصّہ : اس ٹیلے پر دھواں ہے۔

نتیجہ : اس لئے ٹیلے پر آگ ہے۔

استنباطی جملے میں بڑا اہم لفظ کلاں حصّے میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کم اہم لفظ خورد حصّے میں ہوتا ہے۔ وہ لفظ جو دونوں کلاں اور خورد حصّے میں ہو اُسے درمیانی لفظ کہتے ہیں۔ نتیجہ میں صرف بڑا اہم اور کم اہم الفاظ آتے ہیں۔ استنباط میں ہمیں پہلے سے کچھ علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اُس کی بنیاد پر ہم فیصلہ کرتے ہیں۔

اوپر کی مثال میں ہم نے ٹیلے پر آگ کا پتہ لگایا۔ اس کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کے لئے ہم تین مراحل سے گذرے۔ پہلے مرحلے میں ہم نے ٹیلے پر دھواں دیکھا جو ہمارے ٹیلے پر آگ کی موجودگی کا نتیجہ معلوم کرنے کی بنیاد ہے۔ دوسرے مرحلے میں ہمارا سابقہ علم ہے جو کہتا ہے کہ آگ اور دھویں کا بہت گہرا تعلق ہے۔ تیسرا مرحلہ وہ مقام کا تعیّن ہے جہاں آگ لگی ہوئی ہے یعنی ٹیلہ۔

III. اوپامانا یعنی تقابل:

یہ تیسرا ذریعہ علم ہے۔ تقابل میں ہم دو یا زیادہ اشیا میں مشترک خصوصیات کو تلاش کرتے ہیں۔ تقابل دراصل لفظ اور اُس کی تعبیر میں رشتہ و تعلق کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے اپنے بچوں کے سامنے ہاتھی کی جسمانی ساخت بیان کی۔ کہ اُسے سونڈ ہوتی ہے۔ دو دانت باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں، بہت بڑا جسم ہوتا ہے، مٹیالہ کلر ہوتا ہے، وغیرہ۔

اب جب وہ بچہ چڑیا گھر میں اس طرح کا جانور پہلی بار دیکھتا تو اپنے حافظے کی مدد سے جو خصوصیات بنائی گئی تھیں اُن کا اس کے سامنے والے جانور سے تقابل کرتا ہے جب وہ تمام خصوصیات پالیتا ہے تو وہ اُسے ہاتھی کی حیثیت سے شناخت کرلیتا ہے۔

IV. شبد یعنی الفاظ:

یہ نیایہ فلسفے میں چوتھا ذریعہ علم ہے۔ اس کے معنی زبانی علم کے ہوتے ہیں۔ اس میں ہم الفاظ کی مدد سے جملے بنا کر کسی چیز کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں۔ ہر طرح کا زبانی علم معقول یا قابل قبول ہو ضروری نہیں ہے۔ اس زبانی علم کی معتبر ہونا ضروری ہے۔ اگر معتبر شخص کی طرف سے کوئی بات کہی جائے تو ہم اُسے قبول کرسکتے ہیں۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جن کی سچائی اور حق گوئی ثابت شدہ ہو۔ اور جو ذاتی مفاد یا نقصان سے اُوپر اُٹھ کر سچائی کا اظہار کرتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)
1۔ استنباط سے کیا مراد ہے۔ وضاحت کیجیے۔ 2۔ اوپاما اور شبد پر مختصر نوٹ لکھیے۔

10.2.2 نیایہ فلسفہ اور تعلیم:(Nyaya Philosophy and Education)

- **نیایہ فلسفہ اور مقاصد تعلیم:**
  - طالب علم کو نجات حاصل کرنے کے لئے اُس میں خود شناسی پیدا کرنا۔
  - طالب علم کی جہالت کو دور کرنا۔ جو تمام مصائب اور دُکھوں کی بنیاد ہے۔
  - طالب علم کو گیان، دھیان اور مراقبے کے ذریعے اپنے خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے قابل بنانا۔
  - طالب علم کی اس طرح تعلیم و تربیت کی جائے کہ وہ غصّے، نفسانی خواہشات نفرت اور حرص و حوس سے بچنے کی جدّ وجہد کر سکے۔
- **نیایہ فلسفہ اور نصاب:**
  - نجات کے حتمی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے نصاب میں کئی مضامین شامل ہوں گے۔
  - فلسفہ، فلاسفر سے گفتگو تاکہ خود شناسی حاصل کی جاسکے۔
  - انسانی علوم اور فطرت سے متعلق علوم تاکہ طالب علم اپنے آپ کو اور اس کائنات کو سمجھ سکے۔
  - منطق کی تربیت کیلئے ریاضیاتی علوم
  - مذہبی اور اخلاقی علوم
- **نیایہ فلسفہ اور طریقہ تدریس:**
  - بیانیہ طریقہ
  - استقرائی اور استخراجی طریقہ
  - پروجیکٹ میتھڈ
  - مشاہداتی و تجرباتی طریقہ تدریس
  - گیان دھیان اور مراقبہ
- **نیایہ فلسفہ اور ڈسپلن:**

نیایہ فلسفہ سانکھیہ اور یوگا کی طرح ڈسپلن چاہتا ہے۔

  - یوگا کے ذریعے
  - طالب علم سے خود انظباطی کا رویہ مطلوب ہے۔
  - اصول اور ضوابط کی سختی سے پابندی

- **نیا یہ فلسفہ اور معلّم:**
  - نیا یہ فلسفہ معلم کو سب سے اہم و مرکزی مقام دیتا ہے۔
  - معلم کو سند کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔
  - معلم ایک فلاسفر، راہ نما اور صلاح کار ہو۔
  - اخلاق و کردار میں طلبا کے لئے قابل تقلید ہو۔
- **نیا یہ فلسفہ اور طالب علم:**
  - طالب علم کو معلم کے سامنے مکمل اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہئے۔
  - طالب علم اصول وضوابط پر سختی سے عمل پیرا رہے۔
  - طالب علم کو نجات پانے کے لئے تمام بُری خصلتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔
  - طالب علم غصہّ، نفرت و دیگر حیوانی جذبات پر قابو حاصل کرے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ نیا یہ فلسفے کے تعلیم پر اثرات کا جائزہ لیجیے۔ ____________________ ______________

10.3 صوفی ازم (Sufism)

10.3.1 صوفی ازم: تعارف (Sufism: Introduction)

صوفی ازم، اسلام کا ایک عارفانہ طریقۂ ہے۔ اِس طریقۂ میں مسلم صوفیأ الوہی سچائی کو راست ذاتی تجربات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں بہت سارے عارفانہ راستے ہوتے ہیں جس کے ذریعے صوفی انسانیت اور خدا کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کائنات میں الوہی محبت اور الوہی حکمت کی تلاش کرتے ہیں۔

صوفی یہ لفظ تصوّف سے نکلا ہے۔ جس کے معانی ہوتے ہیں وہ شخص جو اون کی چادر اوڑھے ہوئے ہو۔ اسے مغربی ادب نے صوفی ازم کا نام دیا۔

ایمان، اسلام عقیدے اور اعمال کا نام ہے۔ جس میں خدا کے سامنے مکمل خود سپردگی کی جاتی ہے۔ ایمان کے بعد اسلام اور اس میں ترقی کرتے ہوئے احسان کا مقام آتا ہے جسے سلوک، تصوّف یا طریقت کا نام دیا گیا۔

تصوّف کے ذریعے نفس کی اصلاح اور پاکی کا کام لیا جاتا ہے۔ صوفی تزکیہ نفس، اور باطن کے تصفیہ پر زور دیتا ہے۔ صوفی کا مقصد معرفت ربّانی حاصل کرنا ہے۔

کشف المحجوب جو داتا گنج کی کتاب ہے تصوّف کی اس طرح تعریف کی۔ ”تصوف احوال کو حق کے ساتھ قائم کرنے کا نام ہے۔“

تصوّف دراصل ایک طرز زندگی ہے۔ اس میں بندہ، مادّی اور فانی اشیا بے پرواہ ہو کر اپنے محبوب حقیقی یعنی اللہ کے طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح وہ ایک قسم کے روحانی تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ جہاں اُسے روحانی لذّت حاصل ہوتی ہے۔

تصوّف وہ طرز زندگی ہے جس میں بندہ تزکیہ نفس کے ذریعے معرفت ذات اور معرفت رب حاصل کرنے کی تگ و دو کرتا ہے۔

تصوّف اِس لفظ کا مادّہ صفا ہے۔ یہ عربی لفظ ہے اس کے معانی ”صفائی حاصل کرنے“ کے ہیں۔ یعنی کسی شئے کو ہر طرح کی گندگی (ظاہری و باطنی) سے پاک صاف کیا جائے اور اُسے خوب چمکدار بنایا جائے۔

اِس لفظ کا دوسرا مادّہ صفو ہے۔ جس کا مفہوم ”محبت اور دوستی میں اخلاص“ ہوتا ہے اس طرح تصوّف کے معانی یہ ہوں گے کہ بندہ (صوفی) ہر طرح کے انعام یا سزا سے بے نیاز ہو کر اللہ جو کہ محبوبِ حقیقی سے بے لوث محبت کرے۔ اُس سے خالص محبّت کرے۔ جس میں کوئی بھی غرض شامل نہ ہو۔ صوفی وہ ہے جو اللہ کی رضا کی چاہت میں یکسو ہو کر محنت کرے۔ صوفی اللہ کے ذکر اور محبّت میں اس قدر یکسو اور مستغرق ہو جاتا کہ اُسے اللہ کے سوا کسی اور کی طلب اور خواہش نہیں رہتی۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ تصوّف سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ واضح کیجیے۔ ____________________ ____________________

10.3.2 صوفی ازم کے بنیادی اصول(Key Principles of Sufism)

اسلام شریعت اور طریقت سے مل کر پورا ہوتا ہے۔ شریعت میں انسان کو انفرادی اور اجتماعی امور سے متعلق احکامات دیئے جاتے ہیں۔ اس سے فرد کی ذاتی اور بحیثیت مجموعی پوری مسلم امت کی شیر ازہ بندی ہوتی ہے۔ شریعت عقائد، عبادات اور معاملات پر مشتمل ہوئی ہے۔ طریقت کا معاملہ بالعموم انسان کے اندرون سے ہوتا ہے۔ بندہ جب اطاعت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو اُسے اس اطاعت و فرمانبرداری کے نتیجے روحانی لذّت حاصل ہوتی ہے۔ ظاہری اطاعت و فرمانبرداری اور عبادات، انسان کے باطن کو منور کرتے ہیں۔ اور اُس پر ایک طرح کی روحانی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ بہ ظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریعت اور طریقت دو علیحدہ وجود ہیں۔ مگر ایسا قطعی نہیں ہے۔ دونوں بھی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

تصوّف کے تین اہم اصول ہیں:

۱) ایمان　　۲) اسلام　　۳) احسان

1) **ایمان:** اس کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ ایمان یقین کی انتہائی کیفیت کا نام ہے۔ اسلام میں ایمان سے مراد بندے کا اللہ پر اُس کی نازل کردہ کتابوں پر، فرشتوں پر، رسولوں پر، آخرت پر، غیب کی باتوں پر، جنت و جہنم پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر اور تقدیر پر ایمان رکھے۔

2) **اسلام:** کے لفظی معانی اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔ اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے انسان کو اللہ کے رسولوں اور اُن پر نازل کی گئی کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح بندہ اپنی پوری زندگی اور زندگی کے تمام کاموں میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم پر چلتا ہے۔ ایمان کے بعد یہ دوسرا مرحلہ ہوتا ہے۔ پہلے آدمی ایمان لائے جس کا تعلق اُس کے دِل سے ہے۔ دِل میں ایمان رائج ہونے کے بعد عمل کی باری آتی ہے۔ یہ شریعت ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے بہت پیاری بات کہی "شریعت ہی کا نام طریقت ہے" اتباعِ رسولؐ جب تک ظاہری شکل تک محدود رہے، اس کا نام شریعت ہے۔ اور جب قلب و باطن بھی نورانیت سے منوّر ہو جائے تو یہی طریقت ہے۔ مثلاً ہم نے فقہ اصولوں کے تحت نماز پڑھ لی۔ شرعی لحاظ سے یہ درست ہوگئی۔ مگر طریقت اسے کافی نہیں سمجھتی۔ طریقت کہتی ہے کہ جس چہرہ کعبہ کی طرف تھا دِل بھی اُسی جانب متوجّہ رہے۔ نماز کے ہم ظاہری نجاستوں سے پاک ہوئے۔ طریقت چاہتی ہے کہ اب ہم نماز کے ذریعے روح کی آلائشوں سے باطنی گندگی سے اور شیطانی خیالات سے پاک ہو جائیں۔

3) **احسان:** بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر یا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یعنی بندے کو اللہ کی عبادت اس طرح کرنی چاہیے کہ وہ قادر مطلق کے جلوؤں کو دیکھ رہا ہے۔ بندہ یہ تصوّر کرے کہ اُسے بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور وہ رب العالمین سے ہم کلام ہو رہا ہے۔ اگر اس اعلیٰ ترین کیفیت تک بندہ پہونچ نہ سکے تو اتنا تصوّر ضرور ہی کرے کہ اللہ رب العزّت جس کی ذات علیم و خبیر ہے وہ اُس کو دیکھ رہی ہے۔ نہ صرف ظاہری عمل دیکھ رہی ہے بلکہ اُس بندے کی نیّت اور باطنی خیالات کا بھی علم ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)
1۔ تصوّف کے تین اہم اصول کون سے ہیں؟ ____________________ ____________________

مقاصد تصوّف:

تصوّف کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱) تزکیہ نفس ۲) تصفیہ قلب ۳) طریقت ۴) فنا و بقا ۵) معرفتِ ربّانی

1) **تزکیہ نفس:** تزکیہ کے لغوی معنی 'پاکی' حاصل کرنے کے ہیں۔ نفس کے تزکیے سے مراد نفس کو پاک رکھنا ہے۔ اس میں انسان کے عقائد ایمانیات عبادات، علم، معاملات سب داخل ہیں۔ قرآن انسان کو کامیابی کیلیئے نفس کی پاکی کو شرط قرار دیتا ہے (سورۃ الاعلیٰ)

انسان جب اللہ سے اور اپنے نفس سے غافل ہو جاتا ہے، تب وہ گناہوں کی آلائشوں میں لت پت ہو جاتا ہے۔ اس کو پاک کرنے کے لئے تزکیہ و تربیت اور اصلاح و تطہیر کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسلام انسان کے تزکیے کا ایک پورا نظام رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت اس طرح سے سمجھی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم میں انبیا کے بعیثت کے مقاصد میں چار مرتبہ تزکیہ نفس کا ذکر کیا گیا۔

2) **تصفیہ قلب:** تصفیہ کے لفظی معانی صفائی کے ہوتے ہیں۔ قلب کی صفائی، تصوّف کا ایک اہم مقصد ہے۔ جو تزکیہ نفس کا اہم تر جز ہے۔ اِس کی اہمیت کے پیشِ نظر علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔ قلب ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ قلب خیر و شر کے جذبات کا منبع ہوتا ہے۔ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اُس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ واصلاح کرلے تو یہ داغ مٹ جاتا ہے۔ ورنہ قلب سیاہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اُس کا باطن تاریک سے تاریک تر ہوتا جاتا ہے۔ اسے تاریک قلب پر تجلیات ربانی کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ اس صوفیا چاہتے ہیں کہ انسانی قلوب کو صاف کریں تاکہ وہ تجلیات ربانی سے روشن ہو سکیں۔ یہ روشن قلب ہی انسان اپنی ذات کی معرفت اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔

3) **طریقت:** یعنی شریعت پر عمل کرتے ہوئے اُس کے باطنی فوائد اور تجلیات سے فائدہ اُٹھانا۔ بندہ عبادات اور معاملات میں شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اُن کے مقاصد کو حاصل کرے۔ اور قلب و ذہن پر اس کے اثرات واقع ہوں۔ جس کی طرف اس سے قبل اشارہ کی جاچکا ہے۔

4) **فناوبقا:** تصوّف کی یہ مخصوص اصطلاح ہے۔ اس کو اس طرح واضح کیا گیا کہ یہ دنیا فنا ہونے والی ہے۔ یہاں کی ہر شئے، ہر عیش و آرام وقتی ہے۔ دراصل دنیا آخرت کی کیھتی ہے۔ دنیا ختم ہونے کے لئے بنی ہے۔ اور آخرت کو زندگی قائم رہنے کیلیئے ہے۔ اہل صفا اس فانی دنیا اور فانی لذتّوں سے رہائی پانے کی کوشش کرتے ہیں اور محسوس اشیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ نفسانی خواہشات اُن کے دِل سے رخصت ہو جاتی ہیں۔

5) **معرفتِ ربّانی:** تصوّف میں نفس کا تزکیہ اور تصفیہ قلب بطور ذرائع نا آلات استعمال ہوتے ہیں۔ اصل مقصود رب (اللہ) کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ ہم اللہ سے اپنے معاملات اُس وقت تک درست نہیں کرسکتے۔ جب تک ہمیں اُس کی ذات کا تعارف نہ حاصل ہو جائے۔ یہ ہمیں حقوق الہ ادا کرنے میں مددگار ہو گا۔ اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ رویّے کی درستگی بھی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ ہم خالق کائنات کے بارے میں کیا تصوّر سمجھ رکھتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)
1۔ صوفی ازم کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کیجیے۔

10.3.3 صوفی ازم کا نظریہ علم (Theory of Knowledge in Sufism)

صوفی ازم:

صوفیا موجودہ دنیا کو ایک حتمی نہیں جانتے۔ بلکہ وہ اس دنیا کے بعد ایک ہمیشہ رہنے والی دنیا کے قائل ہیں۔ وہ اس کائنات کے خالق (اللہ) کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا کی محبت سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ وہ خالق اور مخلوق کا عرفان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ''عرفان رب'' صوفیا کا منتہائے مقصود ہے۔ اِس پس منظر میں صوفیا کے مقاصد تعلیم کو سمجھنا چاہئے۔

1) **تزکیہ نفس:** اس میں طالب علم کے ظاہر اور باطن اور تمام عقائد، ایمانیات، علم عبادات اور معاملات کا تزکیہ کرنا مطلوب ہے۔ انبیا کے نزول کا مقصد بھی انسانوں کا تزکیہ نفس رہا ہے۔ قرآن میں اس کا چار مرتبہ واضح اور صریح ذکر ہے۔ تزکیہ یعنی کسی شئے کو صاف کرنا اور اُس کو نشو نما دینے کا نام ہے۔

2) **کردار کی تعمیر:** صوفیا کردار کی تعمیر پر بہت زور دیتے ہیں۔ وہ کردار کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ وہ طالب علم کو کردار اس بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں۔ جہاں وہ ہر اپنی ہر خواہش کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قربان کر دے۔

3) **روحانی مقاصد:** طالب علم کی روحانی ترقی، صوفیا کے مقاصد میں ایک مقصد تعلیم ہے اس کے ذریعے طالب علم کا اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

4) **حقوق اللہ اور حقوق العباد کا شعور پیدا کرنا:**

5) طالب علم کو ایک ایسے سماج کے لئے تیار کرنا جہاں صبر، بھائی چارہ، محبت، رحم دلی نیکی اور بھلائیاں عام ہوں۔

6) **طالب علم کی عقلی تربیت کرنا:** قرآن جا بجا کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے طالب علم کو عقلی ترقی ایک مقصد قرار پاتا ہے۔

7) **سماج میں عدل کا قیام:** طالب علم کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ طالب علم اپنے آپ سے سماج کے دیگر جانداروں کے ساتھ عدل پر مبنی رویہّ اختیار کرے۔

- **صوفی ازم اور نصاب:** صوفی ازم کا نصاب ذیل ہے۔

۱)	زبان وادب	:	مقامی زبان اور عربی زبان
۲)	اسلامی علوم	:	قرآن، حدیث، فقہ، سیرت وغیرہ
۳)	انسانی علوم	:	فرد کا مطالعہ، سماج کا مطالعہ، تاریخ، نفسیات وغیرہ
۴)	عقلی علوم	:	جنھیں انسان اپنی عقل سے سیکھتا ہے۔ مثلاً منطق، طبعی سائنس طب، ذراعت، ریاضیات، فلکیات وغیرہ

- **صوفی ازم اور طریقہ تدریس:**

صوفیا کا طریقہ تدریس تعلیمی نفسیات سے ہم آہنگ ہے۔ صوفیا خانقاہوں میں رہتے ہیں اور وہیں تعلیم و تربیت کا کام انجام دیتے ہیں:

1) **انفرادی تدریس:** صوفیا طالب علم پر انفرادی توجہ دیتے ہیں اور اُس کی انفرادیت کا ارتقا کرتے ہیں۔ طالب علم کی خوبیوں اور کمزوریوں کے پیشِ نظر اُس کو انفرادی توجہّ دی جاتی ہے۔ اور راہ نمائی کرتے ہیں۔

2) **گروہی طریقہ ٔتدریس:** اس طریقے میں تمام طلبا شیخ کے چاروں طرف حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں معلم طلبا کو زبان کے تلفظ، قرآن کا صحت کے ساتھ پڑھنا (تجوید) سکھاتے ہیں۔ اسے ہم دورِ جدید کے اسٹڈی سرکل سے مشابہ سمجھ سکتے ہیں۔

3) **عملی طریقہ ٔتدریس:** اس میں سیکھے گئے علم پر عمل کرنے کو مشق کرائی جاتی ہے۔ مثلاً استاد خود خوش الحانی سے قرآن پڑھ کر سنائے۔ وضو، نماز وغیرہ کو عملاً کر کے دکھائے۔

4) **لکچر (بیانیہ) طریقہ ٔیعنی واعظ و تقریر:**

- **تصوف اور نظم وضبط:** صوفیا طلبا میں ذاتی نظم وضبط کے قائل ہیں۔ وہ ڈسپلن کے لئے سزائے مخالف ہیں۔ شیخ اپنے اخلاق و کردار سے طلبا کے سامنے نمونہ پیش کرتا ہے۔ طلبا کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ طالب علم سے از خود اصول اور ضوابط کی پابندی مطلوب ہوی ہے اور ایسا ماحول بنایا جاتا ہے کہ طلبا خود ڈسپلن کے پابند ہو جاتے ہیں۔
- **صوفی ازم اور معلم:** یہاں معلم شیخ یا پیر و مرشد کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ مرشد یعنی ہدایت اور سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرنے والا شیخ طلبا سے دوستانہ تعلق پیدا کرتا ہے، اُن سے خالص محبت کرتا ہے۔ اور شفقّت سے پیش آتا ہے **معلم** کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ طلبا اور معلم کا آپس میں ایک روحانی لگاؤ ہوتا ہے۔ تمام طلبا سے یکساں برتاؤ اور سلوک ہوتا ہے۔ کسی بھی قسم کی تفریق نہیں کی جاتی۔
- **صوفی ازم اور متعلم:** اس نظام میں شاگرد اپنے شیخ کی فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اُن میں اپنے شیخ کیلئے احسان مندی کا جذبہ ہوتا ہے۔ شیخ کی ہدایات پر مکمل عمل کرتے ہیں۔ نظم وضبط کے پابند ہوتے ہیں۔ شیخ کا حد درجہ ادب واحترام کرتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ صوفیانہ نظام تعلیم پر روشنی ڈالیئے۔ ____________________ ____________________

10.4 خلاصہ (Summary)

نیایہ فلسفہ ٔمضمون کی تفصیلات سے عبادت ہے۔ اس کا مقصد انسانوں کو دُکھوں اور غموں سے نجات دلانا ہے۔ انسان کا اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا ناگزیر ہوتا ہے نیایہ کے نزدیک تمام دُکھوں کی جڑ بنیاد انسان کی جہالت ہے۔ ادراک، استنباط، تقابل اور الفاظ، نیایہ فلسفے کے علم کے ذرائع ہیں۔ اس فلسفے میں معلم کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔

- **صوفی فلسفہ:**

یہ اسلام سے منسلک ہے۔ اس فلسفے میں الہ کی معرفت کو حاصل کرنا خامی مقصد ہوتا ہے۔ اس فلسفے میں انسان کے تزکیۂ نفس اور قلب کو صفائی پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ فانی دنیا سے بے نیازی اور آخرت کی تیاری مطمع نظر ہوتی ہے ایمان، اسلام اور احسان اس فلسفے کی بنیادیں ہیں۔ طالب علم کی کردار سازی اور مخلوق کیلئے اُس کو فائدہ مند بنانا چاہتے ہیں۔

10.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو چکے ہیں کہ:

- نیا یہ فلسفے کو سمجھا سکیں۔
- نیا یہ فلسفے کے اصولوں کو بیان کر سکیں اور اُن کے موجودہ حالات میں انطباق کر سکیں۔
- نیا یہ فلسفے کے اصولوں کو نظام تعلیم میں استعمال کر سکیں۔
- صوفی ازم کے بنیادوں پر اظہار خیال کر سکیں۔
- صوفی ازم کی افادیت کو واضح کر سکیں۔
- صوفیا کے طریقۂ تعلیم و تربیت کی وضاحت کر سکیں۔
- دورِ جدید کے نظامِ تعلیم میں صوفی ازم سے استفادہ کر سکیں۔

10.6 فرہنگ (Glossary)

- کرما : انسان کے اعمال
- آواگمن : پنر جنم کا چکر، یہاں تک کے نجات حاصل ہو جائے
- پرما : حقیقی علم یعنی حواس خمسہ کے ذریعے حاصل علم
- اپرما : غیر حقیقی علم، مثلاً شک، قیاس، غلط فہمی وغیرہ
- اوپامانا : تقابل کرنا
- شبد : الفاظ کے ذریعے علم کا حصول
- شریعت : قرآن وحدیث کی روشنی میں زندگی گذارنے کا طریقہ
- طریقیت : عبادات و معاملات کی روح کو پیدا کرنے کا طریقہ انسان کا اندرونی معاملہ، روحانی کیف

- تزکیہ نفس : انسان کے ظاہری اور باطنی صفائی اسلامی اصولوں کے تحت

10.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1) نیایہ کا دوسرا نام--------------- ہے۔

a) ترک ودیّا b) سانکھیہ c) پاتانجلی

2) نیایہ انسانی اعمال کی--------------- قسمیں بتاتا ہے۔

a) دو b) دو c) تین

3) نیایہ کا مقصد انسانوں--------------- سے نجات دلانا ہے۔

a) دنیا b) دُکھوں c) آخرت

4) لوگاجا کا مطلب--------------- ہے۔

a) کشف b) وحی c) ایش وانی

5) اوپامانا میں ہم دو یا زیادہ اشیا میں--------------- تلاش کرتے ہیں۔

a) اختلاف b) اشتراک c) معانی

6) صوفی ازم اسلام کا--------------- طریقہ ہے۔

a) عارفانہ b) باطنی c) ظاہری

7) تصوّف وطرز زندگی ہے جس میں--------------- حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

a) نجات b) جنت c) معرفت رب

8) ایمان، اسلام---------------

a) احسان b) جنّت c) آخرت

9) اسلام کے لفظی معانی--------------- کے ہیں۔

a) مذہب b) دین c) اطاعت اور فرمانبرداری

10) طریقت یعنی--------------- پر عمل کرتے ہوئے اُس کے باطنی فوائد حاصل کرنا۔

a) شریعت b) خانقاہ c) نصیحت

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ نیایہ کے معانی واضح کیجئے۔

2۔ نیایہ فلسفے میں "کرما" پر مختصر نوٹ لکھئے۔

3۔ نیایہ فلسفے نے نجات کے لئے کونسی چار تعلیمات پیش کی ہیں؟

4۔ ادراک پر مختصر نوٹ لکھئے۔

5۔ استنباط سے کیا مراد ہے۔

6۔ صوفی حضرات کس چیز سے تلاش میں سر گرداں رہتے ہیں۔

7۔ صوفی طرز زندگی کی وضاحت کیجئے۔

8۔ احسان سے کیا مراد ہے؟

9۔ تزکیہ نفس پر نوٹ لکھئے۔

10۔ تصفیۂ قلب سے کیا مراد ہے؟

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ نیایہ فلسفہ تعلیم پر تفصیلی اظہار خیال کیجئے۔

2۔ نیایہ فلسفہ کے نظریۂ علم کا جائزہ لیجئے۔

3۔ ادرلاک سے کیا مراد ہے؟ اس قسموں پر اظہار خیال کیجئے۔

4۔ صوفی ازم کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کیجئے۔

5۔ صوفی فلسفے کے تحت تعلیمی فلسفے کی وضاحت کیجئے۔

6۔ تصوّف کے مقاصد واضح کیجئے۔

10.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Materials)

- e.gayankosh.ac.in
- Chatferjee.S.C. The Nyaya theory of knowledge: Calcutta Calcutta University Press 1950
- خود اکتسابی مواد، تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد 2018
- بدرالاسلام، تعلیم کی اسلامی بنیادیں، وہائٹ ڈاٹ پبلشرز، نئی دہلی 2019

اکائی 11۔ مغربی فلسفہٗ مکاتب

(Western Schools of Philosophy)

تصوریت(Idealism)وفطرتیت(Naturalism)*

1.0 تمہید(Introduction)

11.1 مقاصد(Objectives)

11.2 تصوریت(Idealism)

11.2.1 تصوریت تعارف(Idealism: Introduction)

11.2.2 تصوریت کے بنیادی اصول(Basic Principles of Idealism)

11.2.3 تصوریت اور تعلیم(Idealism and Education)

11.3 فطرنیت(Naturalism)

11.3.1 فطرتیت تعارف(Naturalism: Introduction)

11.3.2 فطرتیت بنیادی اصول(Basic Principles of Naturalism)

11.3.3 فطرتیت اور تعلیم(Naturalism and Education)

11.4 خلاصہ(Summary)

11.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

11.6 فرہنگ(Glossary)

11.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

11.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Reading Materials)

11.0 تمہید(Introduction)

سابقہ اکائی ایک اور اکائی دو میں آپ مشرقی فلسفہ جات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور اُن کے تعلیمی نظام پر اثرات کا فہم حاصل کر چکے ہیں۔ اس اکائی میں آپ مغربی فلسفہٗ مکاتب میں سے، دو تصوریت اور فطرتیت کا مطالعہ کریں گے۔ اس اکائی میں آپ مغربی فلسفہٗ مکاتب کے

* Dr. Badarul Islam, Assistant Professor, MANUU CTE, Aurangabad

ذریعے تعلیمی نظام میں ارتقا کے مراحل کا تذکرہ ہوگا۔ اس میں ہم ان فلسفوں کے بنیادی اصولوں (مابعد الطبعیات، نظریۂ علم اور نظریۂ اقدار) اور اِن فلسفیانہ نظریات کے تعلیم پر اثرات کا جائزہ لیں گے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلباء اس قدر قابل ہو جائیں گے کہ:

- فلسفۂ تصوریت کا تعارف حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ تصوریت کی بنیادوں کا فہم حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ تصوریت کے تعلیم سے متعلق نظریات کا علم حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ تصوریت کے تعلیمی نظام پر واقع ہونے والے اثرات کو سمجھ سکیں۔
- فلسفۂ فطرتیت کا تعارف حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ فطرتیت کی بنیادوں کو معلوم کر سکیں۔
- فلسفۂ فطرتیت کے نظامِ تعلیم کے مختلف سوالوں کے جواب معلوم کر سکیں۔
- فلسفۂ فطرتیت کے تعلیمی نظام پر واقع ہونے والے اثرات کا فہم حاصل کر سکیں۔

11.2 تصوریت (Idealism)

11.2.1 تصوریت تعارف (Idealism: Introduction)

تصوریت یا Idealism کو عینیت یا مثالیت پسندی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا شمار قدیم ترین فلسفوں میں ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی جڑیں قدیم بھارت میں بھی نظر آتی ہیں۔ مغرب میں اس کا بانی افلاطون کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس فلسفے کا سب سے اہم نظریہ ہے کہ ''تصورات (Ideas) ابدی ہوتے ہیں'' ان ہی تصورات کے ذریعے ہم اشیا کا علم حاصل کرتے ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک خیالات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

اس فلسفے میں اہم فلاسفرس میں افلاطون، سقراط، ہیگل، کانٹ، اسپنوزا، رابندرناتھ ٹیگور، گرونانک جی، موہن داس کرم چند گاندھی جی، سوامی وویکانند اور ڈاکٹر رادھا کرشنن کا شمار ہوتا ہے۔

تصوریت کا مابعد الطبعیات: ان کے نزدیک حتمی حقیقت ذہن ہے، خیال ہے، سوچ ہے، روح ہے۔ کائنات روح یا دماغ میں رہتی ہے۔

تصوریت کے فلاسفر دنیا کی مشینی وضاحت کا انکار کرتے ہیں۔ اِسکا مطلب یہ ہوتا کہ وہ کائنات کے طریقہ کار کو مشینی طریقے سے واضح کرنے کو درست خیال نہیں کرتے۔ یہ فلاسفر کائنات کی سائنسی توجیہ کو حرفِ آخر نہیں مانتے۔

یہ چاہتے ہیں کہ انسان کی ترقی اخلاقی اور روحانی اقدار پر مبنی ہو۔ اس طرح انسان کثرت میں وحدت تلاش کر سکے گا۔

تصوریت کے نزدیک مادّی دنیا سے زیادہ اہم روحانی دنیا ہے۔ اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مادّی دنیا ختم ہو جانے والی ہے۔ جب کہ روحانی دنیا جو خیالات احساسات اور مثالوں سے مرکب ہے۔ وہی ہمیں ذہن اور روح کی حقیقت جاننے میں مدد کرتی ہے۔

تصوریت میں انسانی فطرت کو حقیقت میں روحانی تصوّر کیا جاتا ہے۔ جس کا اظہار انسان کے ذہن، مذہب اور جمالیات میں ہوتا ہے۔

تصوریت انسان کے مطالعے پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اعلیٰ ذہنی صلاحتیں دی گئی ہیں۔ انسان اس کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ماحول پر قابو پاتا ہے اور اُسے اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جب کہ دیگر جاندار و دیگر اشیاوہ اپنے ماحول اور حالات کے اسیر ہوتے ہیں۔ انسان اپنے اعمال اور پاک باز زندگی کے ذریعے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات حاصل کر سکتا ہے۔ اس ذہن کی بدولت انسان نے تہذیب و تمدن کو تخلیق کی جو خود اُس کے لئے اور انسانیت کے لئے نفع بخش ہے۔ یہ فلسفہ سچائی اور نیکی کی شمع کو روشن رکھتا ہے۔

تصوریت کا نظریۂ علم: ان کا کہنا کہ ہم کسی شئے کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں۔ وہ صرف ہمارے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ہمیں جو بھی تجربہ یا علم حاصل ہوتا ہے اُس کی نوعیت ذہنی ہوتی ہے۔ اس فلسفے میں روحانی علم (وحی) تجربہ، منطق اور الہام، علم کے ذرائع ہیں۔

تصوریت کا علم الاقدار: اس فلسفے میں قدریں(Values)عالم گیر ہوتی ہیں۔ قدریں مستقل ہوتی ہیں۔ یعنی وقت کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتی۔ سچائی، اچھائی اور خوبصورتی عالم گیر اقدار ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ فلسفۂ تصوریت پر روشنی ڈالیے۔ ______________________ ______________________

11.2.2 تصوریت کے بنیادی اصول(Basic Principles of Idealism)

- کائنات روحانی دنیا اور مادّی دنیا مل کر بنتی ہے۔ روحانی دنیا کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔
- خیالات ' اشیا سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ خیالات باقی رہتے ہیں جبکہ اشیا ختم ہو جاتی ہے۔
- انسان، مادّی اشیا سے زیادہ قیمتی ہے۔
- زندگی کا مقصد روحانی قدروں کا حصول ہے۔ یہ روحانی اقدار سچائی، اچھائی اور خوبصورتی ہیں۔
- یہ انسان کی ذات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس لئے انسان کی مکمل ترقی مطمع نظر ہے۔
- یہ فلسفہ کثرت میں وحدت کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

11.2.3 تصوریت اور تعلیم (Idealism and Education)

- **تصوریت اور مقاصد تعلیم:**

- **خودشناسی اور انسان کی شخصیت کا ارتقا:** تصوریت انسان کو خوب اونچا اٹھانے کو تعلیم کا مقصد قرار دیتی ہے۔ اس کے لئے خودشناسی ایک بنیاد ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ طالب علم میں موجود صلاحیتوں کا بھرپور اظہار ہو۔
- **روحانی ترقی:** تصوریت چونکہ روحانی دنیا کو غیر معمولی اہمیت دیتی ہے۔ اس لئے وہ طالب علم کو روحانی ترقی اور روحانی اقدار کے فروغ کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔
- **سچائی، اچھائی اور خوبصورتی کا حصول:** تصوریت طلبا کو اس طرح تعلیم دینا چاہتی ہے جس کے ذریعے اُن میں سچائی اور اچھائی پیدا ہو۔ اور وہ خوبصورتی سے محبت کریں۔ یعنی اپنے کاموں کو بہتر سے بہتر طریقے سے انجام دیں۔
- **انسانی تہذیب و تمدن کی حفاظت اور ترقی:** چونکہ اُن کے نزدیک انسان نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے ایک مفید تمدن کو جنم دیا ہے۔ اس کی اُس کو حفاظت اور اُس میں ترقی کے لئے طالب علم کو تیار کیا جانا چاہئے۔
- **ایک مقدس زندگی کے لئے تیار کرنا:** تصوریت میں روحانی زندگی کا مقام ملم ہے۔ لہٰذا وہ طالب علم کو ایک روحانی دنیا کے لئے روحانی اقدار سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ طالب علم ایک خداترسی کی زندگی گذار سکے۔
- **ذہانت اور منطق کو فروغ دینا:** ان کے نزدیک ذہن، ایکاہم ترین شئے ہے۔ اس لئے عقل کی تربیت اور منطقی ذہن بنانا چاہتے ہیں۔

- **تصوریت اور نصاب:**

- تصوریت میں طالب علم اور اُس کی سرگرمی سے زیادہ اہمیت خیالات اقدار اور مثالوں (Ideals) کو ہوتی ہے۔

نصاب میں پوری انسانیت کا لحاظ رکھنے کی وکالت کرتے ہیں۔ وہ طلبا کو طبعی ماحول اور دوسرے افراد سے ربط اور تعلق کے تجربات سے اکتساب کروانا چاہتے ہیں۔

- سچائی، اچھائی اور خوبصورتی کی عالم گیر اقدار کو حاصل کرنے کے لئے وہ نصاب میں ایسے مضامین شامل کرنا چاہتے ہیں جو ذہنی، جمالیاتی اور اخلاقی ہوں۔ مثلاً زبان و ادب، تاریخ، فنون لطیفہ، اخلاقیات، ریاضی ثقافتی علوم مذہبی تعلیم وغیرہ۔
- اِس نصاب میں سائنسی علوم بھی شامل ہیں مگر ان کی حیثیت ثانوی ہے۔
- انسانی تہذیب اور تمدن، سماجی علوم بھی اس نصاب کا حصہ ہیں۔

- **تصوریت اور طریقہ تدریس:**

تصوریت درج ذیل طریقۂ ہائے تدریس استعمال کرتے ہیں۔

- سوال جواب کا طریقہ (Question answer method)
- مباحثہ کا طریقہ (Discussion method)
- استقرائی طریقہ یا استدلالی طریقہ (Inductive method)

- بیانیہ طریقہ(Lecture Method)
- کھیل۔ کھیل میں تعلیم(Play way method)

- **تصوریت اور ڈسپلن:**

- تصوریت طالب علم نظم وضبط کا پابند رکھنا چہاتی ہے۔
- چونکہ روحانی ترقی اُن کا مقصد ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ نظم وضبط کے بغیر روحانی ترقی ممکن نہیں ہے۔
- تصوریت، تاثریت پسندانہ نظم کی قائل ہے۔
- طالب علم سے خود انضباطی مطلوب ہے۔(Self-Discipline)
- طالب علم قابل تعریف رویہّ اپنائے اور قابلِ تعزیر رویّے سے پرہیز کرے۔ اور اس طرز عمل میں ہی وہ اپنی بھلائی سمجھے۔
- روحانی ترقی کیلئے محتاط آزادی کا استعمال کرے۔

- **تصوریت اور معلمّ:**

- تصوریت میں معلم کا اہم مقام ہے۔ اس فلسفے میں روحانی بالیدگی مقصد ہوتا ہے۔ اس کا ذریعہ تعلیم ہی ہے۔ اور چونکہ تعلیم کے عمل میں معلم کا اہم کردار ہے۔ اس لئے معلم کو مثالی شخصیت کا مالک ہونا چاہئے۔
- معلم خود شناس، خدا شناس اور روحانی واخلاقی لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔
- معلم کو طلبا کے لئے ایک نمونہ(Model)ہونا چاہئے۔
- معلم طلبا سے محبت اور الفت سے پیش آئے۔
- اُسے معلم کو طلبا کے لئے ایک بہتر تعلیمی ماحول پیدا کرنا چاہئے۔ جس میں وہ بہتر طریقے سے سیکھ سکیں۔
- معلم طلبا کا راہبر وراہ نما ہو۔
- **تصوریت اور اسکول:** اس فلسفے کے ماننے والوں کے نزدیک اسکول سماج بڑا اہم کردار ہے۔ یہاں طلبا یعنی آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ اسکول میں طلبا کی ذہنی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ اسکول کے ذریعے وہ سماج کو مثالی شخصیات فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ تصوریت کے تعلیمی نظام پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔ ________________ ________________

تصوریت کا جائزہ:

- **تصوریت کی خوبیاں:**

1۔ تصوریت نے مقاصد تعلیم پر تفصیلی راہ نمائی کی ہے۔

2۔ عالم گیر اقدار، سچائی، اچھائی اور خوبصورتی کے ذریعے طالب علم اخلاق و کردار کی بلندیوں کو سر کر سکتا ہے۔

3۔ تصوریت آفاقی تعلیم کی حمایت کرتا ہے۔

4۔ تصوریت میں معلم کو بہت اونچا مقام دیا گیا ہے۔ اُسے ایک مثالی شخصیت کا حامل قرار دیا گیا۔

5۔ تصوریت طالب علم کی انفرادیت کا احترام کرتی ہے۔

6۔ تصوریت طالب علم میں خود ڈسپلن کی وکالت کرتی ہے۔

7۔ تصوریت نے اسکول کو سماج میں ایک اہم سماجی تنظیم بنا دیا ہے۔

- **تصوریت کی کمزوریاں:**

1۔ سب سے اہم تنقید تصوریت یہ لکھی گئی کہ یہ فلسفہ حال کی حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے۔ اور طالب علم کو ایک دوسری دنیا کے لئے تیار کرتا ہے۔

2۔ تصوریت زندگی کے حتمی اختتام پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اس وجہ سے زندگی کے روز مرّہ کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ نتیجتاً طالب علم ایک خوش گوار دنیاوی زندگی گذارنے سے محروم ہو سکتا ہے۔

3۔ عالم گیر اقدار کو حتمی ماننے سے طالب علم ماحول سے اپنی اقدار حاصل نہیں کر سکتا۔

4۔ تصوریت میں معلم کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس وجہ سے تعلیمی نفسیات کے اصولوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ تعلیمی نفسیات طالب علم کو مرکز توجہ کہتی ہیں۔

5۔ روحانی ترقی کے لئے انسانی علوم کو فوقیت دی گئی، جب کہ سائنسی علوم کو ثانوی حیثیت ملی۔ جو آج کے سائنسی و تکنیکی دور میں مناسب نہیں ہے۔

6۔ تصوریت میں ریاست (State) طالب علم کی شخصیت کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے طالب علم کی انفرادی آزادی متاثر ہوتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ تصوریت کے مثبت پہلوؤں اور کمزوریوں کا تقابل کیجیے۔ 2۔ آج کے دور میں تصوریت کے فلسفۂ تعلیم سے کیا فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے؟

11.3 فطرتیت (Naturalism)

11.3.1 نظریہ فطرتیت: تعارف (Naturalism: Introduction)

فطر تیت کا شمار بھی قدیم فسلفوں میں ہوتا ہے۔ اس فلسفے کو فلسفہ مادیت (Materialism) بھی کہتے ہیں۔ اس فلسفے نے صرف مادّے کو ہی دنیا کی حقیقت سمجھا ہے۔ یہ فلسفہ زندگی کی مادّی اور سائنسی تعبیر پیش کرتا ہے۔ وہ فطرت (Nature) کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ نہ مادّے سے پہلے کچھ تھا اور نہ ہی مادّے کے بعد کچھ ہوگا۔ اس لئے انسان کو مادّے کی حقیقت جاننے کے لئے سائنسی طریقوں سے مدد لینی چاہئے۔ وہ انسان کی فطری ترقی کروانا چاہتے ہیں۔ یہ فلسفی روح اور روحانی ترقی میں یقین نہیں رکھتے۔ خدا کے وجود کے منکر ہیں۔ روح کے باقی رہنے کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

اس فلسفے کے فروغ میں ارسطو، کومٹے، تھامس پالیس، بے کال، ڈارون، لامارک، ہکسلے، ہربرٹ اسپنر، جے جے روسو وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔

جے۔ ایس۔ اس کے مطابق "فطرتیت ایک بندھنوں سے آزاد لفظ ہے۔ جو تعلیمی فلسفے میں مستعمل ہے۔ اس سے ایسا نظام تعلیم و تربیت مراد ہے جو کتابوں اور اسکول پر منحصر نہ ہو۔ بلکہ طالب علم کی حقیقی زندگی کو چابک دستی سے استعمال کرنا جانتا ہے۔ جوائس نے فطرتیت کی اس طرح تعریف کی "فطرتیت و نظام ہے جس کی اہم خصوصیت / فلسفے اور انسان کی فطرت سے ہر طرح کے روحانی اور وجود باری تعالیٰ کو انسان کے اندر ایک اخلاقی راہبر قوت ماننے سے انکار کرنا ہے۔"

فطرتیت ایک قدیم فلسفہ ہے۔ مگر اس کے تعلیم میں داخلے کا سبب اٹھارویں صدیں کی انقلابی تبدیلیاں ہیں۔ جب طبیعساتی سائنس نے انسانی سوچ اور طرز عمل پر غیر معمولی اثرات مرتب کئے۔ اس کی وجوہات اس وقت ہمارے مطالعہ سے باہر ہے۔

فطرتیت کی تین بڑی اقسام ہیں:

1) طبعی فطرتیت　　2) میکانیکی فطرتیت، اور　　3) حیاتی فطرتیت

11.3.2 فطرتیت بنیادی اصول (Basic Principles of Naturalism)

- **فلسفہ کی بنیادیں:**
  - **فطرتیت کی مابعد الطبعیات:** فطرت ہی آخری حقیقت ہے۔ مادّے سے آگے کوئی شئے نہیں ہے۔
  - **فطرتیت کا نظریہ علم:** علم صرف حواس کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ ہمارے حواس ہی علم کے ذرائع ہیں۔
  - **فطرتیت کا علم الاقدار:** انسان اپنی ضرورتوں کے تحت اقدار کو جنم دیتا ہے۔ انسان کو فطرت سے ہم آہنگ ہو کر زندگی گذارنا ہے۔
- **بنیادی اصول:**

1۔ دنیا ایک بڑی مشین ہے۔ اور انسان اس مشین کا حصہ ہے۔ ساتھ ہی یہ کہ انسان خود ایک مشین ہے۔

2۔ زندگی چند طبعی اور کیمیائی تعاملات کا نتیجہ ہے۔

3۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے فطرت کی اعلیٰ ترین تخلیق ہے۔

4۔ موجودہ زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ موت کے بعد دوبارہ کوئی زندگی نہیں ہے۔ اس لئے انسان کو موجودہ زندگی کو ہی زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنانا چاہئے۔

5۔ فطرت کے قوانین تبدیل نہیں ہوتے۔ اس سے ہم دنیا میں واقع ہونے والے واقعات کی توجیہ کرسکتے ہیں۔

6۔ حقیقت کی صحیح ترجمانی طبعی سائنس کے ذریعے ہی کی جاسکتی ہے۔

7۔ آخری حقیقت مادّہ ہے۔ خدا، روح، ذہن، جنت، جہنم، ارادے کی آزادی، اخلاقی اقدار، عبادات وغیرہ سب فریبِ نظر ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ فطرتیت اس فلسفہ کا تعارف کرایئے۔ 2۔ فطرتیت کے بنیادی اصول بیان کیجئے۔ ____________________ ______________

11.3.3 فطرتیت اور تعلیم (Naturalism and Education)

فطرتیت نے تعلیم سے متعلق یہ راہ نمائی کی ہے۔

1۔ **فطرت کی طرف واپسی:** فطرتیب تعلیم کے ذریعے انسانوں کو فطرت کی طرف واپسی پر زور دیتا ہے۔ اِن کے نزدیک فطرت (Nature) سب سے اہم ہے۔ فطرت طالب علم کا سب سے اچھا معلّم ہے۔ اس لئے طالب علم کو فطری ماحول مہیا کرانا چاہئے۔ روسو نے اٹھارویں صدی میں تعلیم کے طریقوں اور اندازِ تعلیم سے ہٹ کر ایک انقلابی سوچ دی۔ اور طالب علم کی فطری نشو نما پر زور دیا۔ روسو کہتا تھا کہ سماج کے اداروں سے ربط کے نتیجے میں طالب علم کی ذات میں مصنوعیت پیدا ہوتی ہے۔ اُس کا یہ قول کافی مشہور ہے ”چیزیں خالق فطرت کے ہاتھو میں خالص ہوتی ہیں۔ جب وہ انسان کے ہاتھ آتی ہیں وہ بگڑ کر خراب ہو جاتی ہیں“

2۔ **کتابی علم کی مخالفت:** فطرتیت کے فلاسفہ خالص کتابی علم اور لفظی علم کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ کتابوں کو رٹ لینے کے مخالف ہیں۔ اس کے بر خلاف وہ طالب علم کو فطری انداز میں اُس کی انفرادی صلاحیتوں کے مطابق تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ روسو نے تعلیم کے ”کر کے سیکھو“(Learning by doing) اور خود سے سیکھو(Self-Learning) کے اصول دیئے۔

3۔ **ترقی پذیر:** تعلیم کو ترقی پذیر ہونا چاہئے۔ طالب علم کو مستقبل کیلئے تیار کرنا اُسے بالغ زندگی کے فرائض کیلئے تیار کرنا۔ فطرتیت کے نزدیک یہ طالب علم کے ساتھ زیادتی ہے۔ بچے کو بچہ ہی رہنے دیں۔ اُسے بڑا بنانے کی کوشش نہ کریں۔ بچّے ترتیب وار بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے چار مراحل ابتدائی بچپن، لڑکپن، بلوغت ہے۔ ہر مرحلے کی ضروریات اور خصوصیات الگ، الگ ہیں۔ ہمیں اس کا لحاظ رکھنا ہے۔

4۔ **منفی تعلیم:** جے۔ ایس لاس نے منفی تعلیم کی اس طرح تشریح کی ہے۔ منفی تعلیم کا طالب علم کو کاہل الوجود بنانا نہیں ہے۔ بلکہ منفی تعلیم کا مطلب طالب علم کو نیکی کا سبق پڑھانا ہیں۔ بلکہ اُسے بُرائیوں سے بچانا ہے۔ اُس میں سچائی کو داخل کرنا نہیں ہے بلکہ اُسنے غلطیوں سے

محفوظ کرنا ہے۔ یہ تعلیم طالب علم کو سچائی کا راستہ بتانا نہیں ہے اُس وقت سچائی اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے جب وہ سچائی کو سمجھ لیتا ہے۔ اُس سے اچھائی اُس وقت اختیار کرنی ہے جب وا چھائی کا فہم پیدا کرے اور اچھائی سے محبت کرنے لگے۔

5۔ **طالب مرکوز تعلیم:** فطرتیت تعلیمی نظام میں طالب علم کو مرکزی حیثیث دیتی ہے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ تعلیمی عمل طالب علم کے لئے ہے۔ اس لئے اُسے اس طرح منظم کرنا چاہئے جس کے ذریعے طالب علم خود اپنی سرگرمیوں، مشاہدات اور تجربات سے سیکھے۔ اس میں اُس کو بیرون سے ہدایات نہ دی جائیں۔

6۔ **طالب علم کو آزادی:** فطرتیت طالب علم کو بھرپور آزادی دیتی ہے۔ وہ چاہتے ہے کہ طالب علم اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرے۔ تعلیمی نظام کے اجزا یعنی اسکول، کتابیں، نظام الاوقات، معلم سب کو طالب علم کے تجربات کو کسی بھی طرح سے مشروط نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اُس کی فطری ترقی کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ طالب علم کو ہر قسم کے دباؤ، روکاوٹوں، مداخلتوں اور مشکلات سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ اُسے اپنے تجربات کرنے مشاہدات کرنے منسوبے بنانے اور سرگرمیوں کی پوری آزادی ہونا چاہئے۔

7۔ **حواس کی تربیت:** فطرتیت حواس کو ہی علم کے حاصل کرنے کا ذریعہ مانتی ہے۔ حواس کے ذریعہ حاصل کردہ علم کو ہی علم کا درجہ دیتی ہے۔ اُس لئے حواس کی تربیت اُن کے یہاں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ طالب پر بیرونی طور پر زور زبردستی سے علم حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لئے حواس کو اپنے فرائض کے انجام دہی کے لئے بہت زیادہ تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ فطرتیت نے کون سی تعلیمی راہ نمائی کی۔

- **فطرتیت اور مقاصد تعلیم:** فطرتیت پسند فلاسفہ تعلیم کے کسی متعیّنہ مقصد کے خلاف ہیں۔ اس لئے اُن فلاسفہ کے کاموں سے جو مقاصد اخذ ہوتے ہیں اُن کا نیچے ذکر کیا جارہا ہے۔

1۔ **انسانی مشین کو زیادہ سے زیادہ کارگر بنانا:** جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ فطرتیت پسند فلاسفہ اس کائنات کو ایک مشین اور انسان کو اُس بڑی مشین کا حصہ مانتے ہیں۔ اور انسان کو بھی ایک اعلیٰ مشین باور کرتے ہیں۔ اس لئے وہ تعلیم کے ذریعے انسانی مشین (انسان) کو زیادہ سے زیادہ تعمیری اور کارگر بنانے کا مقصد رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ بہت سارے پیچیدہ کام انجام دے سکے۔

2۔ **طالب علم کو حال اور مستقبل کے لئے تیار کرنا:** حیاتی فطرتیت فرد کی خوشی کو حاصل کرنا تعلیم کا مقصد بیان کرتی ہے۔ اور اس کو پھیلا کر وہ مستقبل میں خوش گوار زندگی گذارنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ تعلیم سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ میک ڈوگال نے درست بات کہی کہ خوشی اور غم فطری نتائج ہوتے ہیں۔ اس لئے طالب علم کی فطری نشو نما ہونی چاہئے۔

3۔ **زندگی کے لئے جدوجہد کرنا:** ڈارون کے نظریے کے مطابق یہ دنیا بہادر اور مضبوط انواع کو زندہ رہنے کا حق دیتی ہے۔ اس لئے طالب علم کو زندگی گذارنے کے لئے اور اپنے آپ کو ماحول میں باقی رکھنے کے لئے خوب جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ تعلیم اسی جدوجہد کیلئے تیار کرے۔

4۔ **ماحول / زمانے سے مطابقت پیدا کرنا:** زندگی رواں دواں رہتی ہے۔ اس دنیا میں صرف تبدیلی ہی کو دوام ہے۔ اس لئے تعلیم ایسی ہو جو طالب علم کو زمانے سے مطابقت پیدا کرنا سکھائے۔ زمانے کے ساتھ چلنا سکھائے۔

5۔ **اظہار خودی کی صلاحیت پیدا کرے:** وہ ہر بچے کو اُس کی مخصوص صلاحیتوں اور فطری انداز میں ترقی دینا چاہتی ہے۔ اس لئے ہر طالب علم کو اپنی انفرادیت اور خودی کے اظہار کے مواقع فراہم کرنا تعلیم کا مقصد قرار پاتا ہے۔

6۔ **فطرتیت اور نصاب:** ایسا نصاب تیار کرنا چاہتے ہیں اور ایسے مضامین شامل کرنا چاہتے ہیں جو طالب علم کی خداداد صلاحیتوں اور انفرادی خوبیوں کو پروان چڑھائے۔ انھیں بھرپور سرگرمیوں اور فطری انداز میں اُن کی پیدائش دلچسپیوں کا لحاظ رکھے۔ اسے اُن کے نصاب میں کھیل کود، طعیساتی سائنس، حیاتیاتی سائنس، زبان، تاریخ، جغرافیہ جیسے مضامین شامل ہوں گے۔ اس میں بعد میں نفسیات، کیمیا، ریاضیات، ہوم سائنس کو بھی شامل کیا گیا۔

- **فطرتیت اور تدریسی طریقے:**

روایتی تعلیم سے ہٹ کر فطرتیت نے تعلیمی عمل میں کئی سارے نئے طریقے متعارف کرائے۔ روایتی تعلیم میں تمام طلبا کو ایک جیسی تعلیم اور ایک جیسے طریقے سے تعلیم دی جاتی تھی۔ فطرتیت نے انفرادی ضرورت اور صلاحیت کے مطابق تعلیم کے طریقوں کو اپنایا۔ فطرتیت نے طالب علم کی دلچسپیوں کا خاص خیال رکھا۔ اور فطری طریقوں کو اپنایا۔ ان کے تدریسی طریقوں میں تجرباتی طریقہ تدریس مشاہداتی طریقہ تدریس، خود کر کے سیکھنا اور کھیل، کھیل میں تعلیم شامل ہے۔ انکشافی طریقہ تدریس، اور مانٹیوری طریقہ اور خود اکتسابی طریقے بھی اس فلسفے نے دئے ہیں۔

- **فطرتیت اور معلم:**

روسو کا خیال ہے کہ بچہ پیدائش کے وقت خالص ہوتا ہے۔ اُس کا فطری ارتقا اُسی وقت ممکن ہے جب اُسے بغیر کسی بیرونی دباؤ کے ترقی کرنے کے مواقعے دیے جائیں۔ اِن کے نزدیک طلبا کو جمع کر کے کمرۂ جماعت میں معلم کے ذریعے پڑھانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس مصنوعی ماحول میں اُن کی فطری نشو نما ممکن نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فطرت ہی سب سے بڑی معلم ہے۔ اس کے رابطے میں طالب علم فطری اور نارمل طریقے سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔

معلم طلبا پر کسی بھی قسم کے خیالات کو نہ ٹھونسے۔ اُن سے تحکمانہ انداز میں نہ پیش آئے۔ طالب علم کی انفرادیت اور دلچسپیوں کا پورا خیال رکھے طلبائ کو مکمل آزادی دے۔ معلم طلبا کے لئے اسٹیج سجائے۔ اور اُن کو آزادی سے اسٹیج پر پرفارم کرنے دے۔ معلم فطرتیت پسندوں کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

- **فطرتیت اور ڈسپلن:**

فطری نتیجہ عمل کے ذریعے ڈسپلن: فطرتیت پسند طالب علم پر باہر سے ڈسپلن نہیں تھوپنا چاہتے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہر عمل کا فطری نتیجہ طالب علم میں خود سے ڈسپلن پیدا کرے گا۔ فطری قوانین کی خلاف ورزی خود طالب علم کو سہارا دے گی۔ اس لئے کسی شخص کو اس عمل میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے طالب علم کو مکمل آزادی ملنی چاہئے۔ خوشی اور غم دو معلم ہیں۔ جو ہر طالب علم کو اس کے عمل کے بعد اُن کو ڈسپلن کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

- **فطرتیت کے نظام تعلیم پر اثرات:**

1۔ طالب علم مرکز توجہ قرار پایا۔

2۔ معلم کی حیثیت ثانوی ہو گی۔

3۔ تعلیمی عمل میں طالب علم کی انفرادیت اور دلچسپیوں کا خیال رکھا جانے لگا۔

4۔ تعلیم کے عمل میں خوش گوار ماحول کی اہمیت تسلیم جانے لگی۔

5۔ طالب علم کو زیادہ سے زیادہ سرگرمیوں میں مشغول کیا جانے لگا۔

6۔ طالب علم کو آزادی ملی۔

7۔ فطرت کے مطالعے نے ترقی کے نئے دروازے کھولے۔

8۔ معلم کی حیثیت مشاورت کار، تہسیل کار اور ایک راہ نمائی قرار پائی۔

- **فطرتیت کا جائزہ:**

فطرتیت کے مثبت پہلو:

1۔ فطرتیت کے فلسفے نے تعلیمی عمل میں تعلیمی نفسیات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ طالب علم کو کیسا بنانا ہے۔ یا سماج کے بڑے اُسے کیسا دیکھنا چاہتے ہیں اس طرز عمل کو اُلٹ کر دیا گیا۔ اب طالب علم کی ضرورت۔ دلچسپی اور فطری رفتار کو اہمیت دی جانے لگی۔ معلم مرکوز سے اب تعلیم طالب علم مرکوز ہو گئی۔

2۔ **سماج کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ:** فطرتیت نے سماج اور اُس کے مختلف اعمال اور اُن کے اثرات کو سائنسی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی۔ سماجیات کا سائنسی مطالعہ ایک نئے علم کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔

3۔ **تجربات مشاہدات اور سرگرمیوں کو فروغ:** فطرتیت نے تعلیمی عمل میں انقلابی تبدیلی لائی۔ روایتی انداز تعلیم جس میں عموماً بیانیہ طریقہ یکساں نصاب اور حافظے پر زور دیا جاتا تھا۔ معلم حاکمانہ طریقے سے بڑھاتا تھا۔ اُسے بدل کر اب طالب علم کو تجربات کرنے، مشاہدات نوٹ کرنے اور زیادہ سے زیادہ سرگرمیاں کرنے والے طریقہ تدریس رائج کئے۔

4۔ **ڈسپلن میں زور زبردستی اور بیرونی مداخلتوں کا خاتمہ:** فطرتیت نے ڈسپلن کے معاملے میں معلم کے رول کو سمیٹ دیا۔ فطری ڈسپلن کا تصور دیا۔

- **فطرتیت کے منفی پہلو:**

1۔ **خدا بیزاری اور اخلاق سے عاری افراد:** فطرتیت خدا کے وجود کی نفی کر کے ایسی نسل پروان چڑھائی جو اپنے آپ کو کسی کے سامنے جوابدہ تصور نہیں کرتی۔

2۔ ماڈے کے علاوہ تمام چیزوں کی نفی کرنے سے انسان کے اخلاق کا جنازہ نکل گیا۔ انسانی ہمدردی، ایثار، قربانی، اقرباپروری، مظلوموں کی مدد، بے سہارالوگوں کو سہارا دینا۔ وغیرہ جیسی اعلیٰ قدریں سماج سے ناپید ہوتی جارہی ہیں۔

3۔ **ماڈہ پرستی:** وباء کی طرح چھاگئی۔ انسان صرف اسی ماڈی دنیا کا غلام بن کر رہ گیا۔ اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی پوری طرح سے ماڈی فائدے اور نقصان سے ناپی جانے لگی۔

4۔ **مذہب بیزاری:** فطرتیت نے بالعموم مذہب بیزاری پیدا کی۔ مذہب اور مذہبی عبادات وغیرہ کو بھی مادیّت کے ترازو میں رکھ دیا۔

5۔ **مقاصد تعلیم یک رُخے اور غیر اطمنان بخش بنادیئے گئے:** انسان صرف ماڈی وجود نہیں ہے۔ اُس کا اپنا ایک روحانی اور اخلاقی وجود بھی ہے۔ فطرتیت نے صرف ماڈی وجود کو ہی اپنا مطمع نظر بنایا۔ اس طرح جو مقاصد تعلیم قرار پائے وہ یک رُخے ہیں۔ انسانی شخصیت کی پوری ترجمانی نہیں کرتے ہیں۔ اگر ہم فطرتیت کے نام پر طالب علم کو فطری تعلیم کیلئے چھوڑ دیں تو اُس کا نتیجہ اس کے علاوہ کیا ہو گا کہ وہ ایک جانور طرح پرورش پائے۔ دنیا کے موجودہ حالات اس کا مکمل اظہار کر رہے ہیں۔

6۔ **طالب علم کی موجودہ ضرورتوں پر مبالغہ آمیز زور:** اس کیفیت نے طالب علم کی دیگر حثیتوں یعنی اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کو بالکل خارج کر دیا۔ نتیجے میں بالکل یک رُخا انسان / ماڈہ پرست انسان وجود میں آیا۔ انسان بہت ترقی کرہا ہے۔ بہترین پیشہ ور بن رہا ہے مگر انسانیت روبہ زوال ہے۔

7۔ **نصاب میں سائنسی مضامین کو غیر معمولی اہمیت:** اس کے وجہہ سے طلبا یک رُخا نصاب پڑھ رہے ہیں۔ دیگر کئی مضامین جو طالب علم کی ہمہ جہت ترقی کیلئے ضروری ہیں مثلاً انسانی علوم، سماجی علوم، فلسفایہ علوم وغیرہ کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ صرف سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی سے انسان کی شخصیت کا پورا ارتقا نہیں ہو سکتا۔

8۔ **طالب علم / فرد کو غیر معمولی آزادی:** فطرتیت نے انفرادی آزادی کے نام پر جو بے قید آزادی دی اُس کے کڑوے کسیلے پھل اب دنیا چکھ رہی ہے۔ انفرادی ترقی کے نام پر فرد دیگر انسانوں کا گلا کاٹ رہا ہے۔ مسابقت کے نام پر غیر انسانی روّیہ اپنا رہا ہے۔ فطری ڈسپلن کے نام پر طالب علم کو بے قید آزادی خود اُس کیلئے فتنہ بن رہی ہے۔

9۔ **معلم کی ثانوی حیثیت:** فطرتیت نے معلم کے مقام کو کم کر کے صرف راہ نمائی اور مشاہد کرنے والے تک پہونچا دیا۔ اُسے طلبا کو راست تعلیم لینے اسے روک دیا۔ اس کے نتیجے میں طلبا بہت ساری قیمتی سماجی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات سے محروم ہو رہے ہیں۔ جو اُن کی ذات اور پورے سماج کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔

10۔ **سماج مخالف سوچ:** فطرتیت نے فرد کی آزادی اور انفرادیت کو اس قدر اہمیت دی کہ سماج کی حیثیت کمزور ہو گئی۔ فرد اور سماج دونوں ایک دوسرے پر منحصر ہوتے ہیں۔ فرد کی ترقی اور نشو نما میں سماج کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اپنی پیش رفت جانچیئے (Check Your Progress)

1۔ فطرتیت کے مثبت اور منفی پہلو کون سے ہیں؟

____

____

11.4 خلاصہ (Summary)

تصوریت یہ ایک قدیم فلسفہ ہے۔ اس میں روح اور اقدار کی بہت اہمیت ہے یہ کائنات کی سائنسی توجیہ کو آخری نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک انسان دراصل ایک روحانی وجود ہے۔ وہ انسان کے مطالعے پر زور دیتے ہیں۔ اِن کی قدریں عالم گیر ہیں۔ یہ تین قدریں سچائی، اچھائی اور خوبصورتی ہیں۔ خود شناسی ان کے نزدیک مقاصد تعلیم میں سے ہے وہ ذہانت اور منطق کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ وہ تمام انسانوں سے محبت اور الفت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اِن کے نزدیک اسکول سماج کا ایک بہت اہم حصہ ہوتا ہے۔ یہ آفاقی تعلیم کے قائل ہیں۔ اِن پر تنقید کی گئی کہ وہ 'خال' کو نظر انداز کرتے ہیں۔ طالب علم کو موجودہ سے زیادہ دوسری زندگی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ معلم کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے پاس ریاست طالب علم کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔

فطرتیت: اسے مادیت بھی کہتے ہیں۔ یہ دنیا کی صرف اور صرف مادّی حقیقت کو مانتے ہیں۔ حواس ذرائع علم ہیں۔ سائنسی طریقے سے حاصل شدہ علم ہی ان کے یہاں حقیقی علم کہلاتا ہے۔ فطرت کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں۔ روحانی ترقی کے قائل نہیں ہیں۔ اقدار مستقل نہیں ہیں۔ فرد اپنی قدریں خود بنا سکتا ہے۔ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ اس لئے اسی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنانا مقصد ہے۔ کتابی علم کے مخالف ہیں۔ تعلیم میں موکز توجہ طالب علم ہے معلم کی حیثیت ثانوی ہے۔

- طالب علم / فرد کو بہت زیادہ آزادی دیتے ہیں۔ اس فلسفے نے روایتی طریقہ تدریس کے بجائے کئی نئے تدریسی طریقے متعارف کرائے۔ طالب علم پر کسی بھی قسم کے جبر اور زبردستی کے مخالف ہیں طالب علم کی انفرادیت اور دلچسپیوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اس کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ کئی منفی پہلو بھی ہیں۔ اِس فلسفے نے خدا بیزاری اور مذہب بیزاری کو عام فضا پیدا کی انسان کو غیر جوابدہ قرار دیا۔ بے قید آزادی دی۔ سائنسی مضامین کو بہت اہمیت دی انسانی علوم کی اہمیت گھٹادی۔ مقاصد تعلیم یک رُخے اور غیر متوازن ہیں۔

11.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- فلسفہ تصوریت کی تفہیم کرا سکے گے۔
- فلسفہ تصوریت کے تعلیم پر اثرات واضع کر سکیں گے۔
- فلسفہ تصوریت کے مفید پہلوؤں سے موجودہ تعلیمی نظام میں استفادہ کر سکیں گے۔

- فلسفۂ فطرتیت کے بنیادی اصولوں کو واضح کر سکیں گے۔
- فلسفۂ فطرتیت نے انسانی سماج اور تعلیمی نظام پر جو مثبت اور منفی اثرات اُن کا جائزہ لے سکیں گے۔
- فلسفۂ فطرتیت کے مفید پہلوؤں کو موجودہ نظامِ تعلیم میں شامل کر سکیں گے۔

11.6 فرہنگ(Glossary)

- تصوریت(Idealism) : وہ فلسفۂ جو خیال، روح اور ذہن کو خاص اہمیت دیتا ہے۔
- فطرتیت(Naturalism) : وہ فلسفۂ جو کائنات کو ماڈی حیثیت سے حقیقت تسلیم کرتا ہے۔
- مثال(Ideal) : ایسا رویہّ جس کی تقلید کی جاسکے۔
- خود نظم وضبط(Self Descipline) : وہ نظم وضبط جو انسان کے اندرون سے آئے۔
- ماڈہ پرستی(Materialism) : وہ فلسفۂ جو ماڈی وجود کو تسلیم کرے۔ خدا، روح وغیرہ کا انکار کرے
- کرکے سیکھو(Learning by Doing): طالب خود کوئی سرگرمی انجام دے کر اُس سے نتائج حاصل کرے۔ علم حاصل کرے۔
- خود اکتساب(Self-Learning) : بغیر کسی بیرونی مدد کے طالب علم کا خود سے علم حاصل کرنا۔
- فطری ڈسپلن(Natural Discipline): فطری انداز میں یا فطرت کے قوانین کے تحت نظم وضبط اختیار کرنا۔

11.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1) تصوریت کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی کہا جاتا ہے۔

a) نظریہ b) فلسفۂ عینیت c) مثال

2) تصوریت چاہتی ہے کہ انسان کثرت میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تلاش کرے۔

a) وحدت b) جنت c) سکون

3) تصوریت میں قدریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتی ہیں۔

a) قابل تبدیل b) مقامی c) عالم گیر

4) تصوریت انسان کا مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے حصول کو قرار دیتی ہے۔

a) روحانی قدروں b) ماڈی قدروں c) نجات

5) تصوریت میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علوم کی اہمیت ثانوی ہے۔

a)ریاضیاتی b)سائنسی c)انسانی

6) فطرتیت کا دوسرا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

a)مادّیت b)سیادت c)فیادت

7) فطرتیت کے نزدیک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

a)دنیا b)روح c)مادّہ

8) فطرتیت صرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو ذرائع علم تسلیم کرتی ہے۔

a)حواس b)مشاہدہ c)تجربہ

9) فطرتیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی طرف واپسی کا نعرہ لگاتی ہے۔

a)دنیا b)کائنات c)فطرت

10) فطرتیت میں معلم کی حیثیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

a)ثانوی b)بنیادی c)ابتدائی

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ تصوریت کا جامع تعارف کرایئے۔

2۔ تصوریت کی فلسفانہ بنیادوں پر مختصر روشنی ڈالئے۔

3۔ تصوریت کے مقاصد تعلیم کیا ہیں۔

4۔ تصوریت کے طریقہ تدریس بیان کیجئے۔

5۔ تصوریت میں اسکول کا مقام بتایئے۔

6۔ فطرتیت کا جامع تعارف کرایئے۔

7۔ فطرتیت کی فلسفیانہ بنیادیں کون سی ہیں۔

8۔ فطرتیت کے کوئی تین بنیادی اصول بیان کیجئے۔

9۔ فطرت کی طرف واپسی سے کیا مراد ہے۔

10۔ طالب علم مرکوز تعلیم پر نوٹ لکھئے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ تصوریت اور اُس کے تعلیمی نظام پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔

2۔ تصوریت کے بنیادی اصول واضح کیجئے۔

3۔ تصوریت کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیجئے۔

4۔ فطرتیت کے نظامِ تعلیم کیا اثرات مرتب ہوئے۔ وضاحت کیجئے۔

5۔ فطرتیت کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کیجئے۔

6۔ فطرتیت نے آپ کی نظر میں کیا مثبت اور منفی تبدیلیاں پیدا کیں؟

معروضی سوالات کے جوابات

1) b 2) a 3) c 4) a 5) b 6) a 7) b 8) a 9) c 10) a

11.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Materials)

- محمد شریف خان۔ فلسفہ تعلیم۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ 2017
- ساجد جمال عبدالرحیم، ابھرتے ہندوستانی سماج میں تعلیم 2012، شپرا پبلیکشن، نئی دہلی
- خود اکتسابی مواد، تعلیم کی فلسفانہ بنیادیں، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد 2018
- Y.K. Singh, Philosophical Foundation of Education APH. Publishing Corporation, Delhi – 2023
- Donald Butler, Four Philosophies & their practise in education and religion : harper & row publisher N. York.
- Ghanta Ramesh Desh BN Foundation of Education 2006, Neel Kamal Publication New Delhi.
- Santoshvallkkat: Philosophy of Education 2014, APH Publishing Corporation. New Delhi
- Mathur, Educational Philosophy 2013, APH Publishing Corporation New Delhi

اکائی 12۔ فلسفۂ عملیت اور فلسفۂ وجودیت

(Pragmatism and Existentialism)*

12.0 تمہید(Introduction)
12.1 مقاصد(Objectives)
12.2 فلسفۂ عملیت(Pragmatism)
12.2.1 عملیت کا تعارف(Pragmatism: Introduction)
12.2.2 عملیت کے بنیادی اصول(Basic Principles of Pragmatism)
12.2.3 عملیت اور تعلیم(Pragmatism and Education)
12.3 فلسفۂ وجودیت(Existentialism)
12.3.1 وجودیت کا تعارف(Existentialism: Introduction)
12.3.2 وجودیت کے بنیادی اصول(Basic Principles of Existentialism)
12.3.3 وجودیت اور تعلیم(Existentialism and Education)
12.4 خلاصہ(Summary)
12.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)
12.6 فرہنگ(Glossary)
12.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)
12.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Reading Materials)

12.0 تمہید(Introduction)

سابقہ اکائی ایک اور دو میں آپ نے مشرقی فلسفوں کا مطالعہ کیا۔ تیسری اکائی میں مغربی مکتبہ فکر کے دو فلسفے تصوریت اور فطرتیت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس اکائی میں آپ کو مغربی مکتبہ فکر سے مزید دو فلسفے یعنی عملیت اور وجودیت سے متعارف کرایا جائے گا۔ اس اکائی میں

* Dr. Badarul Islam, Assistant Professor, MANUU CTE, Aurangabad

بھی عملیت اور وجودیت اِن فلسفوں کے بنیادی فلسفیانہ نظریات کا جائزہ لیں گے۔ اور اِن فلسفوں کے تعلیمی سوالات کے جوابات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اِن فلسفوں اثرات کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔

12.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلباء اس قدر قابل ہو جائیں گے کہ

- فلسفۂ عملیت کا تعارف حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ عملیت کے اہم فلسفیانہ نظریات سے واقف ہو سکیں۔
- فلسفہ عملیت کے تعلیمی نظریات کا فہم پیدا کر سکیں۔
- فلسفہ وجودیت کی بنیادوں سے واقف ہو سکیں۔
- فلسفۂ وجودیت بنیادی اصولوں کا فہم حاصل کر سکیں۔
- فلسفۂ وجودیت کے تعلیمی نظام پر واقع ہونے والے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- فلسفۂ عملیت اور فلسفۂ وجودیت کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے واقف ہو سکیں۔

12.2 فلسفۂ عملیت (Pragmatism)

12.2.1 عملیت کا تعارف (Pragmatism: Introduction)

عملیت نے اِس دور کے نظامِ تعلیم پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ اس کو ایک جدید فلسفے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اس فلسفے کو ابتدا اور فروغ میں امریکی فلاسفرس کی گراں قدر خدمات ہیں۔

Pragmatism اس لفظ کے دو طرح سے معانی بیان کئے گئے ایک سرگرمی یا کیا گیا کام اور دوسرے افادیت کے لئے اہل عمل ہونا۔

عملیت پسند کہتے ہیں کہ پہلے کام یا تجربہ انجام دیا جاتا ہے۔ اور اس کے نتائج کی بنیاد پر اصول اور تصورات اخذ کئے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے اس کو "تجربیت" یعنی Experimentalism بھی کہا گیا۔ عملیت پسندوں کے نزدیک تجربات سے حاصل کردہ علم ہی حقیقی علم ہے۔ اُن کے نزدیک تجربات ہی علم کی کسوٹی ہیں۔ سچائی، حقیقت، اچھائی یا برائی اُن کیلئے اضافی اصطلاحات ہیں۔ اپنے میں یہ مطلق نہیں ہیں۔ بلکہ کسی نسبت سے اُن کا مضبوط متعین ہوتا ہے۔ انسان کے اپنے تجربات سے اُن کے معانی طے ہوں گے۔ دوسرا اہم نظریہ یہ ہے کہ سچائیاں کئی ہیں۔ اور کچھ سچائیاں اِس وقت بھی ترتیب پا رہی ہیں۔ انسان اِن سچائیوں تک اپنے تجربات کے ذریعے رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس لئے صرف وہ چیزیں حقیقت ہیں جو تجربات سے ثابت شدہ ہوں۔ وہ آگے کہتے ہیں کہ جو سچائی کل تھی ضروری نہیں کہ وہ آج بھی سچائی رہے۔ یعنی سچائی مستقل نہیں ہے۔ جب سچائی ہی مستقل نہ ہو تو اشیا کہاں سے مستقل ہونگی۔ اس کو اس طرح سے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی چیز کو

ثبات حاصل نہیں ہے۔ صرف تبدیلی ہی اس کائنات کا اصول ہے۔ عملیت پسند انسانی اعمال کو اُن کے تجربات یا سرگرمی کے نتائج کی افادیت سے تولتے ہیں۔ اگر سرگرمی کے نتائج فائدہ مند ہوں تو وہ سچ ہے ورنہ نہیں۔ سچائی نہ وقت کے لحاظ سے مستقل اور نہ ہی مقام کے لحاظ سے یعنی کوئی سچائی کسی مقام پر سچائی ہو تو ضروری نہیں ہے کہ دوسرے بھی مقام پر وہ سچائی رہے۔ عملیت میں اقدار مہ مستقل ہیں اور نہ لافانی ہیں۔ اور نہ ہی قطعی ہیں۔ آگے بڑھ کر وہ کہتے ہیں کہ حقیقتِ اولیٰ کا علم حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اِن کے یہاں صرف اور صرف وہ مثالیں، یا اقدار سچی ہیں، جن کا کسی مخصوص حالات یا اوقات میں انسان کیلئے فائدہ مند ہونا ثابت ہو۔

اس فلسفے کا ہر سرگرمی کو انسانی افادیت سے جوڑ کر دیکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ فلسفہ انسانی زندگی سے بہت زیادہ جڑا ہوا ہے۔

اس فلسفے کو ہراکلٹس، صوفسٹ گروہ، فرانسس بیکن، آگسٹ کومٹے کے علاوہ چارلس سینڈرس، ولیم جیمس اور جان ڈیوی نے ترقی کی منزلوں تک پہونچایا۔

عملیت کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

1) **انسانیت پسند عمیت:** اس نظریئے نے کہا کہ صرف وا شیا و اصول سچے ہیں۔ جو انسان کی ضروریات، خواہشات اور مقاصد کے لئے فائدہ مند ہیں۔

2) **تجرباتی عملیت:** یہ نظریہ کہتا ہے کہ صرف وہ اصول اور اشیا سچی ہیں، حقیقی ہیں جن کو ہم تجربات کے ذریعے ثابت کر سکیں۔

3) **حیاتی عملیت:** یہ نظریہ کہتا ہے کہ انسان کی وہ خوبی یا خصوصیت قابل قدر ہے جو اُسے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں مددگار ہوں۔ یا وہ خصوصیت جو اُس کو ماحول کو اپنی ضرورت کے مطابق ڈھالنے میں مدد کرے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ فلسفہ عملیت کا تعارف کرائیے۔ ____________________ ____________________

12.2.2 عملیت کے بنیادی اصول (Basic Principles of Pragmatism)

- **عملیت کے فلسفیانہ نظریات:** اس ضمن میں مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی کے 2018، کے شائع شدہ خود اکتسابی مواد میں بہت جامع تحریر ہے۔ کچھ حذف واضافے کے ساتھ ذیل میں اس کا ذکر ہے۔
- **عملیت کا مابعد الطبعات:** جان ڈیوی نے اپنی کتاب کریٹیو انٹیلجنس میں واضح کہا کہ ”عملیت میں کسی حقیقت کبریٰ (Ultimate Reality) کی عمومًا نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔

عملیت کا پورا زور اشیا کی حقیقت کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھنے کا ہے۔ اس لئے وہ باتیں جو مابعد الطبیعات کے زیر بحث ہوتی ہیں اُن کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے عملیت اُن کو سرے سے خارج کر دیتی ہے۔ دنیا اور انسان کے بارے میں عملیت کے نظریات نیچے دیئے جا رہے ہیں:

1۔ اس دنیا کا کوئی پس منظر نہیں ہے۔ جس کے ذریعے ہم دنیا کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ دنیا ہمارے لئے ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ (کسی بھی تصویر کے دو حصّے ہوتے ہیں پہلا قابل توجہ اور اہم حصہ ہوتا ہے دوسرا اُس کا پس منظر ہوتا ہے جس میں وہ شئے رکھی ہوتی ہے۔ پس منظر کی تبدیلی سے مفہوم تبدیل ہوتا ہے۔)

2۔ تبدیلی کو ہی دوام حاصل ہے۔ کوئی بھی چیز مستقل نہیں ہے۔ عملیت پسند کہتے ہیں کہ اِس دنیا میں کوئی بھی عمل شئے، مستقل نہیں ہے۔ ہر چیز تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ حتّٰی کے وہ حقیقت کو بھی مستقل نہیں مانتے۔ اُن کے نزدیک اس کی مثال ایک ندّی کی سی ہے۔ جو ہر دم رواں دواں اور تبدیلیوں سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ اسی لئے وہ اقدار کو بھی مستقل نہیں مانتے۔

3۔ دنیا ایک غیر یقینی جگہ ہے۔ یہاں ہر وقت ہنگامے اور اتفاقات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں یہاں پر کوئی بھی اور کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ہر وقت ناگہانی حالات کے مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

4۔ دنیا کی کوئی منزل نہیں ہے۔ دنیا کے ارتقا کا عمل جاری ہے۔

5۔ انسان دنیا میں اختیار کی پوری آزادی سے محروم ہے۔ البتہ انسان اپنے تجربات کی بنیاد پر حالات کو بدلنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

6۔ دنیا ایک تکثیری حالت میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت کی تعمیر کسی ایک اصول پر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دنیا ہر آن تبدیلیوں سے دوچار ہے۔ اس کائنات میں کوئی ربط نہیں ہے۔ اس کائنات میں ایسی کوئی وحدت نہیں جو اس کے نظام کو ایک لڑی میں پرو سکے۔

7۔ دنیا کے اعمال کے اندر ہی ان کا انجام پوشیدہ ہے۔ اس کا یہ مطلب بیان کیا گیا کہ اس کے ذریعے وہ اقدار مقاصد کے عالم گیر ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ و مقاصد و اقدار کو زماہ و مکاں میں قید مانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اغراضی، مقاصد، اور اقدار وقتی اور عارضی ہوتے ہیں۔ وقت کے ساتھ وہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ مذہب اور اخلاق (جو مستقل قدروں / عقائد کے قائل ہیں) کو ردّ کر دیا جاتا ہے۔

8۔ دنیا میں حقیقت اولیٰ کا وجود نہیں ہے۔ اس کے ذریعے وہ مذہب اور روحانیت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کی زندگی صرف اسی دنیا تک محدود ہے۔ یعنی مرنے کی بعد دوسری دنیا کا امکان نہیں ہے۔

9۔ انسان، فطرت کا ایک عام حصہ / جز ہے۔ یعنی اُسے اشرف المخلوقات نہیں مانا جائے گا۔ جان ڈیوی نظریۂ ارتقا پر یقین رکھتا ہے۔ اس لئے وہ انسانکو صرف فطرت کا ایک اٹوٹ حصّہ تسلیم کرتا ہے۔

10۔ انسان اس دنیا کی متحرک وجہہ نہیں ہے۔ فلسفے کا ایک اہم سوال انسان کا اپنے اعمال اور تقدیر میں آزاد یا مجبور محض ہونا ہے۔ (مسئلہ جبر وقدر) عملیت پسند اِن دونوں انتہاؤں کے درمیان بین موقف رکھتے ہیں۔ وہ انسان کی محدود آزادی کے قائل ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ انسان دنیا کے حالات کو پوری طرح سے مخصوص رُخ پر ڈالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

11۔ مسائل سچائی کو تلاش میں محرک ہوتے ہیں۔

12۔ سماجی اور جمہوری اصولوں پر زور: عملیت پسند انسان کو سماجی جاندار مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان سماج سے بہت کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اُسے سماجی اور جمہوری اصولوں اور قدروں کی پابندی کرنی چاہئے۔

13۔ افادیت پر زور: ہر وہ خیال / کام جو انسان کو فائدہ پہونچائے اُن کے نزدیک وہی سچائی ہے۔ یعنی جو فائدہ مند ہے وہی اچھا ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ فلسفہ عملیت کے اصولوں کی وضاحت کیجئے۔ ____________________ ____________

عملیت کا نظریہ روایتی فلسفوں سے کافی مختلف ہے۔ نظریہ علم کی بنیاد اشیا کو کام میں لانا / فائدہ اُٹھانا ہے۔ تاکہ اُن موجودہ قدر کو معلوم کیا جا سکے۔ عملیت پسند حقیقت معلوم کرنے کے لئے صرف وجہہ یا دلیل کو کافی نہیں سمجھتے۔ دوسرے یہ کہ وہ حواس کو بھی مکمل علم حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں مانتے۔ صرف فاعل اور شئے کے تعامل سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہم کسی شئے کی خصوصیت صرف اُس وقت معلوم کر پاتے ہیں جب ہم اُس شئے کے ساتھ عملاً تجربہ کرتے ہیں۔ مجرد تجربہ بھی پورا علم فراہم نہیں کرتا۔ ہم اُس شئے کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ اُس کے ساتھ کام کرتے ہیں اُس کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ اس طرح شئے سے تجربہ کرنے / کام کرنے کے بعد ہم مشاہدہ کے نتیجے میں علم حاصل کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ صرف حقائق کو جمع کرنا علم نہیں ہے۔ انسان فطرت کا راست مشاہدہ کرے۔ راجر بیکن کے مطابق "حقائق جیسے کہ وہ ہیں۔ اُن کا مشاہدہ کرنا۔ حقائق جمع کرنا اور اُس بنیاد کو پانا جس پر ہم نتائج اخذ کر سکیں۔ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ یہ حقائق کائنات سے ہم آہنگ ہونے چاہئے۔

تجرباتی طریقہ کار: عملیت پسند انسان کو تجربات سے گذر کر نتائج کے اخذ کرنے پر زور دیتے ہیں۔ انسان کے صدیوں کے تجربات اور نتائج کو شامل کرتے ہیں۔ جب تجربہ اطمنان بخش طریقے سے کامیابی کی طرف گامزن ہو تو ہمیں ذیل کے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

1) زندگی ہمیشہ رواں دواں رہتی ہے۔ جمود موت ہے۔ بعض اوقات یہ سفر آسان ہوتا ہے۔ بعض وقت مشکلات اور روکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ یہ مزاحمت ہمیں معمول سے ہٹ کر کچھ نیا کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔

2) زندگی کی روکاوٹیں اور مشکلات کتنی ہی کیوں نہ ہو، ہم رُوکاوٹوں سے کتنی ہی نفرت کیوں نہ کریں۔ وہ ہمارے لئے بہت اہم اور کارآمد ہوتی ہیں۔ وہ ہمیں نئے انداز سے سوچنے پر اکساتی ہیں۔ ایسے راستے تلاش کراتی ہیں جو سابقہ تجربات میں موجود نہیں ہیں۔

3) **حقائق پر نظر ثانی کا موقعہ:** مشکلات / روکاوٹیں ہمیں سابقہ تجربات اور اُن سے حاصل نتائج کی بنیاد پر جو حقائق حاصل ہوئے تھے اُن پر دوبارہ غور کرنے کی تحریک دیتی ہیں۔ گویا زندگی روکاوٹوں سے رُکتی نہیں ہے بلکہ اپنا رُخ بدل کر منزل کی جانب رواں دواں رہتی ہے۔

4) نئی سوچ، نیا رُخ، نیا انداز ہمیں معلومات (DATA) کا بدلے ہوئے حالات میں جائزہ لینے، نئے تجربات کرنے اور مزید حقائق کی تلاش کیلئے مہمیز دیتے ہیں۔ اس طرح ہم کچھ مفروضات پر کام کرتے ہیں اُن مفروضات کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھ کر درست نتائج حاصل کرتے ہیں۔

فلسفہ عملیت اور اخلاقیات:

- اقدار قطعی اور حتمی نہیں ہوتی ہیں۔ قدریں فرد کے سماجی اعمال کے مطابق ہوتی ہیں قدریں اُس وقت قدر رہتی ہیں جب تک وہ فرد یا سماج کے لئے فائدہ مند ہوں۔
- انسان اپنے آپ کو ایک موّثر عامل مانتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے عمل کے نتائج کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اس پس منظر میں قدریں وجود میں آتی ہیں۔
- اقدار معروضی ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں اُن کا تنقیدی جائزہ لے کر عقل مندانہ انتخاب کرنا چاہیئے۔
- اِن کے نزدیک انسان کے عمل کی نیت وارادے کا درست ہونا اور اُس عمل کا اصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ہمیں اپنے اعمال کو مفید نتائج حاصل کرنے کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔
- عملیت سماج کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ چونکہ فرد کی زندگی سماج پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ اُن کے لئے بڑی اہم قدر ہے۔ سماج فرد کو مختلف میدانوں میں کارکردگی کے مواقع دے تاکہ وہ اپنی ذات کے علاوہ سماج کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہوں۔ سماجی زندگی میں جمہوریت کو ایک اعلیٰ قدر کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیئے (Check Your Progress)
1۔ فلسفہ عملیت میں تجرباتی طریقہ کی وضاحت کیجئے۔ ____ __________________________

12.2.3 فلسفہ عملیت اور تعلیم (Pragmatism and Education)

تعلیم سے متعلق کچھ اہم نکات نیچے دیئے جارہے ہیں:

1) **زندگی ہی تعلیم:** عملیت پسند سابقہ تعلیم کو مردہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ طالب علم کو تیار شدہ علم دیتی ہے (جس کے حصول میں طالب علم کا کوئی حصہ نہیں ہے)، جس سے طالب علم ایک غیر فعال حاصل کنندہ بن جاتا ہے۔ حقیقی علم صرف زندگی کی سرگرمیوں اور

تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے طالب علم کو زیادہ سے زیادہ سر گرمیاں مہیّا کی جانی چاہئے اُس کو تجربات کرنے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ جس کے نتائج سے وہ خود اپنی ذاتی اقدار طے کرے گا اور ایک خوش کن زندگی گذارے گا۔

2) **تعلیم اور ترقی:** عملیت سماج کے مسلسل تبدیل ہونے کے عمل کے ساتھ مطابقت رکھنے کیلئے تعلیم کو بھی اُسی طرح تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ سماجی تبدیلیوں کا ساتھ دے سکے۔ تب ہی تعلیم کی افادیت باقی رہے گی۔ اور یہ مسلسل تبدیلی کا عمل ترقی پر منتج ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ تعلیم طالب علم کے لئے ہے نہ کہ طالب علم تعلیم کے لئے وہ اس تصور کے خلاف ہیں کہ طالب علم کا ذہن خالی برتن ہے جس میں باہر سے کچھ علم اندر بھرا جاسکتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ طالب علم کی پیدائشی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور خواہشات کے مطابق تعلیم دی جائے۔ تاکہ وہ ذاتی طور پر ترقی کرے اور سماج کو بھی ترقی کے راستے پر چلائے۔

3) **تعلیم، تجربات کی مسلسل تعمیر نو:** اُن کے نزدیک تعلیم ایک ترقی پذیر عمل ہے۔ جو صرف کتابی علم سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ ان کے نزدیک علم پہلے سے طے شدہ اور مستقل نہیں ہوتا۔ علم حالات اور کوائف کے لحاظ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ ایک تجربہ اور اُس کے نتائج کی نئے تجربے کی بنیاد بنتے ہیں۔ اور یہ عمل جاری رہتا ہے۔ اس طرح نیا نیا علم تخلیق ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح علم کی ہر بار "تعمیر نو" (Reconstruction) ہوتی رہتی ہے۔

4) **تعلیم ایک سماجی عمل:** انسان ایک سماجی جاندار ہے۔ جو انسانوں سے کئی طرح کے رشتوں میں جڑا ہوا ہے۔ وہ کتابوں سے بہت زیادہ علم اپنے ذاتی تجربات سے حاصل کرتا ہے۔ اس لئے سماج کو بچّے کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے۔ اس سے اُس میں سماجی اخلاق پیدا ہوں گے۔ جان ڈیوی نے کہا کہ "تعلیم، سماجی زندگی کا تسلسل ہے"۔

5) **تعلیم حکومتی ذمہ داری:** جب تعلیم کو ہم نے سماجی ذمہ داری تسلیم کرلیا تو ظاہر ہے کہ سماج کسی نہ کسی حکومت کے تحت پروان چڑھتا ہے۔ اس لئے تعلیم حکومت کی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ ہر بچّے کیلئے تعلیم کا نظم کرنا حکومت کی ذمہّ داری ہے۔ اور یہ اُس بچے کا حق ہے۔ اس وقت ہم جمہوری طرز حکومت کے دور سے گذر رہے ہیں۔ جمہوریت کی بقا اور درست کام کرنے کیلئے ایک تعلیم یافتہ اور باشعور عوام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو صرف تعلیم ہی پورا کرسکتی ہے۔

6) **اسکول ایک خورد سماج:** اسکول ایک سادہ سماج ادارہ ہے۔ اسے ہم سماج کا آئینہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسکول کو ایک چھوٹا/خورد سماج بھی کہا جاتا ہے۔ سماج اسکول پر اور اسکول سماج پر اثر انداز ہوتے رہتی ہیں۔

فلسفہ عملیت اور مقاصد تعلیم:

ہم دیکھ چکے ہیں کہ عملیت پسند زندگی پہلے طے شدہ مقصد یا حقیقت کو نہیں مانتے۔ اِس کا اثر مقاصد تعلیم پر پڑتا ہے۔ جب کوئی حتمی حقیقت نہیں ہے۔ جب کوئی سچائی آخری سچائی نہیں ہے۔ تب تعلیم کے مقاصد کیسے پہلے سے طے شدہ اور متعین ہوں گے ؟۔ عملیت کہتی ہے کہ انسانی زندگی کے مقاصد زماں و مکاں اور حالات کے تحت بدلتے رہتے ہیں۔ اُن میں دوام نہیں ہے۔ اس بچوں کے لئے ایسے مقاصد تعلیم طے نہیں کئے جاسکتے جو ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں لاگو کئے جاسکیں۔ اس مختلف طلبا مختلف حالات اور مختلف زمانوں میں مقاصد تعلیم

مختلف ہوں گے۔ جان ڈیوی نے واضح طور پر کہا کہ ”تعلیم کا بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے۔ مقاصد انسانوں کے ہوسکتے ہیں اور بلاشبہ انسانوں کے مقاصد جدا، جدا ہوتے ہیں۔“

کہا گیا کہ تعلیم کا کوئی مقصد ہے تو ذیل کی طرح ہوسکتا ہے اس مقصد سے بہت سارے فوری مقاصد متعین سرگرمیوں کے لئے متعین مقاصد وغیرہ وجود میں آئینگے۔

”طالب علم کو زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کے قابل بنانا اور نت نئی اقدار تخلیق کرنا“

- **متحرک راہ نمائی اور رُخ:** عملیت پسند تعلیم کے ذریعے طالب علم کو ایسی متحرک راہ نمائی اور رُخ دینا چاہتے ہیں۔ جس کے ذریعے وہ اپنی انفرادی صلاحتیوں کے مطابق، اپنی دلچسپیوں کے مدِ نظر خوب ترقی کرے۔
- **بدلتی دنیا اور مسائل کا سامنا اور خوشحال زندگی:** عملیت پسند تبدیل ہوتی دنیا اور طالب علم کو پیش آنے والے چیلنجیس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ طالب علم ایک خوشحال اور آرام دہ زندگی گذار سکے۔
- **ذہنی تربیت و ترقی:** اوپر کے مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے طالب علم کو ایک متحرک اور لچکدار ذہنی تربیت و ترقی کی ضرورت ہوگی۔ جو تعلیم پوری کرے گی۔ وہ اُسے اپنے نامعلوم مستقبل کے لئے تیار کرے گی۔
- **تجربات اور اقدار کی تعمیر نو:** عملیت پسند صرف تبدیلی کو ہی تسلیم کرتے ہیں اُن کے نزدیک ہر تجربہ ایک نئے تجربے کی بنیاد بنتا ہے۔ اسی طرح سے اقدار بھی حالات اور فوائد کے لحاظ سے تخلیق کی جاتی ہیں۔ اس لئے طالب علم کو تجربات اور اقدار کی تعمیر نو کے لیے تیار کرنا، اُن کی تعلیم کا مقصد ہے۔
- **فلسفہٴ عملیت اور نصاب:** عملیت نے طالب علم کو مرکز توجہ قرار دے کر اور معلم کی حیثیت کو ثانوی بنا کر نصاب سے متعلق اپنا نظریہ صاف کر دیا۔ معلم کی جانب سے طالب علم کو کچھ (علم) دینے، یا طالب علم کے ذہن میں معلومات انڈیلنے کے عمل کو قطعی پسند نہیں کرتے۔ نصاب کے ضمن میں وہ درج ذیل اصول دیتے ہیں۔

1) **افادیت کا اصول:** اس اُصول کے تحت صرف و مضامین، سرگرمیاں اور تجربات نصاب میں شامل کئے جائیں جو طالب کی موجودہ اور مستقبل کی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے والے ہوں، اس لئے زبان، جسمانی محنت، جسمانی تربیت، جغرافیہ، تاریخ، سائنس، ذراعت اور لڑکیوں کے لئے ہوم سائنس، اس اصول کے تحت پیشہ وارانہ اور تکنیکی تعلیم کو بھی شامل کیا گیا۔ اس سب کا مقصد طالب علم کو زندگی کے تمام گوشوں میں ترقی سے ہمکنار کرنا ہے۔

2) **دلچسپی کا اصول:** نصاب میں وہ چیزیں شامل ہوں جن سے طالب علم کو فطری دلچسپی ہوتی ہے۔ جان ڈیوی نے ان دلچسپیوں کو چار اقسام میں بانٹا ہے۔ (۱) زباندانی، (۲) جستجو / تحقیق، (۳) تعمیر کرنا، (۴) تخلیقی اظہار، اس طرح نصاب میں پڑھنا، لکھنا، گننا، تجربات ،ڈرائنگ، وکرافٹ شامل ہوگا۔

3) **تجربے کا اصول:** اس کے تحت طالب علم کو سرگرمی، پیشہ وارانہ تربیت اور تجربات شامل نصاب ہوں گے۔ اس کو دوسری طرح سے کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نصاب میں رٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

4) **یکجہتی کا اصول:** اس اصول کے تحت تمام مضامین اور تمام سرگرمیوں کو یک جہت کیا جائے گا۔ عملیت پسند علم کو اکائی مانتے ہیں۔ جس کو ہم سخت حد بندیوں کے ساتھ تقسیم نہیں کرسکتے۔ کہ ایک مضمون کا دوسرے سے کوئی ربط ہو۔ طالب علم کی تعلیم میں تمام مضامین اور سرگرمیاں یک جہت ہونی چاہیے۔

عملیت اور طریقہ تعلیم:

- **سرگرمی:** عملیت طالب کو مرکز توجہ مانتا ہے۔ اس لئے طریقہ تعلیم طالب علم مرکوز ہوگا۔ کتاب اور معلم سے زیادہ طالب علم کی سرگرمیوں پر فوکس کرتے ہیں۔ اُن کے یہاں اکتساب سرگرمی اور حرکت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ معلم صرف طلبا کی سرگرمیوں کو رُخ دے۔
- **خود اکتسابی:** علم / معلومات انڈیلنے کے بجائے طالب علم کو زندگی کے حقائق معلوم کرنے / فطرت کو معلوم کرنے کے لئے اُس کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ خود سے اِن کو معلوم کرنے کی کوشش کرے۔
- **تنقیدی و تخلیقی سوچ:** عملیت چاہتی ہے کہ طالب علم معلومات کا بنک نہ بنے۔ کہ اُس میں کچھ جمع کیا جائے اور اُسے نکال لیا جائے۔ بلکہ وہ طالب علم میں سوال کرنے، تنقید کرنے والا ذہن اور تخلیقی افکار کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔
- **اکتساب بذریعہ عمل(Learning by Doing):** طالب علم کرکے سیکھے نہ کہ اُسے تیار علم دے دیا جائے۔ اس لئے پروجیکٹ میتھڈ جیسے طریقے استعمال ہوں۔
- **اکتساب بذریعہ زندگی (Learning by Living):** زندگی کے تجربات، زندگی کے مسائل اُن کی وجوہات اور اُن کے حل طالب علم خود معلوم کرے۔
- **عملیت اور ڈسپلن:** عملیت زبردستی لادے ہوئے نظم وضبط کے خلاف ہیں اس کے بجائے وسماجی نظم وضبط کے قائل ہیں۔ وہ طالب علم سے اُس کے انٹرسٹ، سرگرمی اور سماجی ذمہ داری کے تحت ڈسپلن کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کے لئے وہ کھیل کو کام کے ساتھ یک جہت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ سرگرمیوں کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں۔ دوسرے کے کاموں میں دخل درنا معقولات سے منع کرتے ہیں۔ وہ طالب علم میں مقصد کے لئے سنجیدگی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس طرح ڈسپلن قائم کرنا چاہتے ہیں۔
- **عملیت اور معلم:** عملیت پسندوں نے معلم کو ثانوی مقام دیا۔ مگر اس کے باوجود اُس کی اہمیت کم نہیں کی۔ وہ معلم کو ایک ذمہ دارانہ حیثیت دیتے ہیں۔ معلم کا کردار ایک دوست، راہ نما اور فلاسفر کا ہوگا جو طلبا کی راہ نمائی کرے گا۔ معلم ہر طالب کو انفرادیت سے واقفہ ہو۔ بدلتی دنیا سے کماحقہ واقفیت ہو۔ ایسی سرگرمی اور ماحول پیدا کرے جس میں طلبا / خود سے اکتساب کرسکیں۔ طلبا میں سماج کا اور سماجی ذمہ داریوں کا شعور پیدا کرے۔ طلبا کے انفرادی اختلافات کا احترام کرے۔ طلبا کو جمہوری طرز زندگی کا عادی بنائے۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)
1۔ فلسفہ عملیت کے نصاب پر نوٹ لکھیے۔ 2۔ فلسفہ عملیت کے طریقہ تدریس واضح کیجئے۔

12.3 فلسفۂ وجودیت(Existentialism)

12.3.1 وجودیت کا تعارف(Existentialism: Introduction)

مغربی مکاتب فکر میں آپ اب تک تصوریت، فطرتیت اور عملیت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اب فلسفۂ وجودیت کا مطالعہ پیش نظر ہے۔ عصر حاضر میں عملیت پسندی کے بعد فلسفۂ وجودیت نے انسانی سماج پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ ظاہر ہے تعلیم اور تعلیم بھی اس کے اثرات سے بچ نہیں پائے۔ اس لئے بحیثیت معلم ہمیں اِس فلسفہ کا علم حاصل کرنا ضروری قرار پاتا ہے۔ وجودیت کا ماننا ہے کہ انسان بحیثیت آزاد شخص کے جس طرح جینے کا حق رکھنا اُسی طرح وہ اپنی شخصیت کی تعمیر اور ترقی کے قابل اور اہل ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اِس کے ماننے والے روایتی فلسفوں سے نالاں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے ایک فلسفہ بھی نہیں کہتے۔ اس کے باوجود انسانی زندگی اور تعلیم کے عمل پر اس کے اثرات کا مطالعہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

فلسفوں کی تاریخ میں وجودیت سب سے جدید ہے۔ یہ سابقہ صدی یعنی بیسویں صدی میں پیدا ہوا۔ اور یہ اُس وقت سے مسلسل فروغ پذیر ہے۔ اس فلسفے کی ترویج اور اشاعت میں سورین گریکارڈ،(SorenKierkegard)کو اس بانی بھی کہا گیا۔ اس کے علاوہ ایڈمنڈ سیرل (Edmund Husserl)اور اُس کے شاگرد مارٹن ہیڈگر (Martin Heidegger) جین پال ساترے (Jean Pal Sarter)نے اہم رول نبھایا ہے۔

یہ فلسفۂ روایتی فلسفوں کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ اُنھوں نے تمام سابقہ فلسفوں کی جم کر مخالفت کی۔ حتٰی کے انھوں نے اپنے آپ کو فلسفہ کہنے سے بھی پرہیز کیا۔ گذشتہ صدی کے تقریباً وسط میں دو عالمی جنگوں نے انسانی جان ومال کا عدیم المثال نقصان کیا۔ اس کے اثرات پوری پر واقع ہوئے۔ اس کے بعد ایسا لٹریچر اور شاعری اور ڈرامے وجود میں آئے جس میں انسانی دُکھ، مصائب لاکھوں اموات، عالم گیر تباہی وبربادی، بے چینی، غصّہ جیسے عنوانات پر خامہ فرسائی کی گئی۔ ان ہنگامی اور غیر معمولی حالات نے انسانی ذہن اور ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ انسان مجبور ہوا کہ اپنی حیثیت اور دنیا کی حقیقت پر نئے انداز سے غور کرے۔ اور اِن حالات سے چھٹکارا پائے۔ انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے وہ نارمل حالات اِن بنیادی سوالوں پر شاید ہی توجہ کرتا ہے۔ عالم گیر جنگوں کے بعد کے حالات اُسے یہ موقعہ دیا کہ از سر نو ان بنیادی سوالوں پر غور کرے۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)
1۔ فلسفۂ وجودیت روایتی فلسفوں کے خلاف بغاوت ہے۔ واضح کرو۔ ____ __________________________

12.3.2 وجودیت کے بنیادی اصول(Basic Principles of Existentialism)

عزیز طلبا ہم اب تک سابقہ فلسفوں کے مطالعے میں ایک ترتیب سے مطالعہ کررہے تھے۔ مگر اس فلسفہ اس طرح مطالعہ نہیں ہوگا۔ اس کی وجہہ یہ ہے کہ وجودیت پسند اپنے کو فلسفہ نہیں کہتے۔ (اس حصّہ میں سابقہ شائع شدہ خود اکتسابی مواد سے مدد لی گی، حسب ضرورت حذف واضافے کئے گئے)

1۔ **فلسفہ بحران:** جیسا کہ بتایا جاچکا ہے وجودیت عالمی جنگوں کے بعد وجود میں آئی۔ اس لئے اسے کو فلسفہ بحران بھی کہتے ہیں۔ اِن کا ماننا ہے کہ انسان جب غیر معمولی اور بحرانی حالات سے گذرتا ہے۔ تو اُسے اپنی اصلیت جاننے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ اِس موقع سے اپنی زندگی کی حقیقتوں کو طے کرتا۔ (جسے ہم فلسفۂ زندگی کہتے ہیں)

2۔ **فلسفۂ زندگی کا نیا نقطہ نظر:** یہ فلسفے کو ایک نئے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ عام طور پر فلسفی زندگی کی، کائنات وغیرہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی وہ ''سچائی'' کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ وجودیت والے کہتے ہیں کہ ہمیں سچائی / حقیقت کی تلاش کرنا نہیں ہے بلکہ ہمیں سچائی / حقیقت کو وجود میں لانا ہے۔ زندگی کوئی سوال نہیں جس کا جواب ہمیں معلوم کرنا ہے بلکہ ہمیں زندگی کے تجربوں سے اُس حقیقت کو وجود میں لانا ہے حقیقت کا نظریاتی علم نہیں بلکہ ''موجود'' حقیقت کو معلوم کرنا ہے۔

3۔ **انسان کی حیثیت:** وجودیت کے ماننے والے انسان کو کائنات کا مرکز مانتے ہیں۔ اُس کے برابر کوئی شئے نہیں ہے۔ انسان سب سے بڑی خوبی اُس کی آزادی ہے۔ سماج، دنیا انسان کے لئے ہے۔ انسان اُن کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے کوئی سماج یا نظام انسانی آزادی میں روکاوٹ ڈالتا ہے تو وہ غیر منصفانہ ہوگا۔

- وہ انسان اور دنیا کے درمیان کے رشتوں کو فیصلہ کن مانتے ہیں۔
- وہ انسان کو ایک پیچیدہ ہستی سمجھتے ہیں۔ وجہہ یہ ہے کہ انسان وہی نہیں ہوتا جو وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔ بلکہ انسان وہ بھی ہے جو وہ اپنے آپ کو بنانا چاہتا ہے۔ حقیقتاً انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے آپ کو بناتا ہے۔ یعنی وجود میں لاتا ہے۔
- انسان کے بارے میں وہ کسی خالق (پیدا کرنے والے) کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ انسان کے آزادانہ وجود کے قائل ہیں۔ اور وہ اپنے وجود کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ انسانی فطرت کا فہم اُن کی نظر میں ممکن نہیں ہے۔ بالخصوص انسانی فہم کا آفاقی

نظریہ، خدا کی ذات کے منکر ہیں۔ انسان کی آزادی یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال میں اور انتخاب میں پوری طرح آزاد ہے۔ اس لئے اُسے اپنی اس انتخابی آزادی کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔

4۔ **ایک بنیادی مسئلہ جوہر اصلی، پہلے یا وجود پہلے:** وجودیت میں یہ مسئلہ بڑا اہم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "وجود پہلے ہے اور جوہر اصلی یعنی روح بعد میں" یہ روایتی فلسفوں کے خلاف ہے جین پال سارترے کہتا ہے کہ انسان پہلے وجود میں آتا ہے۔ پھر منظر نامے پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے آپ کو جانتا ہے۔

5۔ **وجود کی حقیقت:** انسان کا وجود اُس کی پیدائش سے لے کر موت کے درمیان کا عرصہ ہے پیدائش سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ اور مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا۔ اس عرصے کے دوران ہم سماجی زندگی گذارتے ہیں۔ اتفاقی حالات سے نبرد آما ہوتے ہیں۔ انسان اپنی زندگی میں خوف دہشت، بحرانی اور غیر یقینی حالات سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ آخر کار موت اُسے اِن سب سے نجات دلاتی ہے۔

6۔ **دنیا کی حقیقت:** موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس وجہ سے انسان کے مستقبل کی دنیا کے امکانات محدود ہو جاتے ہیں۔ مستقبل محدود ہے، اور متعین ہے۔ یہ بات انسان کو معلوم ہے۔ یہی دنیا کی حقیقت ہے۔ انسانی وجود مختصر ہے۔ کسی بھی وقت ختم ہو سکتا ہے اِس حقیقت کی وجہ سے انسان ایک ہیجان انگریز اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت اُس میں خوف و دہشت پیدا کرتی ہے۔ اس لئے وجودیت کے حاملین "انسان کن حالات میں جی رہا ہے" اِس کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

7۔ **اقدار:** فلسفۂ وجودیت آفاقی قدروں کا قائل نہیں ہے۔ چونکہ کو وہ حقیقت کو ظہور پذیر مانتے ہیں۔ لہٰذا کوئی حقیقت آخری حقیقت نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے قدریں بھی مستقل نہیں ہیں۔ وہ بھی بنتی اور ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ وہ انسان کو خود مختار مانتے ہیں۔ اس لئے وہ انسان کو اتنا باصلاحیت مانتے ہیں کہ وہ خود اپنی قدریں بنائے۔ اپنی آزادی کا استعمال کرتے ہوئے خود کا طرز زندگی اختیار کرے۔ اور ایک خوش گوار زندگی گذارے۔

8۔ **اضطراب انگیز ہیجان:** فلسفۂ وجودیت کی ایک بڑی مخصوص اصطلاح ہے۔ اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ صرف غیر یقینی حالات اور غیر یقینی نتائج تک محدود نہیں ہے اس میں اور بہت کچھ شامل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی ذات کی تکمیل کے مراحل سے گذرتا رہتا ہے۔ اس عمل میں اُسے ناگہانی حالات پیش آتے ہیں۔ یہ حالات اُس کے وجود کے لئے خطرہ بھی بن سکتے ہیں۔ وہ ایسا وجود چاہتے ہیں جو تمام اقدار، معیار اور ذاتی معانی سے خالی ہو۔ گویا انسان اپنے آپ کو مکمل تنہا کرے۔ تمام چیزوں، واقعات اور افراد سے فرار حاصل کرے۔ تاکہ اُس کے مکمل آزاد وجود کو قائم کیا جا سکے۔ عملاً ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ انسان بے شمار دنیاوی بندستوں میں بندھا ہوا ہے۔ اور اِس پر وہ کوئی کنٹرول نہیں رکھتا ہے۔ اُسے اَن گنت دشمنوں کا سابقہ ہوتا ہے۔ یہ عملی حالات، انسان کے اپنے وجود کے مالک ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بعد انسان اِن دُکھوں اور غموں سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس عمل میں وہ مجبور ہو کر سماجی رواجوں اور رسومات کے طے شدہ طریقوں میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔

9۔ **انسان کا انجام:** اس ضمن میں فلسفۂ وجودیت موت انسان کے فنا ہونے کو کہتا ہے۔

- موت سے گذر کر انسان فنا ہو جاتا ہے۔ انسان اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے۔ انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار، دوست واحباب کی آخری رسومات میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر ایسے میں ہم اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔ ہم عام طور پر موت سے خوف کرتے ہیں۔ جب کہ موت ایک ہوی شدنی ہے۔ اس لئے ہر انسان موت کو بالکل ذاتی انداز میں لے۔
- انسان اپنی موت کو ایک ناگہانی حقیقت ہے۔ چونکہ انسان ایک ''وجود'' ہے۔ اور وجود کے ثبوت کے لئے اُس کی فنا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے ''وجود'' کو منوانے کے لئے موت کی ضرورت ہے۔ موت ہمارے وجود کا ایک مرکزی حصّہ ہے۔ زندگی اور موت ایک سکےّ کے دورُخ ہے۔ جن کو الگ نہیں کہا جاسکتا۔
- فلسفہٗ وجودیت 'موت' کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ ہماری زندگی یعنی ہمارے وجود کا ہر گذرتا دِن ہمیں موت سے قریب سے قریب تر کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہیں تو ہم مرنے کے لئے زندہ رہتے ہیں۔ انسان کو اپنی موت کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔ موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہوتا۔ موت کبھی بھی آسکتی ہے۔ موت انسانی وجود پر چھائی ہوئی حقیقت ہے۔ انسان جس طرح کی بھی زندگی گذارے عیش وآرام میں یا تکلیف میں ہر حال میں اُسے موت اُسے فنا کے گھات اُتارتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ وجودیت کو فلسفہ بحران کیوں کہتے ہیں؟ 2۔ وجودیت کے اہم اصول کونسے ہیں؟

12.3.3 فلسفہٗ وجودیت اور تعلیم (Existentialism and Education)

چونکہ یہ اپنے آپ کو روایتی معنٰی میں فلسفہ نہیں کہتے۔ اِس لئے وجودیت کا فلسفہٗ تعلیم بھی راست طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ ہمیں اُس کے نظریات کا مطالعہ کرکے اُس کے تعلیمی نظریات معلوم کرنے ہیں۔

انھوں نے تعلیم کی کوئی متعین تعریف نہیں کی۔ اِن کے نظریات کے مطالعے سے ہم جوابات اخذ کرسکتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہوگی۔ تعلیم یعنی انسان کا اپنے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو معلوم کرنا ہے ''تعلیم انسان کو اتفاقات، حادثات اور ناگہانی حالات جو انسانوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اُن سے اچھی طرح سے نبرد آزما ہونا سکھاتی ہے۔

- **وجودیت اور مقاصد تعلیم:**

اس فلسفے کا انسان کی انفرادیت مرکزی عنوان ہے۔ اس لئے خود شناسی تعلیم کا ایک اہم مقصد ہے۔ تعلیم انسان کے اپنے وجود (زندگی) پر غور وفکر کرنے میں مدد گار ہو۔ زندگی کے معانی جاننے کے لئے انسان کو ماضی سے سبق حاصل کرنا ہے۔ حال میں زندگی جینا ہے

اور مستقبل کو روشن کرنا ہے۔ اس لئے طالب علم اپنی زندگی کی حقیقت خود معلوم کرے۔ اگر وہ مستقبل کے امکانات کو منتخب کرنے میں ناکام ہو جائے وہ مایوسی اور اضطراب کا شکار ہو گا اور اپنے "وجود" زندگی کی افادیت کھو دے گا۔

- فلسفہ وجودیت کے مقاصد تعلیم میں طالب علم کے اندر جرأت پیدا کرنا ہے۔
- ایک مقصد طالبعلم کو انتخاب کی آزادی کے استعمال کو درست طریقے سے استعمال کرنے کی تربیت دیتا ہے۔
- طالب علم کو دنیا کے حوادث اور شدائد و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا۔
- طالب علم کے اندر اپنی آزادانہ حیثیت کا شعور بیدار کرنا۔
- طالب علم کو اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کرنے کے قابل بنانا۔
- طالب علم کو موت کے ہنسی خوشی استعمال کرنے کے لئے تیار کرنا۔
- وجودیت تعلیم برائے حصولِ مسرت کو رڈ کرتے ہے۔

وجودیت اور طریقہ تعلیم:

- چونکہ وجودیت انفرادیت کا پُر زور حامی ہے۔ اس لئے وہ اسکول میں اجتماعی طور پر طلبا کی تعلیم کے بجائے گھر پر انفرادی تعلیم کو پسند کرتے ہیں۔
- طالب پر معلم کی انفرادی توجہ کو ضرورت قرار دیتے ہیں۔
- استقرائی طریقہ تعلیم کو اپناتے ہیں۔
- سوال وجواب کا طریقہ قدرے اصلاح کے ساتھ استعمال کرواتے ہیں۔
- معلم طلبا کو آزادانہ غور وفکر کرنے دے۔ اُن پر اپنے خیالات کو زبردستی نہ لادے۔
- طلبا میں روایت سے ہٹ کر تخلیقی طریقے کو اپنانے کے لئے ماحول فراہم کرے۔

وجودیت اور نصابِ تعلیم:

- ایک آزاد نصاب تعلیم کو فروغ دیتے ہیں۔ جو انسان کو جہالت سے نکال سکے۔
- تمام طلبا کے لئے یکساں نصاب کی نفی کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ طالب علم اپنی دلچسپی اور ضرورت کے تحت خود نصاب منتخب کرے۔
- زندگی کی حقیقت جاننے کیلئے وہ زبان، سماجی علوم، عمرانی علوم، اور ریاضی کے مطالعے کو شامل نصاب کرتے ہیں۔ سائنسی علوم کا مطالعہ بھی ضروری سمجھتے ہیں۔
- وہ علوم جو انسان کو خود شناسی میں مددگار ہوں۔

وجودیت اور ڈسپلن:

- وجودیت طلبا کی آزادی پر زور دیتا ہے۔ اس لئے وہ خود انضباط کے قائل ہیں۔

- وہ طلبا سے اپنے عمل اور اُس کے نتائج کی ذمہ داری قبول کراتے ہیں۔ یعنی طالب علم اپنے سابقہ تجربات اور نتائج کی روشنی میں خود ڈسپلن میں آئے
- بیرونی طور پر اصول وضوابط کو طلبا پر ٹھونسنے کے خلاف ہیں۔

وجودیت اور معلم:

- معلم خود اپنے وجود سے واقف ہو۔ اور اُس کی اپنی ذاتی اقدار ہوں۔
- معلم ذاتی خیالات، عقائد اور اقدار کو طلبا پر زبردستی لاگو نہ کرے۔
- معلم طلبا کو زندگی کا اور کائنات کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ کرنے کے تیار کرے۔
- معلم طلبا کی آزادی کا مکمل احترام کرے۔
- طالب علم کی انفرادیت کو سمجھے۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ فلسفۂ وجودیت کے تعلیمی نظریات پیش کیجئے۔

12.4 خلاصہ (Summary)

فلسفہ عملیت نے دنیا کو بڑے پیمانے پر متاثر کیا۔ اس کا پورا زور تجربے اور اُس کے نتائج پر ہے۔ یہ کسی ایک آخری سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ تجربے سے ثابت شدہ حقائق کو ہی علم مانتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں صرف تبدیلی ہی منتقل ہے۔ ان کے یہاں اقدار وقت ضرورت طے پاتے ہیں۔ کوئی آفاقی اقدار نہیں ہوتی۔ یہ جمہوری طرز زندگی کے قائل ہیں۔ طالب علم کو تعلیمی نظام میں مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ تعلیم کو تجربات کو مسلسل تعمیر نو سے تعبیر کرتے ہیں۔ تعلیم اُن کے لئے ایک سماجی ذمہ داری ہے۔ اس لئے حکومت کی بھی ذمہ داری قرار پائی۔ تعلیم کے متعین مقاصد کو نہیں مانتے۔

وجودیت نے عملیت کے بعد دنیا کے حالات پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اس کو فلسفۂ بحران بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی تعمیر میں عالمی جنگوں کا پس منظر بہت واضح ہے۔ یہ روایتی فلسفوں سے بغاوت ہے۔ اسی لئے اپنے آپ کو فلسفہ بھی نہیں کہلواتے۔ موت کو فنا سمجھتے ہیں۔ موت کے بعد زندگی کے قائل نہیں ہیں۔ خدا کے وجود کے مخالف ہیں۔ وجود کی تلاش ہی مقصد ہے۔ موت ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ اس لئے موت کو اہمیت دیتے ہیں۔

12.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ:

- فلسفۂ عملیت کی وضاحت کرسکتے ہیں۔
- فلسفۂ عملیت کے اصولوں کی تفہیم کراسکتے ہیں۔
- فلسفۂ وجودیت کے انسانی زندگی پر اثرات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔
- فلسفۂ عملیت کے تعلیمی نظام پر اثرات کا احاطہ کرسکتے ہیں۔
- فلسفۂ وجودیت کو سمجھا سکتے ہیں۔
- وجودیت کے انسانی زندگی پر اثرات بیان کرسکتے ہیں۔
- وجودیت کے تعلیم پر اثرات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

12.6 فرہنگ (Glossary)

- فلسفہ عملیت (Pragmatism): وہ فلسفۂ جو خدا کے وجود کا منکر ہے۔ اور تجربے پر زور دیتا ہے۔ مذہب اور روحانیت کا مخالف ہے۔
- فلسفہ وجودیت (Existentialism): وفلسفۂ جو 'وجود' دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ مانتا ہے۔
- تجربات کی تعمیر نو: کسی ایک تجربے کے نتائج سے مزید نئے تجربات کی راہ ہموار ہونا اور اس چکر کا جاری رہنا۔
- اکتساب بذریعہ عمل (Learning By doing): تیار علم حاصل نہ کریں۔ بلکہ خود عمل کر کے سیکھیں۔
- اکتساب بذریعہ زندگی (Learning by life): زندگی کے تجربات سے سبق / علم حاصل کرنا۔

12.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1) عملیت کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی کہتے ہیں۔

a) تجربیت　　b) فطرتیت　　c) اصولیت

2) عملیت میں سچائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

a) آفاقی　　b) قابل تبدیل　　c) معتدل

3) عملیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا۔

a)اخلاق b)کردار c)**حقیقتِ کبریٰ**

4) رو کاوٹیں ہمیں ناپسند ہونے کے باوجود ہمیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پر اکساتی ہیں۔

a)خودکشی b)نئے انداز سے سوچنے c)تقدیر

5) عملیت میں تعلیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

a)تجربات کی تعمیر نو b)عام c)منت

6) فلسفہ ٔوجودیت کو فلسفہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھی کہتے ہیں۔

a)بحران b)عمل c)مسائل

7) وجودیت سچائی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں لانے کا نام ہے۔

a)معلوم b)سمجھنے c)وجود

8) انسان کا وجود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وقفہ ہے۔

a)زندگی سے موت کے درمیان کا b)پیدائش سے مابعد موت c)نامعلوم

9) وجودیت میں انسان کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرکزی عنوان ہے۔

a)انسانیت b)آفاقیت c)انفرادیت

10) وجودیت تمام طلبا کیلئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نصاب کی نفی کرتا ہے۔

a)یکساں b)علیحدہ c)معیاری

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1) عملیت میں علم کی کسوٹی کیا ہے؟

2) عملیت میں دنیا کی تعمیر کسی ایک اصول سے کیوں نہیں کی جاسکتی؟

3) تجربہ کامیاب ہو تو ہمیں کیا حاصل ہوتا ہے؟

4) عملیت کے تصوّر اخلاق پر نوٹ لکھیے۔

5) عملیت کا مقصد تعلیم کے بارے میں کیا خیال ہے۔

6) عملیت اور معلم پر نوٹ لکھیے۔

7) وجودیت کن حالات میں ارتقا پذیر ہوا؟

8) وجودیت روایتی فلسفوں کے خلاف بغاوت کیوں ہے؟

9) وجودیت کے مقاصد تعلیم کیا ہیں؟

10) وجودیت کے طریقۂ تعلیم پر روشنی ڈالئے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1) فلسفۂ عملیت کا مفصّل تعارف کرائیے۔

2) فلسفۂ وجودیت کا تاریخی جائزہ پیش کیجئے۔ اور اُس کے اصول واضح کیجئے۔

3) فلسفۂ عملیت کے نظریۂ کی وضاحت کیجئے۔

4) فلسفۂ وجودیت کے نظریۂ علم کی وضاحت کیجئے۔

5) فلسفۂ عملیت نے ہمارے تعلیمی نظام کو کسی طرح متاثر کیا؟

6) فلسفۂ وجودیت کے نظامِ تعلیم پر کیا اثرات واقع ہوئے۔

معروضی سوالات کے جوابات

1) a 2) b 3) c 4) b 5) a 6) a 7) c 8) a 9) c 10) a

12.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Materials)

- خود اکتسابی مواد، تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 2018، حیدرآباد
- محمد شریف خاں، فلسفۂ تعلیم 2017، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- Y.K. Singh, Philosophical foundation of education, 2013, APH publishing corporation. New Delhi

اکائی 13۔ اقدار اور اقدار کے بحران کا تصور اور درجہ بندی

(Concept and classification of values and value Crisis)*

اکائی کے اجزاء

13.0 تمہید(Introduction)

13.1 مقاصد(Objectives)

13.2 اقدار کا تصور اور درجہ بندی(Concept and Classification of Values)

13.2.1 اقدار کی تعریف اور نوعیت(Definitions and nature of Values)

13.2.2 اقدار کی اقسام(Types of Values)

13.2.3 اقدار کا بحران(Value Crises)

13.2.4 اقدار کے بحران سے نمٹنا(Dealing with the value crisis)

13.2.4.1 اقدار کے بحران کو کم کرنے میں تعلیم اور اساتذہ کا کردار
(The role of education and teachers in mitigating the crisis of values)

13.3 تعلیم میں اقدار کی اہمیت(Importance of Values in Education)

13.3.1 اقدار پر مبنی تدریسی انداز(Value Based Teaching Styles)

13.3.2 کلاس روم میں اقدار کی منتقلی(Values Transmission in the Classroom)

13.4 اقدار-مرکزی نصاب اور تدریسیات(Values-Centric Curriculum and Pedagogy)

13.4.1 قدر پر مبنی تدریسیات(Value-Centric Pedagogies)

13.5 خلاصہ(Summary)

13.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

13.7 فرہنگ(Glossary)

13.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

* Dr. Shaikh Wasim, Associate Professor, Center for Distance and Online Education, MANUU

13.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Reading Resources)

13.0 تمہید (Introduction)

تعلیم کا مطلب صرف علم اور ہنر نہیں ہے۔اس میں اخلاقی اور سماجی اقدار کی آبیاری بھی شامل ہے جو ذمہ دار شہریت اور معاشرے میں فعال شرکت کے لیے ضروری ہیں۔کیونکہ اقدار افراد کے رویوں،عقائد اور طرز عمل کو ڈھالنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اقدار تعلیم اور سیکھنے میں رہنما اصولوں کے طور پر بھی کام کرتے ہیں اور فیصلہ سازی،رویے،اور تعلیمی ماحول میں تعلقات کو متاثر کرتے ہیں۔اقدار نہ صرف طلباء کی تعلیمی کامیابیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ان کی ذاتی ترقی اور سماجی ترقی میں بھی حصہ ڈالتے ہیں۔

حالیہ دنوں میں،اقدار کے بحران کے بارے میں تشویش بڑھ رہی ہے،جس کی خصوصیت روایتی اخلاقی اقدار میں گراوٹ اور معاشرتی چیلنجوں جیسے سماجی بدامنی،اخلاقی زوال عدم برداشت اور سماجی ناانصافی میں اضافہ ہے۔یہ رجحان اساتذہ کے لیے اہم چیلنجز کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنے،مثبت اقدار کو فروغ دینے،اور آج کی تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں طالب علموں کو درپیش پیچیدہ اخلاقی شکوک وشبہات کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس اکائی کا مقصد اقدار کے تصور اور درجہ بندی کی گہرائی میں جانا،مختلف اقسام کی اقدار اور تعلیم پر ان کے مضمرات کو تلاش کرنا ہے۔یہ اکائی تعلیمی فلسفوں اور نصاب کے ڈھانچے کی تشکیل میں اقدار کے کردار کا بھی جائزہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔مزید برآں، یہ اکائی تعلیمی طریقوں پر اقدار کے بحران کے اثرات کا تجزیہ کرے گی اور کمرہ جماعت میں اقدار سے متعلق چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی بھی تجویز کرے گی۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مختلف اقسام کی اقدار کی وضاحت اور درجہ بندی کر سکیں۔
- تعلیم میں اقدار کی اہمیت اور افراد کے کردار اور رویے پر ان کے اثرات کی وضاحت کر سکیں۔
- اقدار کے بحرانوں کی شناخت اور تجزیہ کریں،بشمول ان کے تصور، خصوصیات، وجوہات، اور نتائج۔
- انفرادی اور سماجی دونوں سطحوں پر اقدار کے بحرانوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملیوں کا جائزہ لے سکیں۔
- اقدار کے بحران کو کم کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں تعلیم اور اساتذہ کے اہم کردار کو تسلیم کریں۔
- اقدار سے متعلق مسائل اور مخمصوں کو نیویگیٹ کرنے کے لیے اخلاقی استدلال کی مہارتوں کا اطلاق کریں۔

- فیصلہ سازی پر ان کے اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے ذاتی اقدار، عقائد اور رویوں پر غور کریں۔
- تعمیری مکالمے میں مشغول ہوں اور متنوع نقطہ نظر سے ہمدردی اور رواداری کا مظاہرہ کریں۔
- اخلاقی رویے، سماجی ذمہ داری، اور ذاتی اور پیشہ ورانہ سیاق وسباق میں مشترکہ بھلائی کے لیے وابستگی کا مظاہرہ کریں۔

13.2 اقدار کا تصور اور درجہ بندی (Concept and Classification of Values)

13.2.1 اقدار کی تعریف اور نوعیت (Definitions and nature of Values)

قدر انگریزی لفظ قدر (value) کا اردو ترجمہ ہے۔ اصطلاح "value" لاطینی لفظ "valere" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "مضبوط ہونا، قابل ہونا،" مالی وجوہات سے ہٹ کر، "اقدار" ان اصولوں، معیارات، یا عقائد کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جو افراد، گروہوں، یا معاشروں کو عزیز ہیں، جن میں اخلاقی، ثقافتی، یا فلسفیانہ عقائد شامل ہیں۔ اس طرح، "قدر" کا تصور قدر اور اہمیت کے ٹھوس اور غیر محسوس دونوں اندازوں کو مجسم کرتا ہے۔

اقدار وہ خیالات، عقائد، یا اہداف ہیں جنہیں افراد یا ثقافتیں اہم اور مطلوبہ سمجھتی ہیں۔ وہ رہنما اصولوں کے طور پر کام کرتے ہیں جو طرز عمل، رویوں اور فیصلوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ اقدار، بشمول ذاتی اور سماجی دونوں نقطہ نظر، متنوع ہیں۔ اندرونی اقدار ایک فرد کے اندرونی نظریات اور اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں، جب کہ خارجی اقدار ثقافت، مذہب اور سماجی معیارات جیسے بیرونی عناصر سے متاثر ہوتی ہیں۔ وہ اکثر گہرائی سے جڑے ہوتے ہیں، جو لوگوں کے اچھے اور غلط کے تصورات کے ساتھ ساتھ ان کی ترجیحات اور زندگی کے مقاصد کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

13.2.2 اقدار کی اقسام (Types of Values)

ذاتی اقدار (Personal Values):

یہ وہ اقدار ہیں جو افراد کے لیے منفرد ہیں اور ان کے ذاتی عقائد اور ترجیحات کی عکاسی کرتی ہیں۔ ذاتی اقدار ہر شخص میں مختلف ہوتی ہیں اور ان میں ایمانداری، دیانتداری، وفاداری اور ہمدردی جیسے اصول شامل ہو سکتے ہیں۔

تعلیمی تناظر میں، ذاتی اقدار کو فروغ دینے میں طلباء کو اپنے عقائد اور ترجیحات پر غور کرنے کی ترغیب دینا، اور خود آگاہی اور اخلاقی سالمیت کا مضبوط احساس پیدا کرنے کے لیے ان کی رہنمائی کرنا شامل ہے۔ اساتذہ مباحثوں، سرگرمیوں، اور عکاس مشقوں کو یکجا کر سکتے ہیں جو طلباء کو اپنی اقدار کی نشاندہی کرنے اور یہ دریافت کرنے پر اکساتے ہیں کہ یہ اقدار ان کے رویوں، طرز عمل اور فیصلہ سازی کے عمل کو کیسے متاثر کرتی ہیں۔ ذاتی اقدار کو پروان چڑھانے سے، معلمین طلباء میں خود نظم وضبط، لچک اور اخلاقی طرز عمل کو فروغ دے سکتے ہیں۔

اخلاقی اقدار (Moral Values):

اخلاقی اقدار صحیح اور غلط کے اصول ہیں جو طرز عمل اور فیصلہ سازی کو کنٹرول کرتی ہیں۔ ان میں اخلاقی معیارات اور اصول شامل ہیں جیسے ایمانداری، انصاف، انصاف اور دوسروں کا احترام۔ تعلیمی تناظر میں، اخلاقی اقدار طلباء میں اخلاقی طرز عمل اور ذمہ دارانہ شہریت کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہیں۔

اخلاقی اقدار طلباء میں اخلاقی رویے اور کردار کی تشکیل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اساتذہ اخلاقی تعلیم کے پروگراموں، کردار کی تعلیم کے اقدامات، اور اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کے ذریعے اخلاقی اقدار کو نصاب میں ضم کرسکتے ہیں۔ اساتذہ مباحثے، کردار ادا کرنے کی سرگرمیوں، اور حقیقی زندگی کے منظرناموں کی سہولت فراہم کرسکتے ہیں جو طلباء کو اخلاقی مخمصوں پر غور کرنے، اخلاقی فیصلے کرنے، اور دوسروں کے لیے ہمدردی اور احترام کا مظاہرہ کرنے پر اکساتے ہیں۔ تدریسی طریقوں میں اخلاقی اقدار کو شامل کرکے، اساتذہ کلاس روم میں دیانتداری، ہمدردی اور سماجی ذمہ داری کی ثقافت کو فروغ دے سکتے ہیں۔

سماجی اقدار(Social Values):

سماجی اقدار وہ اصول اور عقائد ہیں جو معاشرے کے اندر سماجی رویے اور تعاملات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان میں تعاون، ٹیم ورک، رواداری اور ہمدردی جیسے اصول شامل ہیں۔ تعلیم میں، سماجی اقدار طلباء کے درمیان کمیونٹی، شمولیت اور تنوع کے احترام کے احساس کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

سماجی اقدار مثبت تعلقات کو فروغ دینے، سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے، اور جامع تعلیمی ماحول پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اساتذہ باہمی سیکھنے کی سرگرمیوں، گروپ پراجیکٹس، اور ہم مرتبہ کے ساتھ تعاملات کی سہولت فراہم کرکے سماجی اقدار کو کلاس روم میں ضم کرسکتے ہیں جو طلباء کو مل کر کام کرنے، مؤثر طریقے سے بات چیت کرنے اور متنوع نقطہ نظر کا احترام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اساتذہ سماجی مسائل پر بھی توجہ دے سکتے ہیں، ہمدردی کو فروغ دے سکتے ہیں، اور بات چیت، کمیونٹی سروس پروجیکٹس، اور تجرباتی سیکھنے کے مواقع کے ذریعے سماجی انصاف کے مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرسکتے ہیں۔ سماجی اقدار کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو ذمہ دار شہری اور معاشرے میں مثبت تبدیلی کے ایجنٹ بننے کے لیے بااختیار بناسکتے ہیں۔

ثقافتی اقدار(Cultural Values):

ثقافتی گروہ یا تہذیب کے ارکان کے درمیان مشترکہ خیالات، عادات اور روایات کو ثقافتی اقدار کہا جاتا ہے۔ ثقافتی اقدار میں بزرگوں کا احترام، مہمان نوازی، خاندان سے وفاداری، اور رسم و رواج کا احترام جیسی چیزیں شامل ہیں۔ ثقافتی اقدار طلباء کو ان کی ثقافتی حساسیت، بیداری اور تنوع کی تعریف کرنے میں مدد کرکے تعلیم میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

ثقافتی اقدار کو فروغ دینا بچوں کو زیادہ حساس، قدردان، اور دوسری ثقافتوں سے آگاہ کرنے میں مدد کرنے کے لیے ضروری ہے۔ متنوع نقطہ نظر، کثیر الثقافتی ادب، اور ثقافتی لحاظ سے مناسب وسائل کو شامل کرکے جو دوسرے ثقافتی گروہوں کے تجربات اور عقائد کی نمائندگی کرتے ہیں، اساتذہ ثقافتی اقدار کو نصاب میں شامل کرسکتے ہیں۔ اساتذہ ثقافتی تبادلے کے پروگراموں، ورثے کے مہینوں، اور کثیر

الثقافتی تہواروں کا اہتمام کر کے طلباء کے لیے مختلف قسم کی تعریف کرنے کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں۔ اساتذہ ایک جامع تعلیمی ماحول تشکیل دے سکتے ہیں جو ثقافتی اقدار کو فروغ دے کر ہر طالب علم کی ثقافتی شناخت اور پس منظر کی قدر کرتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے۔

روحانی اقدار(Spiritual Values):

روحانی اقدار وہ اصول ہیں جو کسی کے روحانی یا مذہبی عقائد اور طریقوں سے متعلق ہیں۔ ان میں ایمان، عاجزی، ہمدردی اور اندرونی سکون جیسی خوبیاں شامل ہیں۔ تعلیم میں، روحانی اقدار اندرونی ہم آہنگی اور اخلاقی بنیاد کے احساس کو فروغ دے کر طلباء کی مجموعی ترقی اور فلاح و بہبود میں حصہ ڈال سکتی ہیں۔

روحانی اقدار طلباء کی مجموعی نشوونما، اندرونی ہم آہنگی کو فروغ دینے، اور زندگی میں مقصد اور معنی کے احساس کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہیں۔ معلمین ذہن سازی کے طریقوں، مراقبہ کی مشقوں، اور عکاس سرگرمیوں کے ذریعے کلاس روم میں روحانی اقدار کو ضم کر سکتے ہیں جو طلباء کو اپنے باطن سے جڑنے، وجودی سوالات کو دریافت کرنے، اور اندرونی سکون اور بہبود کا احساس پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اساتذہ ادب، فن اور فلسفیانہ مباحث کے ذریعے نصاب میں شکر گزاری اور ہمدردی کے موضوعات کو بھی شامل کر سکتے ہیں جو طلباء کو اپنی اقدار، عقائد اور زندگی کے اہداف پر غور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ روحانی اقدار کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کی جذباتی اور روحانی نشوونما میں مدد کر سکتے ہیں، ان کی مجموعی فلاح و بہبود اور لچک کو بڑھا سکتے ہیں۔

لیوس(Lewis)کی اقدار کی درجہ بندی:

لیوس کی اقدار کی درجہ بندی اس طرح ہے۔

a) **اندرونی اقدار**(Intrinsic Values)**:** وہ اقدار جو فطری طور پر ان کی اپنی خاطر مطلوب ہیں، جیسے محبت، خوشی، اور اندرونی سکون۔

b) **خارجی اقدار**(Extrinsic Values)**:** وہ اقدار جو ان کے پیدا کردہ نتائج یا ان کے پیش کردہ انعامات کے لیے مطلوبہ ہیں، جیسے دولت، شہرت اور طاقت۔

c) **موروثی اقدار**(Inherent Values): وہ اقدار جو بعض اشیاء یا ہستیوں کے لیے موروثی ہیں، جیسے کہ خوبصورتی، سچائی اور حکمت۔

d) **وساءیلی اقدار**(Instrumental Values)**: وہ** اقدار جو دوسرے اہداف یا مقاصد کو حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، جیسے ایمانداری، دیانتداری، اور استقامت۔

اسپرینجر(Spranger)کی اقدار کی درجہ بندی:

اسپرینجر کی اقدار کی درجہ بندی اس طرح ہے۔

- نظریاتی اقدار(Theoretical Values): علم، سچائی، اور فکری تجسس کے حصول سے متعلق اقدار۔
- اقتصادی اقدار(Economic Values): مادی دولت، خوشحالی، اور مالی کامیابی سے متعلق اقدار۔

- جمالیاتی اقدار(Aesthetic Values): خوبصورتی، ہم آہنگی، اور فنکارانہ اظہار سے متعلق اقدار۔
- سماجی اقدار(Social Values): باہمی تعلقات، تعاون، اور سماجی ہم آہنگی سے متعلق اقدار۔
- سیاسی اقدار(Political Values): گورننس، انصاف اور جمہوریت سے متعلق اقدار۔
- مذہبی اقدار(Religious Values): روحانیت، ایمان، اور الٰہی اصولوں سے متعلق اقدار۔
- اقدار کی سماجی درجہ بندی(Sociological Classification of Values)

سماجی درجہ بندی کے مطابق اقدار۔ اقدار کی سماجی درجہ بندی اس طرح ظاہر ہوتی ہے:

مثبت اقدار(Positive Values): وہ اقدار جنہیں مطلوبہ اور فائدہ مند سمجھا جاتا ہے، جیسے ایمانداری، مہربانی اور ہمدردی، کو مثبت اقدار کہا جاتا ہے۔

منفی اقدار(Negative Values): منفی قدریں ایسی اقدار ہیں جنہیں ناپسندیدہ یا نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، فریب، لالچ، اور تعصب منفی اقدار کی مثالیں ہیں۔

مندرجہ بالا مکمل اور جامع بحث کے بعد، ہم کہہ سکتے ہیں کہ معلمین کے لیے اقدار کے تصور اور درجہ بندی کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ وہ اخلاقی طرز عمل کو فروغ دینے، مثبت کردار کی خصوصیات کو فروغ دینے، اور جامع تعلیمی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقدار کی متنوع اقسام اور تعلیم میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اساتذہ اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کو فروغ دینے، اخلاقی استدلال کی مہارتوں کو فروغ دینے، اور کلاس روم میں اقدار سے متعلق چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی تیار کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، تعلیم کے لیے اقدار پر مبنی نقطہ نظر کو فروغ دے کر، اساتذہ طلبہ کو معاشرے کے ذمہ دار، اخلاقی اور ہمدرد رکن بننے کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں۔

13.2.3 اقدار کا بحران(Value Crises)

اقدار کے بحران معاشرے میں غیر یقینی صورتحال، تنازعات یا اخلاقی گراوٹ کے ادوار ہیں، جن کی نشاندہی روایتی اقدار اور اخلاقی اصولوں کے زوال یا انحطاط سے ہوتی ہے۔ یہ بحران اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب موجودہ ثقافتی عقائد اور معاشرتی رویوں کے درمیان غلط ہم آہنگی یا تضاد ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اخلاقی انتشار، سماجی بدامنی اور اخلاقی الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اقدار کے بحران کے تصور، خصوصیات، اسباب اور اثرات کو سمجھنا بنیادی اسباب سے نمٹنے اور معاشرے کے اندر اخلاقی رویے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے بہت ضروری ہے۔

بنیادی وجوہات کو حل کرنے اور اخلاقی رویے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے اقدار کے بحرانوں اور ان کے اسباب، اثرات اور خصوصیات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

13.2.3.1 اقدار کے بحران کا تصور:(Concept of Value Crisis)

اقدار کا بحران اس وقت پیدا ہوتا ہے جب افراد یا کمیونٹیز اور مروجہ سماجی و ثقافتی سیاق و سباق کے درمیان بنیادی تصادم یا عدم اتفاق ہو۔ ان بحرانوں کو اکثر اخلاقی بے یقینی، وجودی غصہ، اور روایتی عقائد کے نظاموں اور اخلاقی معیارات سے مایوسی کے احساس سے نشان زد کیا جاتا ہے۔ اقدار کا بحران مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتا ہے، بشمول اداروں پر اعتماد میں کمی، سماجی پولرائزیشن، قیادت میں اخلاقی خرابیاں، اور ثقافتی تقسیم۔

بنیادی طور پر، اقدار کا بحران معاشرے کے اخلاقی تانے بانے کو ہلا کر رکھ دیتا ہے، جس سے لوگ قبول شدہ اصولوں اور اقدار پر سوال اٹھاتے ہیں اور معنی اور شناخت تلاش کرنے کے نئے طریقے تلاش کرتے ہیں۔

13.2.3.2 اقدار کے بحران کی خصوصیات (Characteristics of Value Crisis)

- اخلاقی ابہام (Moral Ambiguity): اقدار کے بحران کی نشاندہی اخلاقی اور اخلاقی معیارات کے بارے میں وضاحت اور اعتماد کی کمی ہے۔ جب لوگوں کے نظریات اور معاشرتی توقعات ایک دوسرے سے متصادم ہوں تو لوگوں کو صحیح سے غلط کا تعین کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔
- ثقافتی تقسیم (Cultural Fragmentation): اقدار کا بحران اکثر ثقافتی تقسیم کا باعث بنتا ہے، کیونکہ معاشرے کے اندر مختلف اقدار کے نظام اور نظریات ابھرتے ہیں، جو سماجی پولرائزیشن اور شناخت کی سیاست کا باعث بنتے ہیں۔
- اخلاقی مخمصے (Ethical Dilemmas): اقدار کے بحران کے نتیجے میں، لوگوں کو اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں اخلاقی مسائل اور اخلاقی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جہاں انہیں یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ مسابقتی ترجیحات میں توازن کیسے رکھا جائے۔
- اعتماد کا کٹاؤ (Erosion of Trust): اقدار کا بحران اداروں، حکام اور سماجی اصولوں پر اعتماد کو کمزور کرتا ہے، جس کے نتیجے میں سماجی ہم آہنگی ٹوٹ جاتی ہے اور حکومت اور اخلاقی اتھارٹی کے قائم کردہ نظاموں میں اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

13.2.3.3 اقدار کے بحران کی وجوہات (Causes of Value Crises):

اقدار کا بحران مختلف عوامل سے پیدا ہو سکتا ہے، بشمول:

1۔ سماجی تبدیلیاں (Social Changes): تیز رفتار سماجی تبدیلیاں، جیسے تکنیکی ترقی، آبادیاتی تبدیلیاں، اور ثقافتی عالمگیریت، روایتی اقدار کو چیلنج کر سکتی ہیں اور قائم شدہ سماجی اصولوں اور اداروں کو متاثر کر سکتی ہیں۔
2۔ معاشی عدم مساوات (Economic Inequality): معاشی تفاوت اور سماجی ناانصافی ناراضگی، بیگانگی، اور حق رائے دہی سے محرومی کے جذبات کو ہوا دے سکتی ہے، جس سے سماجی بدامنی اور معاشرتی نظام کی انصاف پسندی اور مساوات پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔
3۔ ثقافتی رشتہ داری (Cultural Relativism): ثقافتی رشتہ داری اور اخلاقی تکثیریت (moral pluralism) اقدار کے تنوع میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن وہ عالمی اخلاقی معیارات کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اخلاقی رشتہ داری کو فروغ دے سکتے ہیں، جہاں افراد اجتماعی بہبود پر ذاتی ترجیحات کو ترجیح دیتے ہیں۔

4۔ تکنیکی ترقی(Technological Advancements): سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل کمیونیکیشن پلیٹ فارمز جیسی نئی ٹیکنالوجیز غلط معلومات اور بنیاد پرست خیالات کو پھیلانے میں آسانی پیدا کر سکتی ہیں، جو کہ پولرائزیشن اور خیالات کے "ایکو چیمبرز" کا باعث بن سکتی ہیں۔

13.2.3.4 اقدار کے بحران کے نتائج(Consequences of Value Crises):

اقدار کے بحران کے افراد، برادریوں اور مجموعی طور پر معاشرے کے لیے دوررس نتائج ہوتے ہیں، بشمول:

سماجی اضطراب(Social Unrest): اقدار کے بحران سماجی بدامنی، احتجاج، اور تنازعات کو ہوا دے سکتے ہیں کیونکہ افراد اور گروہ اپنی اقدار، عقائد اور حقوق کی وکالت کرتے ہیں، جو پولرائزیشن اور سماجی تقسیم کا باعث بنتے ہیں۔

اخلاقی زوال(Moral Decline): اقدار کا بحران اخلاقی گراوٹ کا باعث بن سکتا ہے، جہاں برے رویے، بدعنوانی اور دھوکہ دہی عام ہو جاتی ہے۔ اس سے لوگوں کے لیے ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا اور ساتھ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سماجی ہم آہنگی کا نقصان(Loss of Social Cohesion): اقدار کے بحران سماجی ہم آہنگی اور یکجہتی کو کمزور کرتے ہیں، کیونکہ مختلف قدروں کے نظام اور نظریاتی فرقہ واریتوں کو تقسیم کرتے ہیں اور مشترکہ چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے اجتماعی کوششوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

جمہوریت کا کٹاؤ(Erosion of Democracy): اقدار کا بحران جمہوریت کے لیے برا ہوتا ہے کیونکہ وہ پاپولزم، آمریت اور انتہا پسندی کو جمہوری اصولوں اور معیارات کو کمزور کرنے کے لیے معاشرے میں دراڑ کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آخر میں، اقدار کے بحران اخلاقی بے یقینی اور معاشرتی اتھل پتھل کے ادوار کی نمائندگی کرتے ہیں، جس کی خصوصیات اقدار کے تصادم، اخلاقی مخمصے اور سماجی بے چینی ہے۔ اقدار کے بحران کے تصور، خصوصیات، اسباب اور نتائج کو سمجھ کر، معاشرے بنیادی مسائل سے نمٹنے، اخلاقی طرز عمل کو فروغ دینے، اور اخلاقی چیلنجوں کے مقابلے میں سماجی ہم آہنگی اور لچک کو فروغ دینے کے لیے کام کر سکتے ہیں۔

13.2.4 اقدار کے بحران سے نمٹنا:

اقدار کے بحران انفرادی اور معاشرتی دونوں سطحوں پر اہم چیلنجز پیش کرتے ہیں، بنیادی مسائل کو حل کرنے اور اخلاقی طرز عمل، سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی لچک کو فروغ دینے کے لیے جامع حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اقدار کے بحرانوں کو مؤثر طریقے سے حل کرنے کے لیے، انفرادی رویے اور وسیع تر سماجی حرکیات دونوں کو نشانہ بنانے والی حکمت عملیوں پر غور کرنا ضروری ہے، ساتھ ہی ساتھ ان بحرانوں کو کم کرنے میں تعلیم اور اساتذہ کے اہم کردار پر بھی غور کرنا چاہیے۔

A. انفرادی سطح(Individual level)

انفرادی سطح پر قدر کے بحران سے نمٹنے کی حکمت عملی:

ذاتی سطح پر اقدار کے بحران سے نمٹنے کے لیے تجاویز:

1۔ **اخلاقی تعلیم اور کردار کی نشوونما:** لوگوں کو اخلاقیات، اقدار اور اپنے لیے سوچنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اخلاقی تعلیم کے پروگراموں اور کردار سازی کے منصوبوں کا ابتدائی آغاز ضروری ہے۔ یہ پروگرام ایمانداری، اخلاقیات، ہمدردی اور احترام جیسی خوبیوں کو فروغ دینے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جو لوگوں کو اخلاقی انتخاب کرنے اور اچھے شہری بننے میں مدد دیتے ہیں۔

2۔ **اخلاقی قیادت:** اخلاقی قیادت کو فروغ دینا اور مختلف سماجی سیاق وسباق میں مثالی رویے کا مظاہرہ کرنا، بشمول کاروبار، سرکاری ایجنسیاں، تعلیمی ادارے، اور کمیونٹی تنظیمیں ضروری ہیں۔ جب فیصلے کرنے اور ان پر عمل کرنے کی بات آتی ہے تو، اخلاقی رہنما صاف، ایماندار اور ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ اخلاقی طرز عمل کی ایک قابل ستائش سطح کو ظاہر کرتا ہے اور آپ کے آس پاس کے لوگوں میں اعتماد اور بھروسے کی تحریک کرتا ہے۔

3۔ **اقدار پر مبنی فیصلہ سازی:** لوگوں کو ان کے اخلاق، عقائد، اور اقدار کے بارے میں سوچنے کی ترغیب دینا جب وہ انتخاب اور عمل کر رہے ہوں، اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ان کے اعمال اور فیصلے دوسروں اور خود کو کیسے متاثر کریں گے۔

4۔ **ہمدردی اور ہم احساسی:** دوسروں کے لیے ہمدردی اور ہم احساسی کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ مختلف نقطہ نظر اور تجربات میں تفہیم، رواداری اور باہمی احترام کو بھی فروغ دینا ضروری ہے۔ ہمدرد لوگ دوسروں کی ضروریات اور احساسات کے بارے میں سوچنے کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ایسے طریقوں سے کام کرتے ہیں جو احسان اور سماجی امن کو فروغ دیں۔

5۔ **تنقیدی سوچ اور اخلاقی استدلال:** تنقیدی سوچ اور اخلاقی استدلال کی مہارتیوں کو فروغ دینا ضروری ہے، جو افراد کو معلومات کا تنقیدی جائزہ لینے، اخلاقی مخمصوں کا تجزیہ کرنے اور اخلاقی اصولوں اور اقدار کی بنیاد پر باخبر فیصلے کرنے کے قابل بناتی ہے۔

B. سماجی سطح (Societal Levels)

سماجی سطحوں پر اقدار کے بحرانوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی:

(Strategies for dealing with value Crises at social levels:)

1۔ سماجی اداروں کو مضبوط کرنا (Strengthening Social Institutions): خاندانوں، برادریوں، مذہبی گروہوں، سول سوسائٹی کی تنظیموں اور دیگر سماجی اداروں کو اخلاقی ترقی کے ستونوں کے طور پر مضبوط کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ مضبوط سماجی ادارے مدد، سمت اور اخلاقی فریم ورک پیش کرتے ہیں جو اچھے نظریات، مثبت اقدار اور کمیونٹی کے اتحاد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

2۔ شہری مشغولیت کو فروغ دینا (Promoting Civic Engagement): شہری مشغولیت اور شراکتی جمہوریت کی حوصلہ افزائی کرنا، افراد کو فیصلہ سازی کے عمل میں فعال طور پر حصہ لینے، اپنی اقدار کی وکالت کرنے اور مثبت سماجی تبدیلی میں حصہ ڈالنے کے لیے بااختیار بنانا۔

3۔ جامع مکالمے کو فروغ دینا (Fostering Inclusive Dialogue): اقدار سے متعلق مسائل پر کھلے، جامع مکالمے اور تعمیری مباحثے کے لیے جگہیں پیدا کرنا، متنوع اسٹیک ہولڈرز کے درمیان افہام وتفہیم، تعاون اور اتفاق رائے پیدا کرنا۔

4۔ ساختی ناانصافیوں کا ازالہ(Addressing Structural Injustices): بنیادی ڈھانچہ جاتی ناانصافیوں کو حل کرنا، جیسے کہ معاشی عدم مساوات، امتیازی سلوک، اور سماجی اخراج، جو بحرانوں کو برقرار رکھتے ہیں اور سماجی ہم آہنگی اور انصاف کو کمزور کرتے ہیں۔

5۔ اجتماعی ذمہ داری کو فروغ دینا(Cultivating Collective Responsibility): معاشرے کے اندر اجتماعی ذمہ داری اور مشترکہ اقدار کا احساس پیدا کرنا، مشترکہ چیلنجوں سے نمٹنے اور مشترکہ بھلائی کو فروغ دینے میں یکجہتی، اور باہمی تعاون کی اہمیت پر زور دینا۔

13.2.4.1 اقدار کے بحران کو کم کرنے میں تعلیم اور اساتذہ کا کردار:

(The role of education and teachers in reducing value Crises:)

1۔ **اقدار کی تعلیم:** اقدار کی تعلیم کو نصاب اور تدریس میں ضم کرنا، طلباء کو اخلاقی مخمصوں کو دریافت کرنے، ان کے اقدار پر غور کرنے اور اخلاقی استدلال کی مہارتوں کو فروغ دینے کے مواقع فراہم کرنا۔

2۔ **کردار کی تشکیل:** طلباء میں کردار سازی اور اخلاقی قیادت کو فروغ دینا، کردار سازی، رہنمائی، اور اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کے ذریعے ایمانداری، دیانتداری، ہمدردی، اور احترام جیسی خوبیاں پیدا کرنا۔

3۔ **تنقیدی عکاسی:** اقدار سے متعلق مسائل پر تنقیدی عکاسی اور مکالمے کی حوصلہ افزائی کرنا، بامعنی مباحثوں اور سرگرمیوں کی سہولت فراہم کرنا جو اخلاقی بیداری، ہمدردی اور اخلاقی ترقی کو فروغ دیتے ہیں۔

4۔ **سماجی انصاف کو فروغ دینا:** تعلیم میں سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا، نظامی رکاوٹوں اور عدم مساوات سے نمٹنا جو قدروں کے بحرانوں کو طول دیتے ہیں اور معاشرے میں کچھ گروہوں کو پسماندہ کرتے ہیں۔

5۔ **رول ماڈلنگ:** اخلاقی طرز عمل اور دیانتداری کی مثال کے طور پر خدمات انجام دینا، طلباء اور ساتھیوں کے ساتھ ان کے معاملات میں ایمانداری، انصاف اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا، اور ان کی پیشہ ورانہ مشق میں اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنا رول ماڈلنگ کی مثالیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اقدار کے بحران پر قابو پانے کے لیے ایک کثیر جہتی نقطہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے جو انفرادی رویے اور معاشرے کی حرکیات دونوں پر غور کرے، نیز اخلاقی رویے، سماجی ہم آہنگی، اور اخلاقی لچک کی حوصلہ افزائی میں تعلیم اور اساتذہ کے اہم کردار پر غور کرے۔ اخلاقی تعلیم، اخلاقی قیادت، جامع مکالمے اور سماجی انصاف کو فروغ دینے والی حکمت عملیوں کو نافذ کرنے سے، معاشرے اقدار کے بحران کو کم کرنے اور دیانتداری، ہمدردی اور انسانی وقار کے احترام کی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے کام کر سکتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ تعلیم میں اقدار اور ان کی اہمیت کی وضاحت کریں۔ 2۔ روحانی، معاشرتی، اخلاقی اور ذاتی اقدار کے درمیان فرق بیان کریں۔

13.3 تعلیم میں اقدار کی اہمیت(Importance of Values in Education)

اقدار تعلیم میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں، طلباء کے کردار کی تشکیل کرتے ہیں، ان کے طرز عمل کی رہنمائی کرتے ہیں، اور سیکھنے اور زندگی کے تئیں ان کے رویوں کو متاثر کرتے ہیں۔ تعلیم میں اقدار کی اہمیت کو سمجھنا معلمین کے لیے ضروری ہے کیونکہ وہ جامع ترقی کو فروغ دینے اور اپنے طلبا کے لیے ایک مثبت تعلیمی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

13.3.1 اقدار پر مبنی تدریسی انداز(Value Based Teaching Styles)

اقدار پر مبنی تدریسی نقطہ نظر وہ تدریسی حکمت عملی ہیں جو تدریس اور سیکھنے کے عمل میں اقدار کے انضمام کو ترجیح دیتی ہیں۔ ان طریقوں کا مقصد طلباء کی اخلاقی استدلال کی مہارت، مثبت کردار کی خصوصیات اور سماجی ذمہ داری کے احساس کو فروغ دیناہے۔ اقدار پر مبنی تعلیم علم کی منتقلی سے آگے ہے۔ اس میں طلباء کو تنقیدی عکاسی، اخلاقی مباحثوں، اور تجرباتی اکتساب کی سرگرمیوں میں شرکت کرنا شامل ہے جو انہیں حقیقی زندگی میں اقدار کے اطلاق کی ترغیب دیتی ہے۔

اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کی چند مثالیں:

- اخلاقی مخمصے کے مباحث: طلباء کو اخلاقی مخمصوں اور ان کی زندگیوں اور برادریوں سے متعلق اخلاقی مسائل کے بارے میں بات چیت میں شامل کرنا۔
- سروس لرننگ پروجیکٹس: طلباء کو حقیقی دنیا کے مسائل کو حل کرنے اور اپنی کمیونٹیز کی خدمت کرنے کے لیے تعلیمی علم اور ہنر کو بروئے کارلانے کے مواقع فراہم کرنا۔
- کریکٹر ایجوکیشن پروگرام: نصاب کے انضمام، اسمبلیوں، اور اسکول بھر کی سرگرمیوں کے ذریعے ایسے ڈھانچے والے پروگراموں یا اقدامات کونافذ کرنا جو کردار کی مثبت خصوصیات کو فروغ دیتے ہیں، جیسے ایمانداری، احترام، اور ذمہ داری۔
- اقدار کی عکاسی کرنے والے جرنلز: طلباء کی حوصلہ افزائی کرنا کہ وہ جرائد یا عکاس لاگس رکھیں جہاں وہ اپنے خیالات، احساسات، اور ان اخلاقی مخمصوں سے متعلق تجربات کو ریکارڈ کر سکیں جن کا وہ سامنا کرتے ہیں۔

اساتذہ جو اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کو اپنے تدریس میں شامل کرتے ہوئے ایک معاون تعلیمی ماحول تشکیل دے سکتے ہیں جو طلباء کی اخلاقی نشوونما کو فروغ دے، سماجی-جذباتی بہبود کو فروغ دے، اور انہیں معاشرے کے ذمہ دار اور ہمدرد اراکین بننے کے لیے تیار کریں۔

13.3.2 کمرہ جماعت میں اقدار کی منتقلی(Values Transmission in the Classroom)

اقدار کی منتقلی سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعے اقدار کو کلاس روم میں پہنچایا جاتا ہے۔ اساتذہ اقدار کی منتقلی میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں، رول ماڈل، سرپرست، اور اخلاقی رویے اور مثبت کردار کی نشوونما کے سہولت کار کے طور پر کام کرتے ہیں۔ کلاس روم میں، اقدار کی منتقلی مختلف چینلز کے ذریعے ہوتی ہے، بشمول:

- **ماڈلنگ(Modeling):** اساتذہ طلباء کے لیے رول ماڈل کے طور پر کام کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ اپنے تعامل میں اخلاقی رویے، ہمدردی اور احترام کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
- **نصاب کا انضمام(Curriculum Integration):** اقدار کو نصاب میں واضح ہدایات، مباحثوں اور سرگرمیوں کے ذریعے ضم کیا جاتا ہے جو اخلاقی استدلال، تنقیدی سوچ، اور سماجی-جذباتی تعلیم کو فروغ دیتے ہیں۔
- **کمرہ جماعت کا ماحول(Classroom Culture):** کمرہ جماعت کا ماحول احترام، شمولیت، اور انصاف پسندی جیسی اقدار کی عکاسی کرتا ہے، جو طلباء کے درمیان تعلق اور باہمی احترام کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔
- **معاشرتی مصروفیت(Community Engagement):** طلباء خدمت سیکھنے کے منصوبوں، سماجی خدمات کی سرگرمیوں، اور شہری مشغولیت کے اقدامات میں مشغول ہوتے ہیں جو سماجی ذمہ داری، ہمدردی، اور شہری مشغولیت جیسی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔
- **ہم جولی کا اثر(Peer Influence):** سماجی تعاملات اور ہم مرتبہ کے تعلقات کے ذریعے، طلباء اپنے ساتھیوں کے طرز عمل اور رویوں کے ذریعے اقدار کا مشاہدہ کرتے اور انہیں اپناتے ہیں۔

اساتذہ طلباء کو ایک اچھا اور معاون تعلیمی ماحول فراہم کر کے اقدار کے حصول میں مدد کر سکتے ہیں، رویے اور طرز عمل کے لیے واضح توقعات قائم کر سکتے ہیں، اور انہیں اقدار سے متعلق موضوعات پر غور کرنے اور ان پر بحث کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اپنے اسکولوں اور کمیونٹیز میں احترام، ہمدردی، اور سالمیت کے ماحول کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو اخلاقی رہنما اور مثبت تبدیلی کے ایجنٹ بننے میں مدد کر سکتے ہیں۔

اقدار طلباء کے اخلاقی کردار کی تشکیل اور سیکھنے کا ایک مفید ماحول فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم میں اقدار کی مطابقت کو سمجھنا اساتذہ کو قدر پر مبنی تدریسی انداز اپنانے کی اجازت دیتا ہے، جبکہ طلباء کی اخلاقی نشوونما انہیں معاشرے میں اخلاقی برتاؤ کے لیے تیار کرتی ہے۔

13.3.3 کردار کی تشکیل میں اقدار کا کردار(Role of Values in Shaping Character):

طلباء کے کردار اور اخلاقی نشوونما میں اقدار بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ تعلیم کا مطلب صرف علم اور ہنر حاصل کرنا نہیں ہے۔ اس میں طلباء کی اخلاقی اور سماجی-جذباتی ترقی بھی شامل ہے۔ ایمانداری، دیانتداری، ہمدردی، اور احترام جیسے اقدار بنیادی اصولوں کے طور پر کام کرتے ہیں جو طلباء کے دوسروں کے ساتھ تعامل، ان کے فیصلہ سازی کے عمل، اور معاشرے میں ان کے مجموعی طرز عمل کی رہنمائی

کرتے ہیں۔ طلباء میں مثبت اقدار کو ابھار کر، اساتذہ ذمہ دار، ہمدرد، اور اخلاقی طور پر درست افراد کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں جو اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں دیانتداری اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

کلاس روم میں، معلمین اقدار کی تعلیم کو نصاب میں شامل کرکے، احترام اور مہربانی کی ثقافت کو غ دے سکتے ہیں۔ بات چیت، کردار ادا کرنے کی سرگرمیوں، اور حقیقی زندگی کے منظر ناموں کے ذریعے، اساتذہ طلباء کو اخلاقی مخمصوں پر غور کرنے، دوسروں کے لیے ہمدردی پیدا کرنے، اور اخلاقی فیصلہ سازی کی مشق کرنے کے مواقع فراہم کرسکتے ہیں۔ کردار کی تشکیل میں اقدار کی اہمیت پر زور دے کر، اساتذہ طلباء کو اخلاقی رہنما بننے اور اپنی کمیونٹیز میں فعال شراکت دار بننے کے لیے بااختیار بناسکتے ہیں۔

13.4 اقدار-مرکزی نصاب اور تدریسیات (Values-Centric Curriculum and Pedagogy)

نصاب اور تدریسیات میں اقدار کو شامل کرنا جامع ترقی کو فروغ دینے اور طلباء کی اخلاقی استدلال کی پرورش کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ تدریس اور سیکھنے کے تمام پہلوؤں میں اقدار کے انضمام پر زور دیتا ہے، طلباء کے کردار کی نشوونما، سماجی-جذباتی مہارتوں، اور اخلاقی بیداری کو فروغ دیتا ہے۔

13.4.1 تمام مضامین میں اقدار کا انضمام (Integration of Values Across Subjects):

اقدار پر مبنی نصاب کے اہم پہلوؤں میں سے ایک تمام مضامین میں اقدار کا انضمام ہے۔ اقدار کی تعلیم کو نصاب کے ایک الگ جزو کے طور پر سمجھنے کے بجائے، ماہرین تعلیم ہر مضمون کے مواد، سرگرمیوں اور جائزوں میں اقدار کو شامل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

- **ریاضی** میں، طلباء تقسیم انصاف اور مالیاتی لین دین میں اخلاقی فیصلہ سازی پر بات چیت کے ذریعے انصاف، مساوات اور ایمانداری کے تصورات کو تلاش کرسکتے ہیں۔
- **سائنس** میں، طلباء تحقیق اور تکنیکی ترقی میں اخلاقی تحفظات کا جائزہ لے سکتے ہیں، جیسے کہ جیو تنوع اور ماحولیاتی پائیداری پر جینیاتی انجینئرنگ کے اثرات۔
- **زبان** کے فنون میں، طلباء ادبی کاموں کا تجزیہ کرسکتے ہیں جو اخلاقی مخمصوں، اخلاقی تنازعات، اور انسانی رشتوں کی پیچیدگیوں، ہمدردی، تنقیدی سوچ اور اخلاقی تخیل کو فروغ دیتے ہیں۔
- **سماجی علوم** میں، طلباء تاریخی واقعات، ثقافتی طریقوں، اور سماجی تحریکوں کی چھان بین کرسکتے ہیں جو متنوع اقدار، عقائد، اور نقطہ نظر کی عکاسی کرتے ہیں، ثقافتی بیداری، رواداری، اور عالمی شہریت کو فروغ دیتے ہیں۔

تمام مضامین میں اقدار کو یکجا کرکے، ماہرین تعلیم طلباء کو مختلف سیاق وسباق میں اخلاقی اصولوں، تنقیدی سوچ کی مہارتوں، اور سماجی جذباتی صلاحیتوں کو دریافت کرنے اور ان کا اطلاق کرنے کے مواقع فراہم کرکے، اقدار کی گہری تفہیم اور حقیقی دنیا کے مسائل اور چیلنجوں سے ان کی مطابقت کو فروغ دے سکتے ہیں۔

13.4.2 قدر پر مبنی تدریسیات(Value-Centric Pedagogies)

قدر پر مبنی تدریسیات تدریسی نقطہ نظر ہیں جو اقدار کی واضح تعلیم اور ماڈلنگ کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی استدلال اور اخلاقی فیصلہ سازی کی مہارتوں کی نشوونما کو ترجیح دیتی ہیں۔ ان تعلیمات کا مقصد ایک معاون سیکھنے کا ماحول بنانا ہے جو مثبت کردار کی نشوونما، سماجی-جذباتی ترقی، اور ذمہ دار شہریت کو فروغ دیتا ہے۔ قدر پر مبنی تدریسیات کی کچھ مثالیں شامل ہیں:

- **تجرباتی اکتساب**(Experiential Learning): طلباء کو تجرباتی اکتساب کی سرگرمیوں میں شامل کرنا جو انہیں اپنی اقدار، عقائد اور رویوں پر غور کرنے اور حقیقی زندگی کے حالات میں اخلاقی اصولوں کو لاگو کرنے پر اکساتا ہے۔ مثال کے طور پر، خدماتی اکتسابی منصوبے، کمیونٹی سروس کے اقدامات، اور فیلڈ ٹرپ جو ہمدردی، سماجی ذمہ داری، اور شہری مصروفیت کو فروغ دیتے ہیں۔
- **باہمی اکتساب**(Cooperative Learning): باہمی تعاون کے ساتھ سیکھنے کے ماحول کو فروغ دینا جہاں طلباء مشترکہ اہداف حاصل کرنے، مسائل اور تنازعات کو حل کرنے، تعاون، ٹیم ورک، اور دوسروں کے لیے احترام جیسی اقدار کو فروغ دینے کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔
- **استفسار پر مبنی اکتساب**(inquiry based Learning): طلباء کو سوالات پوچھنے، مسائل دریافت کرنے، اور متعدد زاویوں سے معلومات کا تنقیدی تجزیہ کرنے کی ترغیب دینا، تنقیدی سوچ، اخلاقی استدلال، اور فکری تجسس کو فروغ دینا۔
- **اقدار کی عکاسی کرنے والے جریدے**(Values Reflection Journals): طلباء کو جرنلنگ، تحریری اسائنمنٹس، یا عکاس گفتگو کے ذریعے ان کی اقدار، عقائد اور تجربات پر غور کرنے کے مواقع فراہم کرنا، خود آگاہی، ہمدردی، اور اخلاقی ترقی کو فروغ دینا۔
- **سقراطی مکالمہ**(Socratic Dialogue): ایسے مباحثوں اور مباحثوں کی سہولت فراہم کرنا جو طلباء کو اخلاقی استدلال، اخلاقی غور و فکر، اور احترامی گفتگو میں مشغول ہونے کی ترغیب اور فکری عاجزی، کھلے ذہن، اور اخلاقی خواندگی کو فروغ دیتے ہیں۔

اقدار پر مبنی تدریسیات کو نافذ کرنے سے، اساتذہ متحرک اور جامع تعلیمی ماحول تشکیل دے سکتے ہیں جو طلباء کو اخلاقی رہنما، ہمدرد افراد، اور اپنی برادریوں میں فعال شراکت دار بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔ یہ تدریسیات نہ صرف طلباء کی تعلیمی کامیابیوں کو بڑھاتی ہیں بلکہ ان کی سماجی-جذباتی بہبود، کردار کی نشوونما، اور اخلاقی بیداری کو بھی فروغ دیتی ہیں اور انہیں پیچیدہ اخلاقی مخمصوں سے نکلنے اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)
1۔ اقدار کے بحران میں کیا خصائص ہوتے ہیں، اور وہ معاشرے میں کیسے ظاہر ہوتے ہیں؟ 2۔ اقدار پر مبنی تدریسی حکمت عملی طلباء کو ان کے اخلاقی کردار اور اخلاقی رویے کو بنانے میں کس طرح مدد کر سکتی ہے؟ 3۔ اخلاقی اصولوں پر تنازعات کو حل کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں مواصلات اور ہمدردی کی ضرورت کے بارے میں تبادلہ خیال کریں۔

13.5 خلاصہ (Summary)

اس اکائی میں، ہم نے اقدار کے تصوراور تعلیم میں ان کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اقدار کی درجہ بندی اور کردار کی تشکیل میں اقدار کے کردار پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ ہم نے ذاتی، اخلاقی، سماجی، ثقافتی، اور روحانی اقدار سمیت مختلف قسم کی اقدار پر بحث کی ہے اور افراد اور معاشرے پر ان کے اثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ مزید برآں، اس اکائی میں، ن نصاب اور تدریسات میں اقدار کو ضم کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا ہےاور تدریس اوراکتساب کے لیےاقدارپر مبنی نقطہ نظر کی ضرورت پرزوردیاہے۔تمام مضامین میں اقدار کو یکجا کرکے اور قدر پر مبنی تدریسات کو لاگو کرنے سے، اساتذہ جامع تعلیمی ماحول پیدا کرسکتے ہیں جو طلباء کے درمیان اخلاقی طرز عمل، سماجی-جذباتی بہبود، اور ذمہ دار شہریت کو فروغ دیتے ہیں۔ مزید برآں، اکائی میں اقدار کے بحرانوں پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا، جو روایتی اقدار اور اخلاقی اصولوں کے ٹوٹنے یاانحطاط سے پیداہوتے ہیں،جواخلاقی بےیقینی،سماجی بدامنی،اور ثقافتی تقسیم کاباعث بنتے ہیں۔ہم نےاقدارکےبحرانوں کےتصور، خصوصیات،اسباب اورنتائج کےساتھ ساتھ انفرادی اورمعاشرتی دونوں سطحوں پران سے نمٹنے کے لیے حکمت عملیوں کو بھی دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میں، اکائی نے اقدار کے بحران کو کم کرنے، اخلاقی طرز عمل کو فروغ دینے، اور معاشرے کے اندر سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی لچک کو فروغ دینے میں تعلیم اوراساتذہ کے اہم کردار پر زور دیاہے تاکہ، اقدار کی پیچیدگیوں اور تعلیم پر ان کے مضمرات کو سمجھ کر، طلبہ ایک زیادہ منصفانہ، ہمدرد اور اخلاقی معاشرے کی تشکیل کے لیے کام کرسکتے ہیں۔

13.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس یونٹ کی تکمیل کے بعد طلباءاس قابل ہوگئے کہ:

1۔ ذاتی، اخلاقی، سماجی، ثقافتی، اور روحانی اقدار سمیت مختلف اقسام کی اقدار کی وضاحت اور درجہ بندی کر سکیں۔

2۔ تعلیم میں اقدار کی اہمیت اور افراد کے کردار اور رویے کی تشکیل میں ان کے کردار کی وضاحت کر سکیں۔

3۔ معاشرے میں اقدار کے بحران کے تصور، خصوصیات، اسباب اور نتائج کی نشاندہی کر سکیں۔

4۔ افراد، کمیونٹیز اور سماجی اداروں پر اقدار کے بحران کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔

5۔ اخلاقی تعلیم، اخلاقی قیادت، اور سماجی انصاف کے اقدامات سمیت انفرادی اور معاشرتی دونوں سطحوں پر اقدار کے بحرانوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملیوں کا جائزہ لیں سکیں۔

6۔ اقدار کے بحران کو کم کرنے، اخلاقی طرز عمل کو فروغ دینے، اور معاشرے کے اندر سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی لچک کو فروغ دینے میں تعلیم اور اساتذہ کی اہمیت کو تسلیم کر سکیں۔

7۔ ذاتی اور پیشہ ورانہ سیاق وسباق میں اقدار سے متعلق مسائل اور اخلاقی مخمصوں کو نیویگیٹ کرنے کے لیے اخلاقی استدلال کی مہارتوں اور اخلاقی اصولوں کا اطلاق کر سکیں۔

8۔ ان کی اپنی اقدار، عقائد اور رویوں پر غور کریں، اور غور کریں کہ وہ اپنے رویے اور فیصلہ سازی کے عمل کو کیسے متاثر کرتے ہیں۔

9۔ اقدار سے متعلقہ مسائل پر بامعنی مکالمے اور تعمیری بحث میں مشغول ہوں، ہمدردی، رواداری، اور متنوع نقطہ نظر کے احترام کا مظاہرہ کر سکیں۔

10۔ دوسروں کے ساتھ تعاملات اور معاشرے میں ان کے تعاون میں اخلاقی رویے، سماجی ذمہ داری، اور مشترکہ بھلائی کے لیے وابستگی کا مظاہرہ کر سکیں۔

13.7 فرہنگ (Glossary)

1۔ **اقدار:** رویے کے اصول یا معیارات جنہیں افراد یا گروہ مطلوبہ یا اہم سمجھتے ہیں، جو ان کے فیصلوں اور اعمال کی رہنمائی کرتے ہیں۔

2۔ **ذاتی اقدار:** افراد کے ذریعہ رکھے گئے عقائد اور اصول جو ان کے رویوں، انتخاب اور طرز عمل کو متاثر کرتے ہیں۔

3۔ **اخلاقی اقدار:** اخلاقی اصول جو صحیح اور غلط طرز عمل کو قابو کرتے ہیں، اکثر مذہبی، ثقافتی، یا فلسفیانہ عقائد سے اخذ ہوتے ہیں۔

4۔ **سماجی اقدار:** معاشرے کے اندر مشترکہ عقائد اور اصول جو سماجی تعاملات، رشتوں اور اداروں کو قابو کرتے ہیں۔

5۔ **ثقافتی اقدار:** عقائد، رسم و رواج اور روایات جو ثقافتی گروپ کے اراکین کے اشتراک سے ان کے عالمی نظریہ اور سماجی طریقوں کو تشکیل دیتے ہیں۔

6۔ **روحانی اقدار:** روحانیت یا ایمان سے متعلق اصول جو افراد کے عقائد، رویوں اور طریقوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

7۔ **اقدار کا بحران:** وہ وقت جب روایتی اقدار اور اخلاقی معیارات ٹوٹ جاتے ہیں، جو معاشرے کے اندر اخلاقی الجھن یا تنازعات کا باعث بنتے ہیں۔

8۔ **اخلاقی قیادت:** دیانتداری، شفافیت، اور جوابدہی، دوسروں پر اعتماد اور اعتماد کو متاثر کرنے والی قیادت۔

9۔ **اخلاقی تعلیم:** تعلیمی پروگرام یا اقدامات جن کا مقصد افراد میں اخلاقی ترقی، اخلاقی استدلال، اور کردار کی تشکیل کو فروغ دینا ہے۔

10۔ **سماجی انصاف:** انصاف، مساوات اور انسانی حقوق کے اصول، جس کا مقصد نظامی عدم مساوات کو دور کرنا اور معاشرے کے تمام اراکین کی فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے۔

13.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1. اکائی میں زیر بحث اقدار کی بنیادی اقسام کیا ہیں؟

a. ذاتی اور سماجی b. ثقافتی اور اقتصادی c. اخلاقی d. ذاتی، اخلاقی، سماجی، ثقافتی اور روحانی

2. اقدار کے بحران کو کم کرنے میں تعلیم کا کیا کردار ہے؟

a. اقدار کے بحران سے نمٹنے میں اس کا کوئی کردار نہیں ہے۔ b. یہ سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی رویے کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

c. تعلیم اقدار کے بحران کو بڑھاتی ہے۔ d. یہ اقدار کے بحران کو فروغ دیتا ہے۔

3. کون سا فلسفیانہ نقطہ نظر مثالی اقدار اور نظریات کی اہمیت پر زور دیتا ہے؟

a. حقیقت پسندی کا فلسفہ b. عملیت پسندی کا فلسفہ c. وجودیت کا فلسفہ d. فلسفہ عینیت

4. اقدار کے بحران کا تصور کیا ہے؟

a. سماجی خوشحالی اور استحکام کے ادوار b. معاشرے کے اندر اخلاقی بے یقینی یا تصادم کے اوقات

c. اقتصادی ترقی اور ترقی کے ادوار d. تکنیکی ترقی کے اوقات

6۔ کس قسم کی اقدار کا تعلق روحانیت یا ایمان سے ہے؟

a. ذاتی اقدار b. اخلاقی اقدار c. ثقافتی اقدار d. روحانی اقدار

7. اقدار پر مبنی تدریسی طریقوں کی کیا اہمیت ہے؟

a. وہ تعلیم میں اقدار کی اہمیت کو کم کرتے ہیں۔ b. وہ تنقیدی سوچ اور اخلاقی استدلال کو فروغ دیتے ہیں۔

c. وہ طلباء کو اپنی اقدار پر غور کرنے سے روکتے ہیں۔ d. ان کا طلباء کے کردار کی نشوونما پر کوئی اثر نہیں پڑتا

8. افراد اقدار سے متعلقہ مسائل اور اخلاقی مخمصوں پر کیسے جاسکتے ہیں؟

a. اخلاقی اصولوں اور ذاتی اقدار کو نظر انداز کرکے b. اخلاقی استدلال کی مہارتوں اور اخلاقی اصولوں کو لاگو کرکے

c. فیصلہ سازی سے یکسر گریز کرتے ہوئے۔ d. اخلاقی تحفظات پر ذاتی فائدے کو ترجیح دے کر

9. کس قسم کی اقدار کی تعلیم ایمانداری، دیانتداری اور ہمدردی جیسی خوبیوں کو فروغ دینے پر مرکوز ہے؟

a. معاشی اقدار کی تعلیم b. جمالیاتی اقدار کی تعلیم c. اخلاقی اقدار کی تعلیم d. سماجی اقدار کی تعلیم

10. سماجی انصاف کے اقدامات کا مقصد کیا ہے؟

a. نظامی عدم مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے b. انصاف، مساوات اور انسانی حقوق کو فروغ دینا

c. سماجی تقسیم اور امتیاز کو تقویت دینا d. طاقت کے جابرانہ نظام کو برقرار رکھنا

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ اقدار کی وضاحت کریں اور تعلیم میں ان کی اہمیت کی وضاحت کریں۔

2۔ اقدار کے بحران اور معاشرے پر اس کے اثرات کے تصور پر بحث کریں۔

3۔ اقدار کے بحران سے نمٹنے میں تعلیم اور اساتذہ کے کردار کی وضاحت کریں۔

4۔ ذاتی، اخلاقی، سماجی، ثقافتی، اور روحانی اقدار کے درمیان فرق کی وضاحت کریں۔

5۔ افراد اقدار سے متعلق تنازعات اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے اخلاقی استدلال میں اپنی صلاحیتوں کو کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟

6۔ اقدار کے بحران کی خصوصیات کیا ہیں، اور وہ معاشرے میں کیسے ظاہر ہوتے ہیں؟

7۔ اخلاقی قیادت کے تصور اور اقدار کے بحران سے نمٹنے میں اس کی اہمیت کی وضاحت کریں۔

8۔ اقدار پر مبنی تدریسی طریقے طلباء میں کردار کی نشوونما اور اخلاقی رویے میں کیسے معاون ثابت ہو سکتے ہیں؟

9۔ اقدار سے متعلق تنازعات کو حل کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں مکالمے اور ہمدردی کے کردار پر تبادلہ خیال کریں۔

10۔ افراد کے لیے اپنی اقدار اور عقائد پر تنقیدی غور کرنا کیوں ضروری ہے؟

11۔ اپنی اقدار پر تنقیدی عکاسی کا عمل اخلاقی بیداری اور دیانت کو کیسے بڑھا سکتا ہے؟

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ عصری معاشرے میں اقدار کے بحران کی وجوہات اور نتائج کا تجزیہ کریں۔

2۔ اسکولوں میں اقدار کی تعلیم اور کردار کی نشوونما کے لیے حکمت عملیوں کا جائزہ لیں۔

3۔ اخلاقی رویے اور ذمہ دار شہریت کو فروغ دینے میں اخلاقی تعلیم کے کردار پر بحث کریں۔

4۔ اقدار کی تعلیم اور سماجی انصاف کے اقدامات کے درمیان تعلق کا جائزہ لیں۔

5۔ اپنی اقدار، عقائد اور رویوں پر غور کریں، اور بحث کریں کہ وہ آپ کے رویے اور فیصلہ سازی کے عمل کو کیسے متاثر کرتے ہیں۔

13.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Materials)

---

1. Strike, K. A., & Soltis, J.F. (2004). The ethics of teaching (5th ed.). Teachers College Press.

2. Noddings, N. (2003). Caring: A feminine approach to ethics and moral education (2nd ed.). University of California Press.

3. Kohlberg, L. (1984). The psychology of moral development: The nature and validity of moral stages (Vol. 2). Harper & Row.

4. Berkowitz, M. W., & Bier, M. C. (2005). What works in character education: A research-driven guide for educators. Josephson Institute of Ethics.
5. Ryan, K., & Bohlin, K. E. (1999). Building character in schools: Practical ways to bring moral instruction to life. Jossey-Bass.

Journal Articles:

1. Lapsley, D. K., & Narvaez, D. (2004). A social-cognitive approach to the moral personality. In D. K. Lapsley & D. Narvaez (Eds.), Moral development, self, and identity (pp. 189-212). Lawrence Erlbaum Associates Publishers.
2. Berkowitz, M. W. (2004). The science of character education. In Character Development in Schools and Beyond (pp. 193-220). Springer.
3. Ricci, M. (2008). Character education and the enhancement of moral identity. Studies in Philosophy and Education, 27(5), 343-354.
4. Halstead, J. M., & Taylor, M. J. (2000). Learning and teaching about values: A review of recent research. Cambridge Journal of Education, 30(2), 169-202.
5. Carr, D. (2006). Moral education: Beyond the teaching of right and wrong. Springer.
6. Banks, J. A. (Ed.). (2001). Diversity and Citizenship Education: Global Perspectives. Jossey-Bass.
7. Dewey, J. (1916). Democracy and Education. The Free Press.
8. Noddings, N. (2003). Caring: A Feminine Approach to Ethics and Moral Education. University of California Press.
9. Sharma, R.N. (2007). Philosophical Foundations of Education. Atlantic Publishers & Dist.
10. Westheimer, J., & Kahne, J. (2004). What Kind of Citizen? The Politics of Educating for Democracy. American Educational Research Journal.

Websites:

1. Character.org. (n.d.). Retrieved from https://www.character.org/

2. Values Education. (n.d.). UNESCO. Retrieved from http://www.unesco.org/education/tlsf/mods/theme_c/mod16.html
3. The Josephson Institute of Ethics. (n.d.). Retrieved from https://josephsoninstitute.org/
4. Center for the 4th and 5th Rs (Respect and Responsibility). (n.d.). Retrieved from https://www.cortland.edu/character/
5. The Virtues Project. (n.d.). Retrieved from https://virtuesproject.com/
6. Shaikh Shabbir, Shaikh & Jadhav, Dr. (2014). Code of Professional Ethics for Teachers. 2. 62-66.
7. Shaikh Shabbir, Shaikh. (2018). CHANGING PEDAGOGIES TO COPE UP WITH NEW GENERATION.
8. Shaikh, Dr. *Professional Ethics and Teaching Competency of Teachers*. Lulu Publication, 5 Mar. 2022. Retrieved from https://scholar.google.com/scholar?oi=bibs&cluster=1611994965291624583&btnI=1&hl=en

اکائی 14۔ اقدار کو فروغ دینے کے طریقے: اقدار اور ہم آہنگ زندگی

(Approaches to inculcate Values: Values & Harmonious Life)*

اکائی کے اجزاء

14.0 تعارف (Introduction)

14.1 مقاصد (Objectives)

14.2 فروغ اقدار کے نقطہ نظر / طریقے / نظریہ (Approaches to Inculcate Values)

14.2.1 براہ راست ہدایات کا نظریہ (Direct Instruction Approach)

14.2.2 تجرباتی اکتسابی نظریہ (Experiential Learning Approach)

14.2.2.1 تجرباتی اکتسابی نقطہ نظر کے آلات

(Tools for Experiential Learning Approach)

14.2.3 مربوط نقطہ نظر (Integrated Approach)

14.2.4 خدماتی اکتساب کا طریقہ / نقطہ نظر (Service-Learning Approach)

14.3 اقدار اور ہم آہنگ زندگی (Values and Harmonious Life)

14.3.1 اقدار اور ہم آہنگ زندگی کا تصور (Concept of Values and Harmonious Life)

14.3.2 ذاتی اقدار اور ہم آہنگ زندگی کے درمیان تعلق

(The relationship between personal values and harmonious life)

14.3.3 فلاح و بہبود کے حصول کے لیے ذاتی نظریات اور طرز عمل میں توازن پیدا کرنے کی حکمت عملی:

(Strategies for aligning personal values with actions for achieving balance and well-being)

14.3.4 ذاتی اقدار کے ذریعے طالب علم کی فلاح و بہبود میں اساتذہ کا کردار:

(Teachers' Role in Cultivating Student's Well-being through Personal Values)

14.4 خلاصہ (Summary)

14.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

* Dr. Shaikh Wasim, Associate Professor, Center for Distance and Online Education, MANUU

14.6 فرہنگ (Glossary)

14.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

14.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

14.0 تعارف (Introduction)

آج کی تیزی سے بدلتی ہوئی اور ایک دوسرے سے جڑی ہوئی دنیا میں، افراد کو مختلف چیلنجوں اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے لیے اخلاقی فیصلہ سازی اور ذمہ دارانہ رویے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح، اقدار کی آبیاری ان افراد کی رہنمائی کرنے کے لیے اہم ہو جاتی ہے جو نہ صرف کامیاب ہوں بلکہ بامعنی اور دوسروں اور ماحول کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔

اقدار کی تعلیم دیانتداری، ہمدردی اور، احترام جیسے اصولوں کو جنم دے کر ذاتی اور سماجی بہبود کی بنیاد کا کام کرتی ہے۔ اس اکائی کے ذریعے، طلباء اقدار کی فراہمی کے لیے مختلف طریقوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ وہ متنوع حکمت عملیوں کو بھی تلاش کریں گے جو سیکھنے والوں کی ضروریات اور ترجیحات کو پورا کرے گی اور زیادہ سے زیادہ مصروفیت اور تاثیر کو یقینی بنائیں گی۔

موجودہ اکائی متعدد طریقوں پر مشتمل ہے، بشمول براہ راست ہدایات، تجرباتی سیکھنے، مربوط نقطہ نظر، اور خدماتی اکتساب۔ ہر نقطہ نظر طلباء کو اقدار پر غور کرنے، بامعنی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور اخلاقی تصورات کو اندرونی بنانے کا ایک الگ موقع فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، اکائی نصابی مضامین میں اقدار کو یکجا کرنے کی اہمیت پر بھی زور دیتی ہے۔ یہ اکائی ہم آہنگ زندگی گزارنے اور اقدار کے درمیان تعلق پر بحث کرتی ہے جموعی طور پر ایسے طلباء کی پرورش میں اقدار کی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتی ہے جو نہ صرف فکری طور پر ہنرمند ہوں بلکہ اخلاقی طور پر خالص، سماجی طور پر باشعور اور جذباتی طور پر مضبوط ہوں۔

14.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اقدار کی تعلیم کے متعدد طریقوں کو جانیں، جیسے براہ راست ہدایات، تجرباتی سیکھنے، مربوط نقطہ نظر، اور خدماتی اکتساب۔
- ذاتی اقدار اور اعمال کو فروغ دینے میں اساتذہ کے کردار کو سمجھے جو طالب علم کے توازن اور فلاح کا باعث بنتے ہیں۔
- ذاتی نظریات اور متوازن وجود کے درمیان تعلق کا جائزہ لیں۔
- ذاتی عقائد کو ایسے اعمال میں ضم کرنے کی تکنیکوں کی نشاندہی کریں جو توازن اور فلاح و بہبود کو فروغ دیتے ہیں۔
- افراد اور گروہوں کے درمیان پرامن زندگی کو فروغ دینے پر اقدار کی تعلیم کے اثرات کا جائزہ لیں۔

14.2 فروغ اقدار کے نقطہ نظر / طریقے / نظریہ (Approaches to Inculcate Values)

آج کے متحرک اور متنوع تعلیمی ماحول میں طلباء میں اخلاقی نظریات، سماجی ذمہ داری، اور اخلاقی اصولوں کی تعلیم دینا اساتذہ کا اہم کام ہے۔ اقدار کو ابھارنے کے لیے استعمال کیے جانے والے مختلف طریقوں کا ایک جائزہ اس حصے میں دیا گیا ہے، جس میں اخلاقی فیصلہ سازی، کردار کی نشوونما، اور پرامن باہمی تعاملات کو فروغ دینے میں اقدار کی تعلیم کی اہمیت پر توجہ دی گئی ہے۔ مختلف طریقوں جیسے براہ راست ہدایات، تجرباتی سیکھنے، مربوط نقطہ نظر، اور خدماتی اکتساب کا استعمال کرتے ہوئے، طلباء تعلیمی ماحول میں اقدار اور اخلاقیات کو مؤثر طریقے سے فروغ دینے کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

14.2.1 براہ راست ہدایات کا نظریہ (Direct Instruction Approach)

اقدار کی تعلیم میں براہ راست ہدایات کے نقطہ نظر میں استاد کی زیر قیادت منظم اسباق کے ذریعے اخلاقی اقدار، اخلاقیات، اور کردار کی خصوصیات کی منظم اور واضح تعلیم شامل ہے۔ یہ نقطہ نظر طلباء کو مخصوص اقدار اور اخلاقی اصولوں کی براہ راست ترسیل پر زور دیتا ہے، جس کا مقصد مطلوبہ طرز عمل اور رویوں کو جنم دینا ہے۔

اس نقطہ نظر میں، اساتذہ سہولت کار اور رہنما کا کردار ادا کرتے ہیں، مواد کو واضح، منظم اور ترتیب وار انداز میں فراہم کرتے ہیں۔ اہم اقدار اور تصورات کو طالب علموں تک مؤثر طریقے سے پہنچانے کے لیے اسباق کی احتیاط سے منصوبہ بندی کی جاتی ہیں اور پھر ترتیب وار انداز میں تشکیل دیا جاتا ہے۔ اساتذہ طلباء کو مشغول کرنے اور سیکھنے میں سہولت فراہم کرنے کے لیے مختلف تدریسی حکمت عملیوں اور وسائل کا استعمال کرتے ہوئے اخلاقی اقدار، اخلاقی مخمصوں اور مناسب طرز عمل کے بارے میں واضح ہدایات فراہم کرتے ہیں۔

براہ راست ہدایات کے ذریعے اقدار کی تعلیم فراہم کرنے کی تکنیک اور طریقے

(Techniques and methods for delivering value education through direct instruction)

براہ راست ہدایات کے ذریعے اقدار کی تعلیم فراہم کرنے کی تکنیکوں اور طریقوں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

1. لیکچر پر مبنی ہدایات (Lecture-Based Instruction): اساتذہ مخصوص اقدار، اخلاقی اصولوں، اور اخلاقی مخمصوں پر منظم لیکچرز یا پیشکشیں دیتے ہیں، جو طلباء کو حقائق پر مبنی معلومات، مثالیں اور وضاحتیں فراہم کرتے ہیں۔

2. سقراطی سوالات (Socratic questioning): اساتذہ طلباء کو تنقیدی سوچ اور عکاسی کرنے والے سوالات پوچھ کر مشغول کرتے ہیں جو انہیں اقدار سے متعلق مسائل کا تجزیہ کرنے اور متبادل نقطہ نظر پر غور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

3. کہانی سنانا (Storytelling): اساتذہ کہانی سنانے کو ایک طاقتور ٹول کے طور پر اخلاقی اسباق، اخلاقی مخمصے، اور کردار کی نشوونما کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایسے دلچسپ قصے کہانیاں، افسانے، چٹکلے اور بیان کرتے ہیں جو اہم اقدار اور خوبیوں کی عکاسی کرتے ہیں، طلباء کو بھیجے گئے پیغامات پر غور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

4. بحث و مباحثہ (Discussions and Debates): اساتذہ اخلاقی مسائل، اخلاقی مخمصوں، اور حقیقی زندگی کے حالات پر بات چیت اور مباحثے کی سہولت فراہم کرتے ہیں، طلباء کو مختلف نقطہ نظر اور نظریات کا تنقیدی تجزیہ اور جائزہ لینے کی ترغیب دیتے ہیں۔

5. کردار ادا کرنا اور منظر نامے پر مبنی اکتساب (Role-Playing and Scenario-Based Learning): اساتذہ طلباء کو کردار ادا کرنے اور منظر نامے پر مبنی سیکھنے کی مشقوں میں شامل کرتے ہیں، جہاں طلباء مختلف کرداروں اور عہدوں کو سنبھالتے ہیں، اخلاقی پیچیدگیوں کو تلاش کرتے ہیں، مسائل کو حل کرنے کی تکنیکوں کو بہتر بناتے ہیں، اور ہمدردی اور مختلف نقطہ نظر سے چیزیں دیکھنے کی صلاحیت کو فروغ دیتے ہیں۔

6. عکاسی اور جرنلنگ (Reflection and Journaling): اساتذہ اسباق میں عکاسی اور جرنلنگ کی سرگرمیوں کو شامل کرتے ہیں، طلباء کو اپنی اقدار، عقائد، اور طرز عمل پر غور کرنے اور اپنے خیالات اور احساسات کو تحریری طور پر بیان کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ خود آگاہی، خود کی عکاسی اور ذاتی ترقی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

7. اقدار کی وضاحت کی مشقیں (Values Clarification Exercises): یہ تکنیک طلباء کو اپنی اقدار، عقائد، اور ترجیحات کی شناخت اور درجہ بندی کرنے کی ترغیب دے کر انفرادی اقدار اور اخلاقی فیصلہ سازی پر گفتگو اور خود شناسی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

مجموعی طور پر، ڈائریکٹ انسٹرکشن اپروچ اقدار کی تعلیم کے لیے ایک منظم فریم ورک فراہم کرتا ہے، اساتذہ کو اخلاقی اقدار، اخلاقی اصولوں، اور کردار کی نشوونما کو مؤثر طریقے سے طلبہ تک پہنچانے کے لیے، ان کی اخلاقی نشوونما کو فروغ دیتا ہے۔

مجموعی طور پر، براہ راست ہدایات کا نظریہ اقدار کی تعلیم کے لیے ایک منظم اور منصوبہ بند فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ یہ طلباء کی اخلاقی ترقی کو فروغ دینے کے لیے اساتذہ کو اخلاقی اقدار، اخلاقی اصولوں اور کردار کی نشوونما کو مؤثر طریقے سے طلباء تک پہنچانے کے قابل بناتا ہے۔

14.2.2 تجرباتی اکتسابی نظریہ (Experiential Learning Approach)

تجرباتی اکتسابی نظریہ اس یقین میں جڑا ہوا ہے کہ افراد براہ راست تجربے اور اس تجربے پر غور کرنے کے ذریعے بہترین انداز میں سیکھتے ہیں۔ یہ فعال مشغولیت، شرکت، پر مبنی سیکھنے پر زور دیتا ہے، جو طلباء کو نظریاتی علم کو حقیقی دنیا کے حالات میں لاگو کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اقدار کی تعلیم کے تناظر میں، تجرباتی سیکھنے کا طریقہ ایک متحرک اور عمیق سیکھنے کا ماحول پیش کرتا ہے جہاں طلباء اخلاقی مخمصوں، اخلاقی اصولوں اور سماجی ذمہ داریوں کو بامعنی انداز میں تلاش کر سکتے ہیں۔ تجرباتی سرگرمیوں میں شامل ہو کر، طلباء نہ صرف اقدار کی گہری سمجھ حاصل کرتے ہیں بلکہ تنقیدی سوچ کی مہارت، ہمدردی اور خود آگاہی بھی پیدا کرتے ہیں۔

14.2.2.1 تجرباتی اکتسابی نقطہ نظر کے آلات (Tools for Experiential Learning Approach)

تجرباتی اکتساب کے نقطہ نظر کے چند الات درج ذیل ہیں۔

کردار ادا کرنا(Role-playing): کردار ادا کرنے کی سرگرمیوں میں طلباء کو مخصوص کردار اور نقلی منظر ناموں یا تعاملات میں حصہ لینا شامل ہے۔ اقدار کی تعلیم میں، کردار ادا کرنے سے طالب علموں کو ایک محفوظ اور کنٹرول شدہ ماحول میں مختلف نقطہ نظر، اقدار کے تنازعات، اور اخلاقی فیصلہ سازی کو تلاش کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ مثال کے طور پر، طلباء کردار ادا کر سکتے ہیں جن میں ہم جولی کا دباؤ، ایمانداری، یا ہمدردی شامل ہے، جو انہیں مشکل حالات میں اقدار کو لاگو کرنے کی مشق کرنے اور مواصلات اور مسئلہ حل کرنے کی مہارتوں کو فروغ دینے کے قابل بناتا ہے۔

نقلیں(Simulations): نقلیں سیکھنے کے عمیق تجربات ہیں جو حقیقی دنیا کے منظر ناموں یا ماحول کی نقل کرتے ہیں۔ اقدار کی تعلیم میں نقلیں طلباء کو مستند، ہینڈز آن تجربات میں مشغول ہونے کی اجازت دیتے ہیں جو پیچیدہ سماجی اور اخلاقی چیلنجوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، طلباء ایک نقلی کھیل میں حصہ لے سکتے ہیں جو محدود وسائل کے انتظام، ٹیم ورک کی حوصلہ افزائی، اور اخلاقی فیصلے کرنے کی نقل تیار کرتا ہے۔ نقلیں فعال مشغولیت، تنقیدی سوچ اور تعاون کو فروغ دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں اقدار کے اصولوں کا گہرا علم اور اطلاق ہوتا ہے۔

حقیقی زندگی کے تجربات(Real-Life Experiences): طلباء عملی ماحول میں اقدار اور اخلاقی مخمصوں کو دریافت کرنے کے لیے اپنی برادریوں، ترتیبات، یا سماجی حالات سے براہ راست مشغول ہوتے ہیں۔ اس میں کمیونٹی سروس پروجیکٹس، انٹرن شپس، فیلڈ ٹرپس، یا خدماتی اکتساب کے مواقع شامل ہوسکتے ہیں۔ حقیقی زندگی کے تجربات طلباء کو مختلف زاویوں، ثقافتوں اور سماجی حقائق سے روشناس کراتے ہیں، ہمدردی، ثقافتی علم، اور شہری فرض کو فروغ دیتے ہیں۔ کمرہ جماعت سے باہر بامعنی سرگرمیوں میں مشغول ہو کر، طلباء حقیقی دنیا کی مشکلات سے نمٹنے اور سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینے میں اقدار کے کردار کی بہتر سمجھ حاصل کر سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر، تجرباتی اکتساب کا طریقہ طلباء کو مستند، بامعنی تجربات میں شامل کر کے اقدار کی تعلیم کو فروغ دینے کا ایک طاقتور اور موثر ذریعہ پیش کرتا ہے جو عکاسی، ہمدردی، اور اخلاقی فیصلہ سازی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ نصاب میں کردار سازی، نقالی، اور حقیقی زندگی کے تجربات کو شامل کر کے، معلمین دلچسپ اور تبدیلی آمیز سیکھنے کا ماحول بنا سکتے ہیں جو طلباء کو اخلاقی طور پر ذمہ دار اور سماجی طور پر باشعور افراد بننے کے قابل بناتا ہے۔

14.2.3 مربوط نقطہ نظر(Integrated Approach)

اقدار کی تعلیم کے لیے مربوط نقطہ نظر تمام نصابی مضامین اور سیکھنے کے تجربات میں اقدار کی آمیزش پر زور دیتا ہے،، بجائے اس کے کہ اقدار کی تعلیم کو الگ یا اسٹینڈ الون جزو کے طور پر پیش کیا جائے۔ یہ نقطہ نظر اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اقدار انسانی زندگی اور سیکھنے کے ہر پہلو میں پھیلی ہوئی ہیں، اور اس لیے، تعلیمی عمل میں بغیر کسی رکاوٹ کے ضم ہونا چاہیے۔ مربوط نقطہ نظر تعلیمی مواد، حقیقی دنیا کے سیاق وسباق، اور طلباء کے ذاتی تجربات کے درمیان بامعنی روابط کے ذریعے اقدار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

اس نقطہ نظر میں، اقدار کو الگ الگ نہیں پڑھایا جاتا ہے بلکہ مختلف مضامین کے شعبوں میں تدریس اور سیکھنے کے تانے بانے میں باضابطہ طور پر بُنا جاتا ہے۔ معلمین جان بوجھ کر نصاب میں اقدار سے متعلق موضوعات، اخلاقی مخمصوں اور موضوع سے متعلقہ اخلاقی اصولوں کو دریافت کرنے کے مواقع کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نصاب میں اقدار کو ضم کر کے، اساتذہ ایک جامع تعلیمی ماحول تخلیق کرتے ہیں جو طلباء کی اخلاقی ترقی، تنقیدی سوچ اور سماجی ذمہ داری کو فروغ دیتا ہے۔

A. اقدار کی تعلیم کے لیے ایک مربوط نقطہ نظر

عملی طور پر، اقدار کی تعلیم کے لیے ایک مربوط نقطہ نظر کلاس روم کے ماحول کے مواد، طریقہ کار، اور تعلقات میں اقدار کو شامل کرنے پر مشتمل ہے۔ معلمین تعلیم، تشخیص، کلاس روم مینجمنٹ، اور باہمی روابط کے ذریعے اصولوں کو تقویت دینے کے طریقوں کو تسلیم کرتے ہوئے ایک جامع نقطہ نظر کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اساتذہ کے رویے کے ذریعے ماڈلنگ اقدار کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور کلاس روم میں ایک صحت مند ماحول پیدا کرتا ہے جو باہمی احترام، ہمدردی اور تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اقدار کی تعلیم کے لیے ایک مربوط نقطہ نظر میں بین المضامین سرگرمیوں، منصوبوں اور مباحثوں کے ذریعے واضح طور پر اقدار کی تعلیم دینا بھی شامل ہے۔ مثال کے طور پر، ماہرین تعلیم نصابی اکائیوں کو اس طرح تشکیل دے کہ جو سائنس، تاریخ، ادب، یا موجودہ واقعات سے متعلق اخلاقی مسائل کو تلاش کرتے ہو اور طلباء کو ان کی تعلیم کے اخلاقی مضمرات کا تجزیہ کرنے اور ان پر غور کرنے کی ترغیب دیتے ہو ۔ مزید برآں، اساتذہ اقدار کو تدریسی حکمت عملیوں میں ضم کر سکتے ہیں جیسے کہ باہمی اکتساب، مسئلہ پر مبنی اکتساب، اور استفسار پر مبنی اکتساب، جو طلباء کو تعاون کرنے، بات چیت کرنے، اور ان کی اقدار اور عقائد پر تنقیدی طور پر غور کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

B. نصاب کے مضامین میں اقدار کو شامل کرنا

نصاب کے مضامین میں اقدار کو شامل کرنے کے لیے اساتذہ کے درمیان منصوبہ بندی اور تعاون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ موجودہ سبق کے منصوبوں اور سرگرمیوں میں اقدار کو ضم کرنے کے مواقع کی نشاندہی کی جا سکے۔ اس میں سیکھنے کے مقاصد کو مخصوص اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنا، اخلاقی استدلال اور فیصلہ سازی کو فروغ دینے والے تدریسی مواد کو ڈیزائن کرنا، اور ایسے تشخیصی کاموں کی تخلیق کرنا شامل ہو سکتا ہے جو طلباء کی اقدار کے تصورات کی تفہیم اور اطلاق کا اندازہ لگاتے ہوں۔

مثال کے طور پر، بجٹ سازی اور مالیاتی خواندگی سے متعلق ریاضی کے سبق میں، طلباء ذاتی بجٹ بنا کر اور رقم خرچ کرنے اور بچانے کے اخلاقی تحفظات پر بحث کر کے ذمہ داری، کفایت شعاری، اور پائیداری کی قدروں کو تلاش کر سکتے ہیں۔ شہری مشغولیت اور جمہوریت پر سماجی مطالعہ کے سبق میں، طلباء تاریخی واقعات اور شہری حقوق اور سماجی سرگرمی سے متعلق عصری مسائل کا مطالعہ کر کے انصاف، مساوات اور شہریت کی اقدار کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر، اقدار کی تعلیم کے لیے مربوط نقطہ نظر سیکھنے کی مجموعی نوعیت کو تسلیم کرتا ہے اور تعلیمی تجربے کے تمام پہلوؤں میں اقدار کو شامل کر کے طلبہ میں اخلاقی بیداری، اخلاقی استدلال، اور سماجی ذمہ داری کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ تمام نصابی مضامین

میں اقدار کو یکجا کر کے، اساتذہ طلباء کو باخبر، اخلاقی فیصلہ ساز بننے کے لیے بااختیار بناسکتے ہیں جو اپنی برادریوں اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرسکتے ہیں۔

14.2.4 خدماتی اکتساب کا طریقہ / نقطہ نظر (Service-Learning Approach)

خدماتی اکتساب کا طریقہ معاشرتی خدمات (social service) کی سرگرمیوں کو اکتساب کے ساتھ مربوط کرتا ہے، تجرباتی اکتساب، شہری شرکت، اور سماجی ذمہ داری پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ روایتی معاشرتی خدمات کے برعکس، جو کہ ایک وقت کی رضاکارانہ یا خیراتی سرگرمیوں پر مشتمل ہوسکتی ہے، معاشرتی خدمات، خدمات کے تجربات کو نصاب میں شامل کرتی ہے، جس سے طلباء کو حقیقی دنیا کے حالات اور کمیونٹی کی ضروریات پر تعلیمی علم کا اطلاق کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ خدماتی اکتسابی پروگراموں میں اکثر معلمین، طلباء، معاشرتی تنظیموں اور اسٹیک ہولڈرز کے درمیان تعاون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان بامعنی خدمت کی سرگرمیوں کی نشاندہی کی جاسکے جو سیکھنے کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہوں۔

A. اقدار کی تعلیم میں خدماتی اکتساب کا کردار

(Role of Service-Learning Approach in Values Education)

خدماتی اکتساب کا طریقہ اقدار کی تعلیم میں اہم ہے کیونکہ یہ طلباء کو اخلاقی نظریات کو لاگو کرنے، ہمدردی ظاہر کرنے، اور سماجی ذمہ داری کے اعمال انجام دینے کی اجازت دیتا ہے۔ طلباء جب خدماتی اکتساب کے پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں تو ہمدردی، فراخدلی، شہری شمولیت، اور عالمی شہریت جیسے اصولوں کی بہتر گرفت حاصل کرتے ہیں۔ خدماتی اکتساب کے تجربات طلباء کو معاشرے کے ذمہ دار ارکان کے طور پر اپنی ذمہ داریوں اور ان کے اعمال کے اخلاقی نتائج کے بارے میں سوچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

خدماتی اکتساب کے منصوبے تنقیدی سوچ کی مہارتوں، مسائل کو حل کرنے کی صلاحیتوں، اور باہمی مہارتوں کی نشوونما کو بھی فروغ دیتے ہیں کیونکہ طلباء برادری کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ، کمیونٹی کے اراکین اور تنظیموں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ خدماتی اکتساب کی سرگرمیوں میں فعال طور پر حصہ لے کر، طلباء اپنے کام میں اختیار کا احساس حاصل کرسکتے ہیں، اور معاشرے میں مثبت اثر ڈالنے اور سماجی تبدیلی میں حصہ ڈالنے کی اپنی صلاحیت کو پہچان سکتے ہیں۔

B. اقدار کو فروغ دینے میں خدماتی اکتساب کی مثالیں

(Examples of Service-Learning Projects Aimed at Promoting Values)

خدماتی اکتساب کے منصوبوں کی مثالیں جن کا مقصد اقدار کو فروغ دینا ہے:

1. **ماحولیاتی ذمہ داری** (Environmental Stewardship): طلباء قدرتی وسائل کی پائیداری اور ذمہ دارانہ استعمال کو فروغ دینے کے لیے تحفظ، درخت لگانے، اور فضلہ کم کرنے کے پروگراموں میں شامل ہوسکتے ہیں۔

2. **سماجی مشغولیت اور بیداری** (Community Outreach and Advocacy): طلباء غربت، بے گھری، بھوک، اور امتیازی سلوک، ہمدردیا ور سماجی انصاف کو فروغ دینے جیسے سماجی خدشات سے نمٹنے کے لیے آؤٹ ریچ سرگرمیوں، وکالت کی مہموں، اور بیداری پیدا کرنے والے پروگراموں میں حصہ لے سکتے ہیں۔

3. **بین نسل پروگرام** (Intergenerational Programs): طلباء نسلی تقسیم کو ختم کرنے، باہمی احترام کو فروغ دینے، اور بین نسلی افہام وتفہیم کو فروغ دینے کے لیے مختلف نسلوں کے بزرگ افراد یا کمیونٹی کے اراکین کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔

4. **عالمی شہریت کے اقدامات** (Global Citizenship Initiatives): طلباء بین الاقوامی خدماتی اکتساب کے منصوبوں، ثقافتی تبادلے کے پروگراموں، بین الثقافتی تفہیم، عالمی بیداری، اور دنیا بھر میں متنوع کمیونٹیز میں ہمدردی کو فروغ دینے کے لیے انسانی امداد کی کوششوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔

5. **شہری مصروفیت اور قیادت کی ترقی** (Civic Engagement and Leadership Development): طلباء فعال شہریت، جمہوری شرکت، اور اخلاقی قائدانہ صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لیے کمیونٹی سروس ایونٹس، رضاکارانہ مواقع، یا لیڈرشپ ورکشاپس کا اہتمام کر سکتے ہیں، جو افراد کو اپنی کمیونٹیز میں مثبت سماجی تبدیلی کی وکالت کرنے کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر، خدماتی اکتساب کی سرگرمیاں طلباء کے اقدار کو عملی جامہ پہنانے، ہمدردی، جوابدہی، اور مشترکہ بھلائی کے لیے لگن پیدا کرنے کے بے شمار اور اہم مواقع فراہم کرتی ہیں۔ نصاب میں خدماتی اکتساب کو شامل کر کے اساتذہ طلباء کے سیکھنے کو بہتر بناتے ہوئے کردار کی نشوونما کو اور اخلاقی قائدانہ خصوصیات کو فروغ دے سکتے ہیں جو ایک پیچیدہ اور باہم جڑے ہوئے معاشرے میں کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے (Check Your Progress)
1۔ اقدار کی تعلیم سے کیا مراد ہے؟ 2۔ براہ راست ہدایات کی وضاحت کریں۔ 3۔ اقدار کی تعلیم کے لیے مربوط نقطہ نظر کی وضاحت کریں۔

14.3 اقدار اور ہم آہنگ زندگی (Values and Harmonious Life)

14.3.1 اقدار اور ہم آہنگ زندگی کا تصور (Concept of Values and Harmonious Life)

اقدار افراد کے رویوں، طرز عمل اور زندگی کے انتخاب کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ ہم آہنگی والی زندگی گزارنے کا مطلب ہے کہ اپنے طرز عمل اور فیصلوں کو ذاتی اقدار، عقائد اور اصولوں کے ساتھ ملایا جائے۔ جب لوگ اپنی اقدار کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، تو وہ سالمیت، صداقت اور تکمیل کا احساس محسوس کرتے ہیں، جو عمومی فلاح و بہبود اور زندگی کی تسکین میں معاون ہے۔

14.3.2 ذاتی اقدار اور ہم آہنگ زندگی کے درمیان تعلق

(The relationship between personal values and harmonious life)

ذاتی اقدار کے درمیان تعلق کو دریافت کرنے اور ایک ہم آہنگ زندگی گزارنے میں یہ سمجھنا شامل ہے کہ ہماری اقدار ہمارے رویوں، طرز عمل اور مجموعی فلاح و بہبود کو کیسے متاثر کرتے ہیں۔ ذاتی اقدار وہ عقائد اور اصول ہیں جو افراد کے فیصلوں، اعمال اور ترجیحات کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ ایک کمپاس کے طور پر کام کرتے ہیں، جو ہمارے خیالات کی رہنمائی کرتے ہیں کہ زندگی میں کیا اہم، بامعنی، اور فائدہ مند ہے۔ ہم آہنگی والی زندگی گزارنے کا مطلب ہے اپنے اعمال اور انتخاب کو ہماری بنیادی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنا، دیانتداری، صداقت اور اندرونی سکون کے احساس کو فروغ دینا۔

درج ذیل کچھ ایسے اقدامات ہیں جن کے ذریعے ہم ذاتی اقدار اور ہم آہنگ زندگی گزارنے کے درمیان تعلق کو تلاش کرسکتے ہیں:

1۔ **ذاتی اقدار کی شناخت(Identifying Personal Values)**: اس تعلق کو تلاش کرنے کے لیے، ہمیں پہلے اپنی ذاتی اقدار کی شناخت اور وضاحت کرنی چاہیے۔ اس کے لیے خود شناسی اور غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ ہمارے لیے اصل میں کیا اہم ہے، ہم کس چیز کے لیے کھڑے ہیں، اور ہماری زندگی کو کیا معنی اور مقصد دیتا ہے۔ ذاتی قدریں موضوعات کی ایک وسیع رینج کا احاطہ کرسکتی ہیں، جن میں دیانتداری، شفقت، انصاف، خاندان، تعلقات، کام، روحانیت، اور ذاتی ترقی شامل ہیں۔

2۔ **صف بندی میں رہنا(Living in Alignment)**: ایک بار جب ہم نے اپنی بنیادی اقدار کی نشاندہی کرلی تو اگلا مرحلہ ان کے ساتھ صف بندی میں رہنا ہے۔ اس میں ہماری زندگی کے تمام شعبوں جیسے تعلقات، ملازمت، تفریحی سرگرمیاں، اور روزمرہ کے معمولات میں شعوری انتخاب اور فیصلے کرنا شامل ہے۔ جو ہمارے عقائد سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ہم آہنگی اور صداقت کا احساس تب پیدا ہوتا ہے جب ہمارے طرز عمل ہماری اقدار کے مطابق ہوتے ہیں، اور اس سے ہمیں ایک پرامن اندرونی حالت حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

3۔ **توازن کا حصول(Achieving Balance)**: ایک ہم آہنگ زندگی کے لیے ہماری اقدار اور ترجیحات میں توازن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ہمارے پاس متعدد اقدار ہیں، جن میں سے کچھ ایک دوسرے سے متصادم ہوسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، پیشہ ورانہ اہداف کو خاندانی ذمہ داریوں یا مالی استحکام کے ساتھ ذاتی ترقی کے اہداف کے ساتھ جوڑنا۔ توازن کے حصول کے لیے شعوری ترجیح، حدبندی، اور خود کی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب توجہ اور پرورش حاصل ہو۔

4۔ فلاح و بہبود کو بڑھانا(**Enhancing Well-being**): جب ہم اپنی اقدار کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، تو ہم زیادہ سے زیادہ خوشحالی اور زندگی کی اطمینان کا تجربہ کرتے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ جو لوگ اپنی اقدار کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں ان میں نفسیاتی تندرستی، لچک اور موضوعی خوشی کی سطح بہتر ہوتی ہے۔ سچائی کے ساتھ زندگی گزارنا اور اس کی پیروی کرنا جو ہمارے لیے واقعی اہم ہے تکمیل اور مقصد کے احساس کو فروغ دیتا ہے، جو مجموعی ذہنی، جذباتی اور روحانی صحت میں معاون ہے۔

5۔ **چیلنجوں کا سامنا کرنا**(**Navigating Challenges**): ذاتی اقدار کے درمیان تعلق کو تلاش کرنے اور ایک ہم آہنگ زندگی گزارنے کے راستے میں چیلنجوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا بھی شامل ہے۔ بعض اوقات، ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جہاں ہمارے اقدار کا امتحان لیا جاتا ہے، یا ہمیں ایسے مخصوص کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کے لیے مشکل انتخاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں، یہ ضروری ہے کہ ہم رہنما اصولوں کے طور پر اپنی اقدار پر بھروسہ کریں، مشکلات کے باوجود اپنے عقائد پر قائم رہیں۔

مندرجہ بالا اقدامات کا اطلاق سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ذاتی اقدار کے درمیان تعلق کو تلاش کرنا اور ہم آہنگ زندگی گزارنا خود کی دریافت، خود آگاہی اور شعوری زندگی کا سفر ہے۔ اپنی اقدار کو سمجھ کر، اپنے اعمال کو ان کے ساتھ ہم آہنگ کر کے، توازن حاصل کر کے، فلاح و بہبود کو بڑھا کر، مشکلات سے نمٹ کر، ہم ایک ایسی زندگی بنا سکتے ہیں جو مستند، بامعنی اور ہماری خواہشات کے مطابق ہو۔

14.3.3 فلاح و بہبود کے حصول کے لیے ذاتی نظریات اور طرز عمل میں توازن پیدا کرنے کی حکمت عملی:

(Strategies for aligning personal values with actions for achieving balance and well-being)

ذاتی عقائد کو ان سرگرمیوں کے ساتھ مربوط کرنے کی حکمت عملی جو توازن اور فلاح کو فروغ دیتی ہیں ان میں بامقصد اعمال اور طرز عمل شامل ہیں جن کا مقصد حقیقی طور پر اور بنیادی اقدار کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ یہ حکمت عملی افراد کو اپنی اقدار کو قابل عمل اقدامات میں ترجمہ کرنے میں مدد کرتی ہے جو سالمیت، تکمیل اور مجموعی فلاح و بہبود کے احساس کو فروغ دیتے ہیں۔ یہاں کچھ تفصیلی حکمت عملی ہیں:

1۔ **خود کی عکاسی اور اقدار کی وضاحت**(**Self-Reflection and Values Clarification**): سب سے پہلے، اپنی ذاتی اقدار کو دریافت کرنے اور واضح کرنے کے لیے خود عکاسی میں مشغول ہوں۔ اس بات پر غور کریں کہ آپ کے لیے سب سے اہم کیا ہے، کون سے اصول آپ کے فیصلوں کی رہنمائی کرتے ہیں، اور آپ کی زندگی کو کیا معنی اور مقصد دیتا ہے۔ اپنی اقدار کو لکھیں اور ان کی اہمیت کے مطابق انہیں ترجیح دیں۔ اقدار کی وضاحت کا یہ عمل آپ کے اعمال کو آپ کی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

2۔ **اقدار کے ساتھ ہم آہنگ اہداف مقرر کریں**(**Set Goals Aligned with Values**): ایک بار جب آپ نے اپنی اقدار کو واضح کر لیا تو، ان کے ساتھ ہم آہنگ اہداف اور ارادے طے کریں۔ مخصوص، قابل پیمائش، قابل حصول، متعلقہ، اور وقت کے پابند (specific, measurable, achievable, relevant, and time-bound -SMART-) اہداف کی وضاحت کریں جو

آپ کی بنیادی اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر آپ کی اقدار میں سے ایک صحت اور تندرستی ہے، تو ورزش، غذائیت، تناؤ کے انتظام اور خود کی دیکھ بھال سے متعلق اہداف مقرر کریں۔ اپنے مقاصد کو اپنی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنا آپ کے اعمال اور فیصلوں کے لیے ایک واضح سمت فراہم کرتا ہے۔

3۔ **ذہن سازی اور شعوری فیصلہ سازی کی مشق**(Practice Mindfulness and Conscious Decision-Making): ذہن سازی اور موجودہ لمحے سے آگاہی آپ کو اپنے خیالات، احساسات اور اعمال کے بارے میں مزید آگاہی حاصل کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔ مراقبہ، گہرا سانس لینا، اور یا جسم کی سکیننگ یہ تمام ذہن سازی کی مشقیں ہیں جو آپ کو خود آگاہی اور خود کو منظم کرنے میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ جب کسی فیصلے یا انتخاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، توقف کریں اور غور کریں کہ ہر متبادل آپ کی اقدار کے ساتھ کس طرح مطابقت رکھتا ہے۔ ایسے طرز عمل کا انتخاب کریں جو آپ کی اقدار کے مطابق ہوں اور ان سے آپ کی مجموعی فلاح و بہبود کا امکان ہو۔

4۔ **صداقت کو ترجیح دیں**(Prioritise Authenticity): اپنے آپ کو ایسے لوگوں اور سرگرمیوں سے گھیر لیں جو آپ کی اقدار اور صداقت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں۔ دوسروں کے ساتھ تعلقات استوار کریں جو آپ کی اقدار کا اشتراک کرتے ہیں اور آپ کی ذاتی ترقی اور فلاح و بہبود کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ان چیزوں میں حصہ لیں جو آپ کو خوشی، تکمیل اور مقصد کا احساس فراہم کرتی ہیں۔ مستند روابط اور بامعنی تجربات لوگوں کو اپنی زندگیوں کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ محسوس کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

5۔ **خود ہمدردی اور خود کی دیکھ بھال کی مشق کریں**(Practice Self-Compassion and Self-Care): جب آپ اپنے اعمال کو اپنی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اپنے تئیں مہربان اور ہمدرد بنیں۔ اپنے آپ کو سمجھ، قبولیت اور مہربانی کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے خود رحمی کی مشق کریں، خاص طور پر مشکل وقتوں میں۔ خود کی دیکھ بھال کی سرگرمیوں کو ترجیح دیں جو آپ کے جسم، دماغ اور روح کی پرورش کرتی ہیں، جیسے مناسب نیند، صحت مند غذائیت، باقاعدگی سے ورزش، آرام کی تکنیک، مشاغل، اور تخلیقی سرگرمیاں۔ توازن اور تندرستی کو برقرار رکھنے کے لیے اپنا خیال رکھنا ضروری ہے۔

6۔ **ضرورت کے مطابق جائزہ لیں اور مطابقت کریں**(Evaluate and Adjust as Needed): رویے، طرز زندگی، اور اعمال کے بارے میں اپنے انتخاب کا مستقل جائزہ لیں تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ آپ کی عمومی فلاح و بہبود کی حمایت کرتے ہیں اور آپ کی اقدار کے مطابق ہیں۔ چیزوں کو متوازن اور مطابقت پذیر رکھنے کے لیے جب ضروری ہو تو سمتوں یا کورسز کو تبدیل کرنے کے لیے تیار رہیں۔ اپنے تجربات پر دوبارہ غور کریں، اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے سبق حاصل کریں، اور اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے کو بہتر بنانے کے لیے تنقید اور فیڈبیک کا استعمال کریں۔

ان حکمت عملیوں کو مستقل طور پر نافذ کرنے سے، افراد اپنے اعمال کو اپنی ذاتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرسکتے ہیں، سالمیت اور صداقت کا احساس پیدا کرسکتے ہیں، اور اپنی زندگی میں مجموعی توازن اور فلاح و بہبود کو فروغ دے سکتے ہیں۔

14.3.4 ذاتی اقدار کے ذریعے طالب علم کی فلاح و بہبود میں اساتذہ کا کردار

(Teachers' Role in Cultivating Student Well-being through Personal Values)

طلباء کے رویے، کردار، اور عمومی نشو و نما کو متاثر کرنے میں اساتذہ کا ایک کثیر جہتی اور اہم کردار ہوتا ہے جو ذاتی اقدار اور سرگرمیوں کا نمونہ بنا کر ان کے لیے توازن اور فلاح کا باعث بنتے ہیں۔۔ اساتذہ رول ماڈل، سرپرست اور رہنما کے طور پر کام کرتے ہیں جو نہ صرف علمی معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ ان اقدار، رویوں اور زندگی کی مہارتوں کو بھی فروغ دیتے ہیں جو طلباء کی ذاتی ترقی اور بہبود میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے کردار کی تفصیلی وضاحت حسب ذیل ہے:

1۔ **مثالی اقدار(Exemplifying Values)**: اساتذہ اپنے الفاظ، اعمال، اور طلباء کے ساتھ بات چیت کے ذریعے ذاتی اقدار کے نمونے کے طور پر ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اپنے تدریسی عمل میں دیانتداری، ہمدردی اور احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اساتذہ مثبت اور اخلاقی طرز عمل کا نمونہ بنکر تعمیری رویے اور اخلاقی طرز عمل کی ایک مثال قائم کر سکتے ہیں۔

2۔ **نصاب میں انضمام(Integration into Curriculum)**: اساتذہ اقدار کی تعلیم کو متعدد موضوعات اور سیکھنے کے تجربات میں شامل کر سکتے ہیں۔ ان میں بحثیں، سرگرمیاں، اور تفویضات شامل ہیں جو طلباء کو ذاتی عقائد، اخلاقی پریشانیوں، اور ان کی زندگیوں پر لاگو اخلاقی اصولوں کو دریافت کرنے اور ان پر غور کرنے کے لیے مشغول کرتے ہیں۔ اساتذہ ادب، تاریخ، سماجی علوم اور دیگر مضامین کا استعمال طالب علموں کو حقیقی دنیا کے حالات میں اقدار کو دریافت کرنے اور تنقیدی سوچ کی صلاحیتوں کو استوار کرنے میں مدد کے لیے کر سکتے ہیں۔

3۔ **عکاسی کی سہولت(Facilitating Reflection)**: اساتذہ طلباء کو عکاس سرگرمیوں میں مشغول ہونے اور اقدار سے متعلق موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے محفوظ اور معاون سیکھنے کی ترتیبات کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ طلباء سے اپنے عقائد، رویوں اور طرز عمل پر سوال اٹھانے کی تاکید کرتے ہیں، جو خود آگاہی، ہمدردی اور نقطہ نظر کو فروغ دیتے ہیں۔ اساتذہ رہنمائی کی عکاسی کا استعمال کرتے ہیں تاکہ طلباء کو ان کی اقدار، طاقتوں اور بہتری کے شعبوں کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے میں مدد ملے، جس سے وہ زیادہ باخبر اور اخلاقی فیصلے کر سکیں۔

4۔ **سماجی اور جذباتی تعلیم کو فروغ دینا(Promoting Social and Emotional Learning)**: اساتذہ طلباء کی سماجی-جذباتی مہارتوں کو فروغ دیتے ہیں، بشمول خود آگاہی، خود نظم و نسق، سماجی بیداری، رابطہ سازی، اور ذمہ دارانہ فیصلہ سازی۔ اساتذہ سماجی اور جذباتی اکتساب کے پروگراموں اور سرگرمیوں کا استعمال طالب علموں کو لچک، ہمدردی، اور باہمی قابلیت پیدا کرنے میں مدد کرنے کے لیے کرتے ہیں، جو صحت مند تعلقات بنانے، تنازعات کو حل کرنے، اور زندگی کے مسائل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہیں۔

5۔ **فلاح و بہبود میں معاونت(Supporting Well-being)**: اساتذہ جامع، ثقافتی طور پر جوابدہ سیکھنے کی ترتیبات بنا کر طلباء کی مجموعی ترقی کو ترجیح دیتے ہیں جو جسمانی، ذہنی اور جذباتی تندرستی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ وہ ذاتی مدد، حوصلہ افزائی، اور مثبت کمک فراہم

کر کے تعلیمی، سماجی اور جذباتی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، جبکہ تعلق، خود مختاری، اور قابلیت کو بھی فروغ دیتے ہیں، یہ سب عمومی بہبود اور تعلیمی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔

6۔ **خاندانوں اور کمیونٹیز کے ساتھ تعاون کرنا(Collaborating with Families and Communities):** اساتذہ اقدار کی تعلیم کو تقویت دینے اور طلباء کی مجموعی طور پر فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لیے خاندانوں، نگہداشت کرنے والوں، اور کمیونٹی اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ وہ والدین کو اقدار کے بارے میں بات چیت میں شامل کرتے ہیں، خاندان کی شمولیت کے لیے وسائل فراہم کرتے ہیں، اور سیکھنے کو کلاس روم سے آگے بڑھانے کے لیے کمیونٹی پارٹنر شپ تلاش کرتے ہیں۔ متنوع اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ باہمی تعاون پر مبنی تعلقات کو فروغ دے کر، اساتذہ ایک مربوط سپورٹ نیٹ ورک بناتے ہیں جو طلباء کی مجموعی ترقی اور فلاح و بہبود کو فروغ دیتا ہے۔

آخر میں، اساتذہ طلباء کے لیے توازن اور فلاح و بہبود کے لیے اقدامات کے ساتھ ذاتی اقدار کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اپنے مثالی رویے، مربوط نصاب، عکاس طرز عمل، سماجی اور جذباتی سیکھنے کے اقدامات، فلاح و بہبود کے لیے تعاون، اور باہمی اشتراک کے ذریعے، اساتذہ طالب علموں کو با مقصد، اخلاقی، اور اپنی اقدار کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچئے(Check Your Progress)
1۔ ہم آہنگ زندگی کی تعریف کریں اور توازن اور فلاح و بہبود کے احساس کو حاصل کرنے میں ذاتی اقدار کے کردار پر تبادلہ خیال کریں۔ 2۔ اساتذہ طلباء کے اعمال کو ان کی ذاتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں کس طرح مدد دے سکتے ہیں؟ دو حکمت عملی فراہم کریں۔ __________ __________

14.4 خلاصہ (Summary)

اس پورے اکائی کے دوران، ہم نے اقدار کی تعلیم کے لیے مختلف طریقوں اور ہم آہنگی کی زندگی کو فروغ دینے پر ان کے گہرے اثرات کی ایک جامع تحقیق کی ہے۔ متنوع طریقہ کار جیسے کہ براہ راست ہدایات، تجرباتی سیکھنے، مربوط نقطہ نظر، اور خدماتی اکتساب کو بروئے کار لا کر، اساتذہ مؤثر طریقے سے طلبہ میں اقدار، اخلاقیات اور اخلاقی اصولوں کی اہمیت کو ابھار سکتے ہیں۔

یہ نقطہ نظر طلباء کو اپنی اقدار پر غور کرنے، با معنی تجربات میں مشغول ہونے، اور اخلاقی معیارات کو اندرونی بنانے کے انمول مواقع فراہم کرتے ہیں جو ان کے طرز عمل اور فیصلہ سازی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ نصاب کے مضامین میں اقدار کو مربوط کر کے اور ذاتی اور سماجی بہبود سے ان کی مطابقت پر زور دیتے ہوئے، معلمین طلباء کو با مقصد اور اخلاقی زندگی گزارنے کے لیے ضروری مہارتوں اور نقطہ نظر سے آراستہ کرتے ہیں۔

مزید بر آں، اس اکائی نے ذاتی اقدار اور ہم آہنگ زندگی گزارنے کے درمیان اندرونی تعلق کو اجاگر کیا ہے۔ خود شناسی، خود آگاہی، اور جان بوجھ کر عمل کے ذریعے، افراد اپنے طرز عمل کو اپنے اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کر سکتے ہیں، اس طرح سالمیت، صداقت اور تکمیل کے احساس کو فروغ دے سکتے ہیں۔ خود عکاسی، ہدف کا تعین، ذہن سازی، مستند رشتے، خود ہمدردی، اور مسلسل تشخیص اور ایڈ جسٹمنٹ جیسی حکمت عملی صف بندی کی طرف اس سفر میں رہنما اصول کے طور پر کام کرتی ہے۔

آخر میں، اقدار کی تعلیم افراد کی ہمہ گیر ترقی میں ایک سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، جو نہ صرف علمی مہارت بلکہ اخلاقی دیانت، سماجی ذمہ داری، اور جذباتی لچک کو بھی پروان چڑھاتی ہے۔ اقدار کی گہری تفہیم اور حقیقی زندگی کے سیاق وسباق میں ان کے عملی اطلاق کو فروغ دے کر، ماہرین تعلیم طلباء کو زندگی کی پیچیدگیوں کو دیانتداری، ہمدردی اور دانشمندی کے ساتھ نیویگیٹ کرنے کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں، جو بالآخر ایک زیادہ ہم آہنگ اور پائیدار دنیا کی تخلیق میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

14.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس یونٹ کی تکمیل کے بعد، طلباء اس قابل ہوگئے کہ:

1۔ اقدار کی تعلیم کے لیے مختلف طریقوں کی وضاحت کریں، بشمول براہ راست ہدایات، تجرباتی سیکھنے، مربوط طریقے، اور خدماتی اکتساب۔

2۔ طلباء میں توازن اور فلاح وبہبود کے حصول کے لیے ذاتی اقدار اور اعمال کو فروغ دینے میں اساتذہ کا مطلوبہ کردار ادا کریں۔

3۔ سالمیت، صداقت اور تکمیل جیسے عوامل پر غور کرتے ہوئے، ذاتی اقدار اور ہم آہنگ زندگی گزارنے کے درمیان تعلق کا تجزیہ کریں۔

4۔ ذاتی اور پیشہ ورانہ سیاق وسباق میں توازن اور فلاح وبہبود کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کے ساتھ ذاتی اقدار کو ہم آہنگ کرنے کے لیے حکمت عملیوں کا اطلاق کریں۔

5۔ سماجی بہبود اور پائیداری کے لیے اس کے مضمرات پر غور کرتے ہوئے، افراد اور کمیونٹیز کے اندر ہم آہنگ زندگی کو فروغ دینے پر اقدار کی تعلیم کے اثرات کا جائزہ لیں۔

14.6 فرہنگ (Glossary)

1۔ **اقدار کی تعلیم (Values Education)**: ذاتی اور سماجی بہبود کو فروغ دینے کے لیے اخلاقی اقدار، اخلاقی اصولوں، اور کردار کی خصوصیات کو سکھانے اور پیدا کرنے کا عمل۔

2۔ **براہ راست ہدایات (Direct Instruction)**: ایک تدریسی طریقہ جس میں واضح اور منظم تدریس شامل ہوتی ہے، جہاں اساتذہ براہ راست لیکچرز، مظاہروں، اور گائیڈڈ پریکٹس کے ذریعے طلباء کو علم، تصورات اور اقدار فراہم کرتے ہیں۔

3۔ **تجرباتی اکتساب (Experiential Learning)**: ایک ہینڈ آن اور فعال سیکھنے کا طریقہ جو طلباء کو حقیقی زندگی کے تجربات، نقالی، اور کردار ادا کرنے کی سرگرمیوں میں شامل کرتا ہے تاکہ اقدار کی گہری سمجھ اور اطلاق کو فروغ دیا جا سکے۔

4۔ **مربوط نقطہ نظر(Integrated Approach):** ایک تدریسی نقطہ نظر جو نصابی مضامین میں اقدار کی تعلیم کو مربوط کرتا ہے، تعلیمی مواد اور حقیقی دنیا کے سیاق و سباق کے ساتھ اقدار کے باہمی ربط پر زور دیتا ہے۔

5۔ **خدماتی اکتساب لرننگ(Service-Learning):** ایک تعلیمی نقطہ نظر جو معاشرتی خدمات کو اکتساب کے ساتھ جوڑتا ہے، جس سے طلباء کو ہمدردی اور سماجی ذمہ داری جیسی اقدار کو فروغ دیتے ہوئے معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنے علم اور ہنر کو استعمال کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

6۔ **ہم آہنگ زندگی(Harmonious Life):** توازن، تکمیل، اور فلاح و بہبود کی حالت جو ذاتی اقدار، اخلاقی اصولوں، اور بامعنی اعمال کے ساتھ صف بندی کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے جو انفرادی اور معاشرتی فلاح و بہبود میں معاون ہوتی ہے۔

14.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Questions)

1۔ اقدار کی تعلیم کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

a. تعلیمی فضیلت کو فروغ دینا
b. ذاتی اور سماجی بہبود کو فروغ دینا
c. معیاری ٹیسٹ کے اسکور کو بڑھانا
d. طلباء کے درمیان مقابلے کی حوصلہ افزائی کرنا

2۔ اقدار کی تعلیم کا کون سا نقطہ نظر تجربات اور حقیقی زندگی کے استعمال پر زور دیتا ہے؟

a. براہ راست ہدایت
b. تجرباتی تعلیم
c. جامع حل
d. سروس سیکھنا

3۔ اقدار کی تعلیم کے لیے ایک مربوط انداز میں، اقدار کو نصاب میں کیسے شامل کیا جاتا ہے؟

a. لیکچرز اور براہ راست ہدایات کے ذریعے
b. ہینڈ آن تجربات اور نقالی کے ذریعے
c. مختلف مضامین اور سیکھنے کے تجربات م کے ذریعے
d. کمیونٹی سروس کے منصوبوں کے ذریعے

4۔ خدماتی اکتساب کا تصور کیا ہے؟

a. کمیونٹی سروس کی سرگرمیوں کے ذریعے سیکھنا
b. اساتذہ سے براہ راست ہدایات کے ذریعے سیکھنا
c. تجرباتی نقالی کے ذریعے سیکھنا
d. انفرادی عکاسی کے ذریعے سیکھنا

5۔ اقدار کی تعلیم کو فروغ دینے میں مندرجہ ذیل میں سے کون اساتذہ کا کلیدی کردار ہے؟

a. معیاری ٹیسٹ کی تیاری فراہم کرنا
b. اخلاقی رویے اور اقدار کی ماڈلنگ
c. طلباء کے درمیان مسابقت کو فروغ دینا
d. متنازعہ موضوعات پر گفتگو سے گریز کرنا۔

6۔ اصطلاح "ہم آہنگی کی زندگی" سے کیا مراد ہے؟

a. چیلنجوں اور مشکلات کے بغیر زندگی
b. مادی املاک سے بھری زندگی

c. ذاتی اقدار اور فلاح و بہبود کے ساتھ سیدھ میں زندگی   d. ایک زندگی صرف اور صرف علمی کامیابی پر مرکوز ہے۔

7۔ کون سا نقطہ نظر لیکچرز اور مظاہروں کے ذریعے اقدار کی براہ راست تعلیم پر زور دیتا ہے؟

a. تجرباتی تعلیم   b. براہ راست ہدایت   c. جامع حل   d. سروس سیکھنا

8۔ تجرباتی تعلیم اقدار کی تعلیم کو کیسے فروغ دیتی ہے؟

a. کمیونٹی سروس کے منصوبوں کے ذریعے   b. ہینڈز آن تجربات اور حقیقی زندگی کے نقوش کے ذریعے

c. لیکچرز اور براہ راست ہدایات کے ذریعے   d. معیاری جانچ کے ذریعے

9۔ اقدار کی تعلیم کا بنیادی مرکز کیا ہے؟

a. تعلیمی مقابلے کو فروغ دینا   b. ذاتی اور سماجی بہبود کو فروغ دینا

c. انفرادی دولت میں اضافہ   d. اخلاقی تحفظات کو نظر انداز کرنا

10۔ سروس لرننگ پروجیکٹس میں اساتذہ کا کیا کردار ہے؟

a. طلباء کی جانب سے منصوبوں کو مکمل کرنا   b. کمیونٹی سروس میں طلباء کی شرکت کی نگرانی کرنا

c. کمیونٹی سروس میں طلباء کی شمولیت کو نظر انداز کرنا   d. کمیونٹی سروس میں مشغول ہونے سے طلباء کی حوصلہ شکنی کرنا

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ اقدار کی تعلیم سے کیا مراد ہے؟

2۔ براہ راست ہدایات کی وضاحت کریں۔

3۔ تجرباتی تعلیم سے کیا مراد ہے؟

4۔ اقدار کی تعلیم کے لیے مربوط نقطہ نظر کی وضاحت کریں۔

5۔ خدماتی اکتساب سے کیا مراد ہے؟

6۔ ہم آہنگ زندگی کا مفہوم بیان کریں

7۔ اقدار کی تعلیم کو فروغ دینے میں اساتذہ کے کردار پر روشنی ڈالے۔

8۔ ذاتی اقدار کو اعمال کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں خود کی عکاسی کیوں اہم ہے؟

9۔ تجرباتی اکتساب کی سرگرمیوں کی کچھ مثالیں بیان کریں۔

10۔ خدماتی اکتساب طلباء کی ذاتی اور سماجی ترقی میں کس طرح معاون ہے؟

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ اقدار کی تعلیم کے لیے براہ راست ہدایات کے نقطہ نظر کی وضاحت کریں اور ایک مثال فراہم کریں کہ اسے کلاس روم میں کیسے لاگو کیا جاسکتا ہے۔

2۔ تجرباتی تعلیم طلباء میں اقدار کی نشوونما میں کس طرح تعاون کرتی ہے؟ اس نقطہ نظر کو واضح کرنے کے لیے ایک حقیقی زندگی کا منظر نامہ فراہم کریں۔

3۔ اقدار کی تعلیم کے لیے مربوط نقطہ نظر کی وضاحت کریں اور طلباء کی مجموعی ترقی کے لیے اس کے فوائد پر تبادلہ خیال کریں۔

4۔ خدماتی اکتساب سے کیا مراد ہے؟ یہ طلباء میں ہمدردی اور سماجی ذمہ داری جیسی اقدار کو کیسے فروغ دیتی ہے؟

5۔ اساتذہ طلباء کے اعمال کو ان کی ذاتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں کس طرح مدد دے سکتے ہیں؟ دو حکمت عملی فراہم کریں۔

6۔ معاشرے میں اقدار کے بحران کے ممکنہ نتائج کیا ہیں، اور تعلیم ان چیلنجوں کو کیسے کم کر سکتی ہے؟

7۔ تجرباتی اکتساب سے طلباء کو اقدار سیکھنے میں کیسے مدد ملتی ہے؟ مناسب مثالوں کے ساتھ تفصیل سے بیان کریں۔

8۔ اساتذہ مختلف مضامین میں اقدار کیسے پڑھا سکتے ہیں، اور یہ کیوں ضروری ہے؟ تفصیل سے بتائیں۔

9۔ اقدار کی تعلیم کے لیے خدماتی اکتساب کیوں ضروری ہے؟ مناسب مثالوں کے ساتھ تفصیل سے بیان کریں۔

10۔ ہمارا اقدار ہماری خوشی کو کیسے متاثر کرتے ہیں، اور ہم اپنی اقدار کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

14.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Materials)

- Kohlberg, L. (1984). The psychology of moral development: The nature and validity of moral stages (Vol. 2). Harper & Row.
- Dewey, J. (1938). Experience and education. Simon and Schuster.
- Lickona, T. (1991). Educating for character: How our schools can teach respect and responsibility. Bantam.
- Gardner, H. (1999). Intelligence reframed: Multiple intelligences for the 21st century. Basic Books.
- Noddings, N. (2002). Starting at home: Caring and social policy. University of California Press.
- Wiggins, G., & McTighe, J. (2005). Understanding by design. ASCD.

- Benson, P. L., & Roehlkepartain, E. C. (Eds.). (2008). Sparking the positive revolution: A public opinion study on the inner lives of teens and the practice of youth and community development. Search Institute.
- Howard, G. R. (2003). We can't teach what we don't know: White teachers, multiracial schools. Teachers College Press.
- Seligman, M. E. P., & Csikszentmihalyi, M. (2000). Positive psychology: An introduction. American Psychologist, 55(1), 5–14.
- Palmer, P. J. (1998). The courage to teach: Exploring the inner landscape of a teacher's life. Jossey-Bass.
- Shaikh Shabbir, Shaikh & Jadhav, Dr. (2014). Code of Professional Ethics for Teachers. 2. 62-66.
- Shaikh Shabbir, Shaikh. (2018). CHANGING PEDAGOGIES TO COPE UP WITH NEW GENERATION.
- Shaikh, Dr. Professional Ethics and Teaching Competency of Teachers. Lulu Publication, 5 Mar. 2022. Retrieved from https://scholar.google.com/scholar?oi=bibs&cluster=1611994965291624583&btnI=1&hl=en

اکائی 15۔ استاد: پیشہ ورانہ قابلیت اور عزائم، اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات

(Teacher: Professional Competencies and Commitments, Professional Ethics of Teachers)*

اکائی کے اجزاء

15.0 تمہید(Introduction)

15.1 مقاصد(Objectives)

15.2 اساتذہ کی پیشہ ورانہ قابلیتیں(Teachers Competencies)

15.3 قابلیت کی اقسام(Types of Competencies)

15.3.1 تعلیمی قابلیتیں(Academic Competencies)

15.3.2 ذاتی قابلیتیں(Personal Competencies)

15.3.3 پیشہ ورانہ ترقی(Professional Development)

15.4 اساتذہ کے عزائم (Commitments of Teachers)

15.4.1 طلباء کے تئیں عزائم(Commitment towards Students)

15.4.2 جامع تعلیمی ماحول کی تشکیل

(Creating Inclusive Learning Environments)

15.4.3 طلباء کی ترقی کو فروغ دینا

(Fostering Student Growth and Development)

15.4.4 پیشہ کے تئیں عزائم(Commitment towards Profession)

15.4.5 پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنا(Upholding Professional Standards)

15.4.6 ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنا(Collaborating with Colleagues)

15.5 معاشرے کے تئیں عزم(Commitment towards Society)

15.5.1 سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا(Promoting Social Justice and Equity)

15.5.2 معاشرتی رسائی میں مشغولیت(Engaging in Community Outreach)

---

* Dr. Shaikh Wasim, Associate Professor, Center for Distance and Online Education, MANUU

15.6 اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات(Professional Ethics of Teachers)

15.7 تدریس میں اخلاقی معیارات(Ethical Standards in Teaching)

15.7.1 دیانت اور ایمانداری(Integrity and Honesty)

15.7.2 تنوع اور شمولیت کا احترام(Respect for Diversity and Inclusion)

15.8 تدریس میں اخلاقی مخمصے(Ethical Dilemmas in Teaching)

15.8.1 رازداری اور بیرونی مداخلت سے بچاؤ(Confidentiality and Privacy)

15.8.2 پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنا(Maintaining Professional Boundaries)

15.9 اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے حکمت عملی(Strategies for Ethical Decision-Making)

15.9.1 مشاورت اور تعاون(Consultation and Collaboration)

15.10 خلاصہ(Summary)

15.11 اکتسابی نتائج((Learning Outcomes)

15.12 فرہنگ(Glossary)

15.13 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

15.14 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

15.0 تمہید(Introduction)

پیشہ ورانہ قابلیت اور عزائم موثر تدریسی مشق کے لازمی اجزاء ہیں۔ قابلیت میں مہارتوں، علم اور رویوں کی ایک رینج شامل ہوتی ہے جن کی اساتذہ کو معیاری تعلیم فراہم کرنے اور طلباء کی مؤثر طریقے سے سیکھنے میں مدد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ قابلیت اساتذہ کو سیکھنے کے پرکشش ماحول پیدا کرنے، طلباء کی متنوع ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تدریسی طریقوں کو اپنانے، اور طلباء، ساتھیوں اور کمیونٹی کے ساتھ مثبت تعلقات کو فروغ دینے کے قابل بناتی ہے۔ عزائم اس لگن اور ذمہ داری کی عکاسی کرتی ہے جو اساتذہ کی اپنے طلباء، پیشے اور معاشرے کے تئیں ہوتی ہے، جو انہیں طالب علم کی فلاح و بہبود کو ترجیح دینے، پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنے، اور وسیع تر تعلیمی منظر نامے میں مثبت کردار ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

پیشہ ورانہ اخلاقیات اساتذہ کے لیے رہنمائی کے فریم ورک کے طور پر کام کرتی ہیں، ان کے رویے، فیصلہ سازی، اور تعلیمی ماحول میں تعاملات کی تشکیل کرتی ہیں۔ تدریس میں اخلاقیات اخلاقی اصولوں اور معیارات کا ایک مجموعہ شامل ہیں جو اساتذہ کے طرز عمل کو کنٹرول کرتے ہیں، ان کے کام کے تمام پہلوؤں میں پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری اور احترام کو یقینی بناتے ہیں۔ پیشہ ورانہ اخلاقیات پر عمل کرنا تدریسی پیشے میں اعتماد اور اعتبار کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے، تعلیمی طریقوں میں انصاف اور مساوات کو فروغ دیتا ہے، اور طلباء کی

فلاح و بہبود اور حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ مزید بر آں، اخلاقی تدریسی طریق کار سیکھنے کے ایک مثبت ماحول کو فروغ دیتے ہیں جہاں طلباء محفوظ، قابل قدر، اور احترام محسوس کرتے ہیں۔ پیشہ ورانہ اخلاقیات کو بر قرار رکھتے ہوئے، اساتذہ اپنے کردار میں بطور معلمین فضیلت، اخلاقی قیادت، اور دیانت کے اعلیٰ ترین معیارات کے لیے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اس اکائی میں، ہم تدریس کے کثیر جہتی ڈومین کا مطالعہ کریں گے، پیشہ ورانہ قابلیت، عزم اور اخلاقیات کے ان ضروری عناصر پر توجہ مرکوز کریں گے جو اساتذہ کے کردار کو تشکیل دیتے ہیں۔ اس پورے اکائی کے دوران، ہم کامیاب تدریس کے لیے درکار بنیادی اہلیتوں، اساتذہ کے اپنے طلباء، پیشے اور معاشرے کے لیے جو اٹل عزائم اور ان اخلاقی اصولوں کو تلاش کریں گے جو کلاس روم اور اس سے باہر ان کے طرز عمل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ تدریس کے ان بنیادی ستونوں کا جائزہ لے کر، ہمارا مقصد آپ کو علم، ہنر، اور اخلاقی فریم ورک سے آراستہ کرنا ہے تاکہ تدریسی پیشے کی پیچیدگیوں کو اعتماد اور دیانت کے ساتھ بروئے کار لایا جاسکے۔

15.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قدر قابل ہو جائیں گے کہ:

- مؤثر تدریسی عمل میں پیشہ ورانہ قابلیت کے تصور اور ان کی اہمیت کو سمجھیں۔
- کامیاب تدریس کے لیے ضروری تعلیمی، ذاتی، اور پیشہ ورانہ ترقی کی قابلیت کو تلاش کریں۔
- اساتذہ کے اپنے طلباء، پیشے اور معاشرے کے تئیں وابستگیوں کو سمجھیں۔
- طلباء کی کامیابی اور فلاح و بہبود میں اساتذہ کے کردار کو سمجھیں۔
- اخلاقی اصولوں اور معیارات کی جانچ کرنا جو تعلیمی ماحول میں اساتذہ کے طرز عمل اور فیصلہ سازی کا تعین کر سکیں۔
- تدریسی عمل میں اخلاقی مخمصوں کو تلاش کرنا اور اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے حکمت عملی بنا سکیں۔

15.2 اساتذہ کی پیشہ ورانہ قابلیتیں (Teachers Competencies)

پیشہ ورانہ قابلیت سے مراد وہ علم، ہنر، صلاحیتوں اور رویے ہیں جو اساتذہ کے پاس ہوتے ہیں، جو انہیں تدریسی پیشے میں مؤثر طریقے سے اپنے فرائض انجام دینے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ قابلیتیں کامیاب تدریس کے لیے درکار صلاحیتوں کی ایک وسیع رینج پر محیط ہیں اور اس میں مضامین کی مہارت اور تدریسی علم سے متعلق تکنیکی مہارتیں، نیز باہمی مہارت، مواصلات کی صلاحیتیں، اور مثبت سیکھنے کے ماحول اور طلبہ کی نشو و نما کے لیے ضروری اخلاقی مزاج شامل ہیں۔ پیشہ ورانہ قابلیت اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کردار کو ذمہ داری سے پورا کریں، طلباء کی متنوع ضروریات کو پورا کریں، مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول رہیں، اور اخلاقی معیارات اور پیشہ ورانہ ضابطوں کی پابندی کریں۔

15.3 قابلیت کی اقسام(Types of Competencies)

15.3.1 تعلیمی قابلیتیں(Academic Competencies)

تعلیمی قابلیت سے مراد وہ علم اور ہنر ہے جو اساتذہ کو اپنے طالب علموں کو مضمون کو مؤثر طریقے سے سکھانے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ یہ قابلیتیں بہت سی صلاحیتوں پر محیط ہیں، جن میں موضوع کی مہارت اور تدریسی مہارتیں شامل ہیں، جو اعلیٰ معیار کی ہدایات فراہم کرنے اور طالب علم کی تعلیم میں سہولت فراہم کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

A. مواد مضمون کی مہارت(Subject Matter Expertise):

مواد مضمون کی مہارت اساتذہ کے لیے تعلیمی قابلیت کا ایک بنیادی جزو ہے۔ اس میں مواد کے علاقے یا مضامین کی گہری تفہیم کا حامل ہونا شامل ہے جن کی تدریس کے لیے اساتذہ ذمہ دار ہیں۔ موضوع کی مہارت اساتذہ کو پیچیدہ تصورات کو پہنچانے، بامعنی گفتگو کی سہولت فراہم کرنے اور اپنے طلباء کو درست اور متعلقہ معلومات فراہم کرنے کے قابل بناتی ہے۔

مواد مضمون کی مہارت کا مظاہرہ کرنے کے لیے، اساتذہ کو اس مواد کا مکمل علم ہونا چاہیے جو وہ پڑھا رہے ہیں، بشمول کلیدی تصورات، اصول، نظریات اور اطلاقات۔ انہیں اپنے شعبے میں ہونے والی پیشرفت کے ساتھ موجودہ رہنا چاہیے، مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول رہنا چاہیے، اور اپنے علم کی بنیاد کو مسلسل بڑھانا چاہیے۔ اس میں کانفرنسوں، ورکشاپس، یا سیمینارز میں شرکت، تحقیق کرنا، علمی مضامین پڑھنا، اور ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنا شامل ہو سکتا ہے۔

اساتذہ کے لیے مؤثر طریقے سے منصوبہ بندی کرنے اور ہدایات کی فراہمی، مناسب سیکھنے کے مواد اور وسائل کا انتخاب کرنے، اور طالب علم کی سمجھ اور مواد پر مہارت کا اندازہ لگانے کے لیے مواد مضمون کی مہارت ضروری ہے۔ وہ اساتذہ جن کے پاس مضامین کی مضبوط مہارت ہوتی ہے وہ طلباء کو بامعنی سیکھنے کے تجربات میں شامل کر سکتے ہیں، متعلقہ مثالیں اور حقیقی دنیا کے روابط فراہم کر سکتے ہیں، اور طلباء کے سوالات اور غلط فہمیوں کو مؤثر طریقے سے حل کر سکتے ہیں۔

B. تدریسی مہارتیں(Pedagogical Skills):

تدریسی مہارتیں اساتذہ کے لیے تعلیمی قابلیت کا ایک اور اہم پہلو ہیں۔ تدریسی مہارتیں طالب علم کے سیکھنے اور کامیابی کو آسان بنانے کے لیے موثر تدریسی حکمت عملیوں، طریقوں، اور تکنیکوں کو ڈیزائن اور نافذ کرنے کی صلاحیت کا حوالہ دیتی ہیں۔ یہ مہارتیں تدریسی انداز اور طریقوں کی ایک وسیع رینج کو گھیرے ہوئے ہیں جنہیں اساتذہ طلباء کو مشغول کرنے، فعال اکتساب کو فروغ دینے، اور اکتساب کی متنوع ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مؤثر تدریسی مہارتوں میں منصوبہ بندی اور ہدایات کو منظم کرنا، تدریس کے مناسب طریقے اور مواد کا انتخاب کرنا، طلباء کی مختلف ضروریات اور صلاحیتوں کو پورا کرنے کے لیے مختلف ہدایات کو نافذ کرنا، اور طالب علم کی ترقی اور سمجھ بوجھ کا اندازہ لگانا شامل ہے۔ اساتذہ

کے لیے ضروری ہے کہ وہ دلچسپ اور متعامل سیکھنے کے تجربات تخلیق کر سکیں جو تنقیدی سوچ، مسئلہ حل کرنے، تخلیقی صلاحیتوں اور طلباء کے درمیان تعاون کو فروغ دیں۔

تدریسی مہارتوں میں کمرہ جماعت کے انتظام کی تکنیکیں بھی شامل ہیں، جیسے کہ واضح توقعات اور معمولات قائم کرنا، طلباء کے رویے کو منظم کرنا، سیکھنے کے مثبت ماحول کو فروغ دینا، اور طلباء کے درمیان باہمی احترام کے احساس کو فروغ دینا۔ اساتذہ کو ایک محفوظ اور معاون سیکھنے کا ماحول بنانے کے قابل ہونا چاہیے جہاں تمام طلبا خود کو قابل قدر، قابل احترام، اور سیکھنے کے لیے بااختیار محسوس کریں۔

مجموعی طور پر، تعلیمی قابلیتیں، بشمول مضامین کی مہارت اور تدریسی مہارتیں، اساتذہ کے لیے مواد کو مؤثر طریقے سے سکھانے اور طالب علم کے سیکھنے میں سہولت فراہم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اپنی تعلیمی قابلیت کو مسلسل ترقی دینے اور بہتر بنانے سے، اساتذہ کلاس روم میں اپنی تاثیر کو بڑھا سکتے ہیں اور اپنے طلباء کی تعلیمی کامیابی اور ذاتی ترقی پر مثبت اثر ڈال سکتے ہیں۔

15.3.2 ذاتی قابلیتیں (Personal Competencies):

ذاتی قابلیتیں وہ ضروری خصوصیات اور صفات ہیں جو کمرہ جماعت اور اس سے باہر استاد کو باثر رہنے میں معاون ہوتی ہیں۔ یہ قابلیتیں ذاتی خوبیوں، رویوں اور مہارتوں کی ایک رینج پر محیط ہیں جو اساتذہ کو طلباء، ساتھیوں، اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے، اپنے کمرہ جماعت کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے، اور تدریسی پیشے کے مختلف چیلنجوں اور تقاضوں سے نمٹنے کے قابل بناتی ہیں۔ ذاتی قابلیت میں درج ذیل قابلیتیں شامل ہیں:

A. مواصلات کی مہارتیں (Communication Skills):

مواصلات کی مہارت اساتذہ کے لیے بنیادی ذاتی قابلیت ہیں، کیونکہ وہ طلبہ کے ساتھ ہم آہنگی قائم کرنے، معلومات کو مؤثر طریقے سے پہنچانے، کمرہ جماعت میں مثبت تعلقات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ مؤثر مواصلات میں زبانی اور غیر زبانی دونوں طرح کی بات چیت، فعال سننے، ہمدردی اور باہمی مہارتیں شامل ہوتی ہیں۔

اساتذہ کو واضح اور اختصار کے ساتھ بات چیت کرنے کے قابل ہونا چاہیے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ طالب علم اس معلومات کو سمجھتے ہیں جو پہنچائی جا رہی ہے۔ اس میں تصورات کی وضاحت کرنا، ہدایات دینا، تاثرات فراہم کرنا، اور تمام طلباء کے لیے قابل رسائی اور دل چسپ طریقے سے بات چیت کی سہولت فراہم کرنا شامل ہے۔ مؤثر مواصلات میں فعال سننا بھی شامل ہے، جہاں اساتذہ توجہ سے طلباء کے سوالات، خدشات اور خیالات کو سنتے ہیں، اور ہمدردی اور احترام کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

مزید برآں، اساتذہ کو گرمجوشی، جوش اور حوصلہ افزائی کے لیے جسمانی زبان، چہرے کے تاثرات، اور اشاروں کا استعمال کرتے ہوئے غیر زبانی بات چیت میں بھی مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ طالب علموں کے ساتھ اپنی بات چیت کے دوران ہمدردی، سمجھ اور احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اساتذہ ایک معاون اور جامع تعلیمی ماحول تشکیل دے سکتے ہیں جہاں تمام طلبا قابل قدر اور احترام محسوس کرتے ہیں۔

B. کمرہ جماعت کا انتظام (Classroom Management):

کمرہ جماعت کا انتظام اساتذہ کے لیے ایک اور اہم ذاتی قابلیت ہے، کیونکہ اس میں سیکھنے کا ایک مثبت اور نتیجہ خیز ماحول پیدا کرنا، واضح توقعات اور معمولات قائم کرنا، اور طالب علم کے رویے کو مؤثر طریقے سے منظم کرنا شامل ہے۔ کمرہ جماعت کا موثر انتظام اساتذہ کو رکاوٹوں کو کم کرنے، نظم وضبط برقرار رکھنے اور سیکھنے کے لیے تدریسی وقت میں اضافہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔

اساتذہ کو واضح اور یکساں طرز عمل اور تعلیمی توقعات قائم کرنی چاہئیں، انہیں منصفانہ اور مستقل طور پر بیان کرنا چاہیے۔ اس سے کمرہ جماعت میں ترتیب اور پیشین گوئی کا احساس پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے، تاکہ طلباء سمجھ سکیں کہ ان سے کیا توقع کی جا رہی ہے اور انہیں کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔

مؤثر کمرہ جماعت کا انتظام میں طلباء کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کرنا، ان کی انفرادی طاقتوں، ضروریات اور دلچسپیوں کو جاننا، اور انہیں تعلیمی اور سماجی طور پر کامیاب ہونے کے لیے مناسب مدد اور رہنمائی فراہم کرنا بھی شامل ہے۔ اساتذہ کو ایک مثبت اور باعزت تعلیمی ماحول کو فروغ دینے کے لیے مثبت کمک، نئی ہدایات، اور تنازعات کے حل کی حکمت عملیوں کا استعمال کرتے ہوئے، طرز عمل کے مسائل اور تنازعات کو حل کرنے کی مہارت ہونی چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ، ذاتی قابلیت جیسے مواصلاتی مہارتیں اور کمرہ جماعت کا انتظام اساتذہ کے لیے طلباء کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے، ان کے کمرہ جماعت کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے، اور ایک معاون اور جامع تعلیمی ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ ان صلاحیتوں کو فروغ دینے اور ان کا احترام کرنے سے، اساتذہ کمرہ جماعت میں اپنی تاثیر کو بڑھا سکتے ہیں اور اپنے طلباء کی تعلیمی کامیابی اور ذاتی ترقی میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔

15.3.3 پیشہ ورانہ ترقی(Professional Development):

پیشہ ورانہ ترقی ایک ایسا جاری عمل ہے جو اساتذہ کو اپنے علم، ہنر اور قابلیت کو بڑھانے، اپنے شعبے میں ہونے والی پیشرفت کے ساتھ تازہ رہنے، اور بطور معلم اپنی تاثیر کو بہتر بنانے کے قابل بناتا ہے۔ پیشہ ورانہ ترقی میں اساتذہ کے لیے زندگی بھر سیکھنے میں مشغول ہونے، اپنی مشق پر غور کرنے، اور اپنی تدریس کو مسلسل بہتر بنانے کے لیے متعدد سرگرمیاں اور مواقع شامل، جو درج ذیل ہیں۔

A. تاحیات سیکھنا(Lifelong Learning):

تاحیات سیکھنا اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ ترقی کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ اس کے لیے اساتذہ کو اپنے پورے کیریئر میں مسلسل سیکھنے اور ترقی کے عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاحیات سیکھنے میں باضابطہ اور غیر رسمی سیکھنے کے مواقع شامل ہیں، جیسے ورکشاپس، کانفرنسز، اور سیمینارز میں شرکت، اعلی درجے کی ڈگریوں یا سرٹیفکیشنز کا حصول، آن لائن کورسز یا ویبینار میں حصہ لینا، اور خود ہدایت سیکھنے کی سرگرمیوں میں شامل ہونا۔

اساتذہ جو زندگی بھر سیکھنے میں مشغول رہتے ہیں وہ اپنے شعبے میں ہونے والی پیشرفت کے ساتھ تازہ ترین رہنے، نئی تدریسی حکمت عملیوں اور تکنیکوں کو دریافت کرنے، اور موضوع کے مواد اور تدریس کے بارے میں اپنی سمجھ کو گہرا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ تاحیات

سیکھنا اساتذہ کو بدلتے ہوئے تعلیمی رجحانات اور ٹیکنالوجیز کے مطابق ڈھالنے، اپنے طلباء کی ترقی پذیر ضروریات کا جواب دینے، اور اپنے پیشے کے بارے میں پرجوش رہنے کے قابل بناتا ہے۔ تاحیات سیکھنے کو اپنانے سے، اساتذہ پیشہ ورانہ ترقی کے لیے عزم کا اظہار کرتے ہیں، ساتھ ہی اپنے عمل کو مسلسل بہتر بنانے اور اپنے طلباء کو اعلیٰ معیار کی تعلیم فراہم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

B. مسلسل بہتری (Continuous Improvement):

مسلسل بہتری اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ ترقی کا ایک اور اہم پہلو ہے، کیونکہ اس میں کسی مشق پر غور کرنے، ترقی اور بہتری کے لیے شعبوں کی نشاندہی کرنے، اور تدریس کی تاثیر کو بڑھانے کے لیے فعال اقدامات کرنا شامل ہے۔ مسلسل بہتری اس یقین پر مبنی ہے کہ تدریس ایک متحرک اور ترقی پذیر پیشہ ہے، اور یہ کہ اساتذہ کو اپنے عمل کو بہتر بنانے اور بہترین کارکردگی کے لیے مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔

اساتذہ اپنے تدریسی عمل پر باقاعدگی سے غور و فکر کرتے ہوئے، ساتھیوں، سرپرستوں، اور نگرانوں سے رائے طلب کرکے، اور پیشہ ورانہ ترقی کے لیے اہداف طے کرکے مسلسل بہتری میں مشغول رہتے ہیں۔ اس میں طلباء کے ڈیٹا کا تجزیہ کرنا، سبق کے منصوبوں اور تدریسی مواد کا جائزہ لینا، اور تدریسی حکمت عملیوں اور تکنیکوں کی تاثیر کا اندازہ لگانا شامل ہو سکتا ہے۔

مسلسل بہتری میں پیشہ ورانہ سیکھنے والی کمیونٹیز میں حصہ لینا بھی شامل ہے، جہاں اساتذہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیالات، وسائل، اور بہترین طریقوں کا اشتراک کرنے اور پیشہ ورانہ ترقی کے سفر میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے تعاون کرتے ہیں۔ تعاون اور ہم مرتبہ کی مدد کے ذریعے، اساتذہ قیمتی بصیرت اور تعمیری رائے حاصل کرسکتے ہیں، اور نئی مہارتیں اور قابلیتیں سیکھ سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر، تاحیات سیکھنے اور مسلسل بہتری کے ذریعے پیشہ ورانہ ترقی اساتذہ کے لیے موجودہ رہنے، بدلتے ہوئے تعلیمی سیاق و سباق کو اپنانے، اور اپنے طلبہ کو اعلیٰ معیار کی تعلیم فراہم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع کو اپنانے اور جاری ترقی اور بہتری کے لیے وابستگی سے، اساتذہ بطور معلمین اپنی تاثیر کو بڑھا سکتے ہیں اور طالب علم کی تعلیم اور کامیابی پر مثبت اثر ڈال سکتے ہیں۔

آخر میں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیشہ ورانہ قابلیتیں وہ ضروری مہارتیں، علم اور رویے ہیں جو اساتذہ کے پاس ہوتے ہیں، جو انہیں اساتذہ کے طور پر اپنے کردار کو بہتر بنانے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ قابلیتیں وسیع پیمانے پر صلاحیتوں کو گھیرے ہوئے ہیں، بشمول موضوع کی مہارت، تدریسی مہارت، مواصلات کی صلاحیتیں، اور اخلاقی مزاج۔ ان قابلیتوں کو پروان چڑھانے سے، معلمین دلچسپ سیکھنے کا ماحول بنا سکتے ہیں، اپنے طلباء کی متنوع ضروریات کو پورا کرسکتے ہیں، اور اپنے عمل میں پیشہ ورانہ مہارت اور دیانت کے اعلیٰ ترین معیارات کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ بالآخر، پیشہ ورانہ قابلیت اساتذہ کو طالب علم کے سیکھنے اور ترقی پر مثبت اثر ڈالنے کے لیے بااختیار بناتی ہے، جو تدریسی پیشے کی ترقی اور آنے والی نسلوں کی کامیابی میں اپنا حصہ ڈالتی ہے۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. اساتذہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں کیا ہیں اور کیوں ضروری ہیں؟
2. علمی صلاحیتیں طلبہ کی تعلیم میں کس طرح مددگار ہیں؟

3. ذاتی صلاحیتیں اور پیشہ ورانہ ترقی کیوں اہم ہیں؟

15.4 اساتذہ کے عزائم (Commitments of Teachers)

اساتذہ کی عزائم میں لگن، ذمہ داری اور اخلاقی ذمہ داریاں شامل ہوتی ہیں جنہیں اساتذہ بطور پیشہ ور اپنے کردار میں برقرار رکھتے ہیں۔ ان عزائم میں طالب علم کی فلاح و بہبود اور کامیابی کو ترجیح دینا، اخلاقی معیارات اور پیشہ ورانہ سالمیت کو برقرار رکھنا، سیکھنے کے مثبت ماحول کو فروغ دینا، اور وسیع تر تعلیمی برادری میں مثبت کردار ادا کرنا شامل ہے۔ اساتذہ اپنے طلباء کی تعلیمی، سماجی، اور جذباتی نشوونما میں معاونت کرنے، تعلیم تک مساوی رسائی کی وکالت کرنے، اور زندگی بھر سیکھنے اور مسلسل بہتری کو فروغ دینے کے لیے پرعزم ہوتے ہیں۔ مزید برآں، اساتذہ طلباء، خاندانوں، اور ساتھیوں کے ساتھ کھلے رابطے کو برقرار رکھنے، تدریسی طریقوں کو بڑھانے کے لیے دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے، اور اپنے طلباء اور کمیونٹی کے لیے مثبت رول ماڈل کے طور پر خدمات انجام دینے کے لیے پرعزم ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر، اساتذہ کی عزائم ان کے عمل میں عمدگی، دیانتداری اور پیشہ ورانہ مہارت کے اعلیٰ ترین معیارات کے لیے ان کی غیر متزلزل لگن کی عکاسی کرتے ہیں۔ اساتذہ کی عزائم میں مختلف قسم کے عزائم شامل ہیں جن پر ہم ذیل میں بات کریں گے۔

15.4.1 طلباء کے تیئں عزم (Commitment towards Students):

طلباء کے تیئں عزم پیشہ ورانہ مہارت کی تدریس کا ایک بنیادی پہلو ہے، جو اپنے طلباء کی تعلیمی، سماجی، اور جذباتی بہبود کو فروغ دینے کے لیے اساتذہ کی لگن پر زور دیتا ہے۔ اس عزم میں مختلف ذمہ داریاں اور اقدامات شامل ہیں جن کا مقصد معاون، جامع تعلیمی ماحول پیدا کرنا اور طلباء کی نشوونما اور ترقی کو فروغ دینا ہے۔

15.4.2 جامع شمولیتی تعلیمی ماحول کی تشکیل (Creating Inclusive Learning Environments):

جامع اکتسابی ماحول کی تشکیل طلباء کے ساتھ عزم کا ایک بنیادی پہلو ہے، اس بات کو یقینی بنانا کہ تمام سیکھنے والے کمرہ جماعت میں خوش آمدید، احترام اور قدر کی نگاہ سے محسوس کریں۔ جامع ماحول ہر طالب علم کی منفرد ضروریات، پس منظر اور سیکھنے کے انداز کو پورا کرتے ہوئے تنوع کو پہچانتا ہے۔ اساتذہ وہ کمرہ جماعت بنانے کی کوشش کرتے ہیں جہاں طلباء اپنے آپ کو اظہار کرنے، اپنے نقطہ نظر کا اشتراک کرنے، اور بامعنی سیکھنے کے تجربات میں مشغول ہونے میں محفوظ محسوس کرتے ہیں۔

شمولیت کو فروغ دینے کے لیے، اساتذہ مختلف حکمت عملیوں کو نافذ کرتے ہیں جیسے کہ امتیازی ہدایات، اکتساب کا عالمگیر ڈیزائن (Universal Design for Learning)، اور ثقافتی طور پر جوابدہ تدریس (Culturally Responsive Teaching)۔ وہ متنوع سیکھنے والوں کو ایڈجسٹ کرنے اور سیکھنے کے مواقع تک مساوی رسائی کو فروغ دینے کے لیے نمائندگی، اظہار اور مشغولیت کے متعدد

ذرائع فراہم کرتے ہیں۔ مزید بر آں، اساتذہ احترام، ہمدردی، اور قبولیت کی ثقافت کو فروغ دیتے ہیں، تعصبات اور دقیانوسی تصورات کو دور کرتے ہیں اور طلباء کے درمیان مثبت تعامل کو فروغ دیتے ہیں۔

جامع تعلیمی ماحول بنا کر، اساتذہ ہر طالب علم کے وقار اور قدر کا احترام کرنے، تعلق اور برادری کے احساس کو فروغ دینے، اور تمام سیکھنے والوں کے لیے تعلیمی اور سماجی طور پر کامیاب ہونے کے امکانات کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لیے اپنی عزم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

15.4.3 طلباء کی ترقی کو فروغ دینا(Fostering Student Growth and Development):

طلباء کے تئیں عزم کا ایک اور اہم پہلو تعلیمی، سماجی اور جذباتی شعبوں میں ان کی ترقی کو فروغ دینا ہے۔ اساتذہ طلباء کے فکری تجسس، تنقیدی سوچ کی مہارتوں اور تعلیمی کامیابیوں کی حمایت میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، انہیں وہ علم، ہنر اور مواقع فراہم کرتے ہیں جن کی انہیں اپنی پوری صلاحیت تک پہنچنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔

اساتذہ اعلیٰ توقعات قائم کر کے، تعمیری تاثرات فراہم کر کے، اور مدد اور حوصلہ افزائی کر کے طالب علم کی نشوونما اور ترقی کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ دلچسپ اور چیلنجنگ اکتساب کے تجربات کو ڈیزائن کرتے ہیں جو انکوائری، ایکسپلوریشن، اور فعال شرکت کو فروغ دیتے ہیں، طلباء کو اپنے سیکھنے کی ملکیت لینے اور ان کی دلچسپیوں اور جذبوں کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

تعلیمی ترقی کے علاوہ، اساتذہ طلباء کی سماجی اور جذباتی نشوونما کو بھی ترجیح دے کر، ان کی سماجی مہارتوں، لچک اور فلاح و بہبود کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ ایک ایسے معاون کمرہ جماعت کی آب و ہوا بناتے ہیں جہاں طلباء خود کو قابل قدر محسوس کرتے ہیں۔ اساتذہ طلباء کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کرتے ہیں، ان کی کامیابی کے لیے سرپرست، رول ماڈل کا کردار ادا کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر، طالب علم کی نشوونما اور ترقی کو فروغ بچے کی پرورش اور انہیں اسکول اور اس سے باہر تعلیمی، سماجی اور جذباتی طور پر ترقی کے لیے تیار کرنے کے لیے اساتذہ کی لگن کی عکاسی کرتا ہے۔ طلباء کی فلاح و بہبود اور کامیابی کے لیے اپنی غیر متزلزل وابستگی کے ذریعے، اساتذہ ان کی زندگیوں پر دیرپا اثر ڈالتے ہیں اور انہیں تاحیات سیکھنے والے اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

15.4.4 پیشہ کے تئیں عزم(Commitment towards Profession):

تدریسی پیشے کے تئیں عزم پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنے، ساتھیوں کے درمیان تعاون کو فروغ دینے، اور تعلیم کے میدان کی ترقی میں تعاون کرنے کے لیے اساتذہ کی لگن کی عکاسی کرتا ہے۔ اس عزم میں متعدد ذمہ داریوں اور اقدامات کا احاطہ کیا گیا ہے جس کا مقصد پیشے کے اندر عمدگی، پیشہ ورانہ مہارت اور مسلسل بہتری کو فروغ دینا ہے۔

15.4.5 پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنا(Upholding Professional Standards):

پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنا تدریسی پیشے کے تئیں عزم اور وابستگی کا ایک سنگ بنیاد ہے، اس بات کو یقینی بنانا کہ اساتذہ اخلاقی رہنما خطوط، قانونی ضابطوں اور پیشہ ورانہ ضابطوں کی پابندی کریں۔ اس کے ذریعے، اساتذہ طلباء، ساتھیوں، والدین اور کمیونٹی کے ساتھ اپنے تعامل میں پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری اور اخلاقی رویے کے اعلیٰ ترین معیاروں کو برقرار رکھنے کے لیے پرعزم ہوتے ہیں۔

پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنے کے لیے، اساتذہ اپنے اعمال میں دیانتداری، ایمانداری اور شفافیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، تمام افراد کے حقوق اور وقار کا احترام کرتے ہیں اور جب ضروری ہو رازداری اور ایمانداری کو برقرار رکھتے ہیں۔ وہ طالب علم کی رازداری، تعلیمی ایمانداری، اور پیشہ ورانہ حدود سے متعلق قانونی اور اخلاقی ذمہ داریوں کی پابندی کرتے ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کا طرز عمل قانونی اور اخلاقی رہنما خطوط کے مطابق ہو۔

مزید برآں، اساتذہ مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول رہتے ہیں تاکہ وہ اپنے شعبے میں پیشرفت کے ساتھ تازہ ترین رہیں، اپنی مشق کو بہتر بنائیں، اور بطور معلمین اپنی تاثیر کو بڑھا سکیں۔ وہ پیشہ ورانہ سیکھنے کے مواقع میں حصہ لیتے ہیں، اعلی درجے کی ڈگریاں یا سرٹیفیکیشن حاصل کرتے ہیں، اور اپنی تدریس کو مسلسل بہتر بنانے کے لیے عکاسی کے طریقوں میں مشغول رہتے ہیں۔

پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھتے ہوئے، اساتذہ اپنے کردار میں فضیلت، دیانتداری، اور اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کے لیے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، پیشے اور وسیع تر کمیونٹی کے اندر اعتماد اور اعتبار کو فروغ دیتے ہیں۔

15.4.6 ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنا(Collaborating with Colleagues):

ساتھیوں کے ساتھ تعاون تدریسی پیشے کے تئیں عزم سے اور وابستگی کا ایک اور ضروری پہلو ہے، جو ٹیم ورک، مشترکہ مہارت، اور تعلیمی اہداف کے حصول میں اجتماعی مسائل کے حل کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اساتذہ تدریسی طریقوں کو بڑھانے، طلباء کے سیکھنے میں مدد کرنے، اور اسکول کی مثبت ثقافت کو فروغ دینے میں تعاون کی قدر کو تسلیم کرتے ہیں۔

اساتذہ مختلف طریقوں سے ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، بشمول وسائل کا اشتراک، خیالات کا تبادلہ، اور اسباق اور نصاب کی مشترکہ منصوبہ بندی۔ وہ پیشہ ورانہ سیکھنے والی کمیونٹیز، گریڈ لیول یا سبجیکٹ ایریا کی ٹیموں، اور ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنے اور بہترین طریقوں کا اشتراک کرنے کے لیے بین الضابطہ تعاون میں حصہ لیتے ہیں۔ تعاون کے ذریعے، اساتذہ تدریس کی تاثیر اور طلبہ کے نتائج کو بہتر بنانے کے لیے اپنے ساتھیوں کی متنوع طاقتوں، تجربات، اور نقطہ نظر سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مزید برآں، طلباء کی مجموعی ضروریات کو پورا کرنے اور ایک معاون تعلیمی ماحول پیدا کرنے کے لیے اساتذہ اسکول کی کمیونٹی کے اندر اور اس سے باہر دیگر پیشہ ور افراد کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، بشمول منتظمین، مشیران، اور معاون عملہ وغیرہ۔ اساتذہ ایسے اقدامات کو تیار کرنے اور لاگو کرنے کے لیے باہمی تعاون سے کام کرتے ہیں جن کا مقصد طالب علم کی کامیابی کو فروغ دینا، اسکول کی ثقافت کو بڑھانا، اور تعلق اور برادری کے احساس کو فروغ دینا ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر، ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے اساتذہ کی رضامندی طلبہ کی کارکردگی کے لیے مشترکہ ذمہ داری کے بارے میں ان کی سمجھ اور مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے مل کر کام کرنے کے عزم کو ظاہر کرتی ہے۔ اساتذہ تعاون اور مشترکہ جوابدہی کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ تدریسی پیشے میں اچھی تبدیلی لاکر صحت منداور جامع پیشہ ورانہ ماحول میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

15.5 معاشرے کے تئیں عزم (Commitment towards Society)

معاشرے کے تئیں عزم و وابستگی اساتذہ کی بطور اساتذہ اپنے کردار کے ذریعے سماجی انصاف، مساوات، اور کمیونٹی کی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے اساتذہ کی لگن کی عکاسی کرتی ہے۔ اس عزم میں متعدد ذمہ داریاں اور اقدامات شامل ہیں جن کا مقصد سماجی عدم مساوات کو دور کرنا، پسماندہ گروہوں کی وکالت کرنا، اور وسیع تر کمیونٹی کے لیے مثبت کردار ادا کرنا ہے۔

15.5.1 سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا (Promoting Social Justice and Equity):

سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا معاشرے کے تئیں عزم و وابستگی کا ایک لازمی جزو ہے، ادارہ جاتی رکاوٹوں کو توڑنے اور تعلیم اور معاشرے میں مجموعی طور پر انصاف اور شمولیت کو فروغ دینے میں اساتذہ کی ذمہ داری پر زور دیتا ہے۔ اساتذہ اپنے پس منظر، قابلیت، یاحالات سے قطع نظر تمام طلباء کے لیے اعلیٰ معیار کی تعلیم، وسائل اور مواقع تک مساوی رسائی کے حامی ہوتے ہیں۔

اساتذہ کمرہ جماعت اور نصاب میں استحقاق، امتیازی سلوک اور تعصب کے مسائل کو حل کرکے سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ ایسا سیکھنے کا ماحول بناتے ہیں جو تنوع کو فروغ دیتا ہے، تعصبات کو چیلنج کرتا ہے، اور طلباء میں ہمدردی اور افہام و تفہیم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مزید برآں، اساتذہ اپنے نصاب میں ثقافتی طور پر جوابدہ تدریسی انداز اور متنوع نقطہ نظر کو شامل کرتے ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ تمام طلبا اپنی نمائندگی اور احترام محسوس کریں۔

مزید برآں، اساتذہ پالیسی میں تبدیلیوں اور ادارہ جاتی اصلاحات کی وکالت کرتے ہیں جن کا مقصد تعلیم میں سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا ہے۔ وہ ساتھیوں، منتظمین، پالیسی سازوں، اور کمیونٹی اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ نظامی عدم مساوات کو دور کرنے، کامیابیوں کے فرق کو کم کرنے، اور جامع پالیسیاں اور طرز عمل تخلیق کرنے کے لیے تعاون کرتے ہیں جن سے تمام طلبہ کو فائدہ ہو۔ سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دے کر، اساتذہ ایک زیادہ منصفانہ اور جامع معاشرے کی تشکیل کے لیے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جہاں ہر فرد کو ترقی کی منازل طے کرنے اور اپنی پوری صلاحیت تک پہنچنے کا موقع ملے۔

15.5.2 معاشرتی رسائی میں مشغولیت (Engaging in Community Outreach)

معاشرتی رسائی میں شامل ہونا معاشرے کے تئیں عزم و وابستگی کا ایک اور ضروری پہلو ہے۔ اساتذہ شراکت داری کو فروغ دینے، تعاون کی حوصلہ افزائی کرنے اور کمرہ جماعت سے باہر معاشرے کے مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اساتذہ سمجھتے ہیں کہ

بڑے معاشرے کے ساتھ جڑنے اور مدد کرنے سے طلباء کے سیکھنے کے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ شہری شمولیت اور سماجی ذمہ داری کو بھی فروغ ملتا ہے۔

اساتذہ معاشرے کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مقامی تنظیموں، کاروباری اداروں اور رہنماؤں کے ساتھ تعاون کر کے کمیونٹی آؤٹ ریچ میں حصہ لیتے ہیں جبکہ طلباء کی شرکت اور خدمت کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ وہ معاشرے کے شراکت دار کے ساتھ مل کر خدماتی اکتسابی پروجیکٹس، انٹرن شپس، اور رضاکارانہ مواقع تخلیق کرتے ہیں جو سیکھنے کو حقیقی دنیا کے خدشات سے جوڑتے ہیں اور طلباء کو اپنی معاشرے میں اچھا فرق پیدا کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

مزید برآں، اساتذہ اپنے طلباء اور معاشرے کے وکیل کے طور پر کام کرتے ہیں، سماجی مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرتے ہیں، وسائل اور معاون خدمات کی وکالت کرتے ہیں، اور معاشرے کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے اجتماعی کارروائی کو متحرک کرتے ہیں۔ وہ سماجی تقریبات، فورمز، اور اقدامات میں حصہ لیتے ہیں جن کا مقصد شہری مشغولیت، سماجی ہم آہنگی، اور سماجی کی فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے۔

اساتذہ تبدیلی کے ایجنٹ کے طور پر کام کرنے اور معاشرتی رسائی میں شامل ہو کر اپنی برادریوں کی عمومی بہبود، متحرک اور لچک کو بڑھانے کے لیے اپنی لگن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسکولوں اور کمیونٹیز کے درمیان شراکت داری اور تعاون کو فروغ دے کر، اساتذہ بامعنی سیکھنے کے تجربات کے مواقع پیدا کرتے ہیں اور طلباء کو فعال، مصروف شہری بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں جو معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

15.6 اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات (Professional Ethics of Teachers):

اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات ان اخلاقی اصولوں اور معیارات کو گھیرے ہوئے ہیں جو تعلیمی ماحول میں ان کے طرز عمل اور تعامل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس میں اخلاقی رہنما خطوط، قانونی ضابطوں اور پیشہ ورانہ ضابطوں کی پابندی شامل ہے تاکہ ان کے کام کے تمام پہلوؤں میں پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری اور احترام کو یقینی بنایا جا سکے۔ پیشہ ورانہ اخلاقیات کو برقرار رکھتے ہوئے، اساتذہ تدریسی پیشے میں اعتماد اور اعتبار کو برقرار رکھتے ہیں، تعلیمی طریقوں میں انصاف اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں، اور طلباء کی فلاح و بہبود اور حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ مزید برآں، اخلاقی تدریسی طریق کار سیکھنے کے ایک مثبت ماحول کو فروغ دیتے ہیں جہاں طلباء محفوظ، قابل قدر، اور احترام محسوس کرتے ہیں۔ اساتذہ کی پیشہ ورانہ اخلاقیات میں درج ذیل ضروری معیارات شامل ہیں۔

15.7 تدریس میں اخلاقی معیارات (Ethical Standards in Teaching):

تدریس میں اخلاقی معیارات ایسے اصولوں اور طرز عمل کا احاطہ کرتے ہیں جو تعلیمی تناظر میں دیانت، ایمانداری اور تنوع کے احترام اور شمولیت کو برقرار رکھتے ہیں۔ اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ طلباء، ساتھیوں اور وسیع تر کمیونٹی کے ساتھ اپنے تعامل میں پیشہ ورانہ مہارت، انصاف پسندی اور مساوات کو یقینی بنانے کے لیے ان معیارات پر عمل کریں۔

15.7.1 دیانت اور ایمانداری(Integrity and Honesty):

دیانت اور ایمانداری تعلیم کے بنیادی اخلاقی اصول ہیں، جو تمام پیشہ ورانہ تعاملات میں سچائی، شفافیت، اور اخلاقی رویے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اساتذہ اپنے قول و فعل میں ایمانداری، انصاف پسندی اور مستقل مزاجی سے کام کر کے دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ طلباء اور ساتھیوں میں ایمانداری، اصلیت، اور اخلاقی طرز عمل کی ثقافت کو فروغ دے کر تعلیمی سالمیت کو برقرار رکھتے ہیں۔ مزید برآں، اساتذہ اخلاقی معیارات پر عمل پیرا ہو کر اور مفادات کے تصادم یا غیر اخلاقی طرز عمل سے گریز کرتے ہوئے طلباء، والدین اور کمیونٹی کے اعتماد کو برقرار رکھتے ہیں۔

15.7.2 تنوع اور شمولیت کا احترام(Respect for Diversity and Inclusion)

تنوع اور شمولیت کا احترام تدریس میں ایک اور ضروری اخلاقی معیار ہے، جو سیکھنے کے معاشرے کے اندر تمام افراد کی منفرد شناخت، پس منظر، اور نقطہ نظر کو پہچاننے اور ان کا احترام کرنے کی قدر کو اجاگر کرتا ہے۔ اساتذہ جامع تعلیمی ماحول بنا کر تنوع کے احترام کو فروغ دیتے ہیں جو اختلافات پر یقین رکھتے ہیں، دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرتے ہیں، اور طلباء میں ہمدردی اور افہام و تفہیم کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ تمام طلباء اپنی نسل، جنس، رجحان، قابلیت، یا سماجی اقتصادی حیثیت سے قطع نظر کمرہ جماعت میں قابل قدر، قابل احترام، اور شامل محسوس کرتے ہیں۔ مزید برآں، اساتذہ قابل احترام رویے کو نمونہ بناتے ہیں، امتیازی سلوک یا تعصب کے واقعات کو حل کرتے ہیں، اور تعلیم میں مساوات اور سماجی انصاف کی وکالت کرتے ہیں۔

دیانت اور ایمانداری، تنوع کا احترام، اور شمولیت جیسے اخلاقی معیارات کو برقرار رکھتے ہوئے، اساتذہ بطور معلم اپنے کردار میں پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری، اور اخلاقی طرز عمل سے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ اخلاقی معیارات سیکھنے کا ایک مثبت ماحول پیدا کرنے، طالب علم کی کامیابی کو فروغ دینے، اور تعلیمی برادری میں اعتماد، احترام اور دیانت کی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے رہنما اصول کے طور پر کام کرتے ہیں۔

15.8 تدریس میں اخلاقی مخمصے(Ethical Dilemmas in Teaching)

تدریس میں اخلاقی مخمصے ایسے پیچیدہ حالات کا حوالہ دیتے ہیں جہاں اساتذہ کو متضاد اخلاقی اصولوں یا اقدار کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس میں اخلاقی طور پر تشریف لے جانے کے لیے محتاط غور و فکر اور فیصلہ سازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مخمصے اکثر رازداری کے ساتھ ساتھ استاد اور طالب علم کے تعلقات میں پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنے جیسے شعبوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

15.8.1 رازداری اور پوشیدگی(Confidentiality and Privacy)

رازداری اور پوشیدگی تدریس میں اہم اخلاقی تحفظات ہیں، جن میں طلباء، خاندانوں اور ساتھیوں کی طرف سے اشتراک کردہ حساس معلومات کا تحفظ شامل ہے۔ اساتذہ کو خفیہ معلومات، جیسے کہ تعلیمی ریکارڈ، تادیبی معاملات، اور ذاتی خدشات سونپے جاتے ہیں، اور

افراد کے رازداری کے حقوق کا احترام کرنے اور سیکھنے والی کمیونٹی میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے انہیں رازداری کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اخلاقی مخمصے اس وقت پیدا ہو سکتے ہیں جب اساتذہ کو رازداری کی ضرورت کو قانونی ذمہ داریوں یا طالب علم کی حفاظت اور بہبود کے خدشات کے ساتھ متوازن کرنا چاہیے۔ اساتذہ کو پیشہ ورانہ معیارات پر عمل کرتے ہوئے، اسکول کی پالیسیوں اور قانونی ضوابط سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے، اور طالب علم کی رازداری اور پوشیدگی کو ترجیح دیتے ہوئے، مناسب اسٹیک ہولڈرز، جیسے اسکول کے منتظمین یا مشیر ان سے مشورہ کرکے ان مخمصوں کو دور کرنا چاہیے۔

15.8.2 پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنا(Maintaining Professional Boundaries)

پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنا اساتذہ کو درپیش ایک اور اخلاقی مخمصہ ہے جس میں طلباء، ساتھیوں اور والدین کے ساتھ مناسب تعلقات اور تعاملات کا قیام شامل ہے جبکہ ایسے حالات سے گریز کرنا جو پیشہ ورانہ مہارت، معروضیت یا اعتماد کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اساتذہ کو پیشہ ورانہ سالمیت کو برقرار رکھنے اور ایک محفوظ اور باعزت تعلیمی ماحول کو یقینی بنانے کے لیے جسمانی رابطہ، مواصلات، سوشل میڈیا کے استعمال، اور ذاتی تعلقات جیسے شعبوں میں حدود کو قائم کرنا چاہیے۔ اخلاقی مخمصے اس وقت پیدا ہو سکتے ہیں جب اساتذہ کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو پیشہ ورانہ کرداروں اور ذاتی تعلقات کے درمیان خطوط کو دھندلا دیتے ہیں یا جب انہیں اخلاقی معیارات پر انفرادی ضروریات یا مفادات کو ترجیح دینے کے لیے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ واضح حدود قائم کریں، توقعات کو مؤثر طریقے سے ترسیل کریں، اور حدود سے متعلق چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ساتھیوں، سرپرستوں، یا پیشہ ورانہ تنظیموں سے تعاون یا رہنمائی حاصل کریں اور طلباء اور دوسروں کے ساتھ اپنے تعامل میں پیشہ ورانہ دیانت کو برقرار رکھیں۔

تدریس میں اخلاقی مخمصوں کو دور کرکے، اساتذہ اخلاقی طرز عمل، پیشہ ورانہ مہارت، اور اپنے طلباء کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دیانتداری، شفافیت، اور اخلاقی اصولوں کے احترام کے ساتھ ان مخمصوں کو دور کرتے ہوئے، اساتذہ ایک مثبت تعلیمی ماحول میں حصہ ڈالتے ہیں، تعلیمی برادری میں اعتماد اور اعتبار پیدا کرتے ہیں، اور بطور معلم اپنے کردار میں پیشہ ورانہ مہارت کے اعلیٰ ترین معیار کو برقرار رکھتے ہیں۔

15.9 اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے حکمت عملی

(Strategies for Ethical Decision-Making)

پیچیدہ یا مشکل حالات میں اعمال اور طرز عمل کی رہنمائی کے لیے، اساتذہ کا اخلاقی اصولوں، اقدار اور نتائج پر احتیاط سے غور کرنا اخلاقی فیصلہ سازی کہلاتا ہے۔ معلمین اخلاقی پریشانیوں سے نمٹنے کے لیے مختلف حکمت عملیوں کا استعمال کرسکتے ہیں اور ایسے مناسب فیصلے کر سکتے ہیں جو پیشہ ورانہ مہارت، ایمانداری، اور طلباء اور تعلیمی برادری کی فلاح و بہبود کو برقرار رکھیں۔ اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے چند اہم حکمت عملیاں ہیں جن پر ہم ذیل میں بات کریں گے۔

15.9.1 عکاسی کی مشق:

عکاسی کی مشق تدریس میں اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے ایک کلیدی حکمت عملی ہے، جس میں کسی کے عقائد، اقدار، اعمال، اور تدریس واکتساب پر ان کے اثرات کی منظم اور تنقیدی جانچ شامل ہے۔ اساتذہ اپنے تجربات، عقائد، اور اخلاقی مخمصوں پر فعال طور پر عکاسی کرتے ہوئے، مختلف زاویوں پر غور کرتے ہوئے، اور اپنے فیصلوں کے اخلاقی مضمرات کا جائزہ لے کر عکاس مشق میں مشغول ہوتے ہیں۔ عکاس مشق میں مشغول ہو کر، اساتذہ اپنی اقدار، تعصبات اور مفروضوں کے بارے میں بصیرت حاصل کرتے ہیں، اخلاقی مخمصوں کی نشاندہی کرتے ہیں، اور اخلاقی اور مؤثر طریقے سے ان سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی تیار کرتے ہیں۔ عکاس مشق خود آگاہی، مسلسل سیکھنے، اور پیشہ ورانہ ترقی کو فروغ دیتی ہے، اساتذہ کو اخلاقی فیصلے کرنے کے قابل بناتی ہے۔

15.9.2 مشاورت اور تعاون(Consultation and Collaboration)

مشاورت اور تعاون تدریس میں اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے ضروری حکمت عملی ہیں، جس میں ساتھیوں، سرپرستوں، منتظمین، اور دیگر اسٹیک ہولڈرز سے معلومات، مشورہ، اور تعاون حاصل کرنا شامل ہے تاکہ اخلاقی مخمصوں کو مؤثر طریقے سے حل کیا جاسکے۔ اساتذہ اخلاقی مخمصوں پر تبادلہ خیال کرنے، متبادل نقطہ نظر کو تلاش کرنے، اور ممکنہ کارروائیوں کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے کے لیے ساتھیوں یا سرپرستوں سے مشورہ کرسکتے ہیں۔ باہمی تعاون کے ساتھ فیصلہ سازی میں ساتھیوں، منتظمین، اور دیگر پیشہ ور افراد کے ساتھ مل کر اخلاقی مخمصوں کی نشاندہی کرنا، ممکنہ حلوں کا تجزیہ کرنا، اور اتفاق رائے پر مبنی نقطہ نظر تیار کرنا شامل ہے جو اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھتے ہیں اور طلباء اور تعلیمی برادری کی فلاح و بہبود کو فروغ دیتے ہیں۔ مشاورت اور تعاون میں مشغول ہونے سے، اساتذہ متنوع نقطہ نظر، اجتماعی حکمت اور مشترکہ مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور انہیں اخلاقی فیصلے کرنے کے قابل بناتے ہیں جو پیشہ ورانہ معیارات، اقدار اور اخلاقی اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

عکاس مشق، مشاورت، اور تعاون جیسی حکمت عملیوں کو بروئے کار لاکر، اساتذہ اخلاقی مخمصوں کو مؤثر طریقے سے نمٹ سکتے ہیں، باخبر فیصلے کرسکتے ہیں، اور پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری، اور اپنے طلباء اور تعلیمی برادری کی فلاح و بہبود کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ یہ حکمت عملی اخلاقی طرز عمل اور سیکھنے کے ایک مثبت ماحول کو فروغ دیتی ہیں، اور تدریسی عمل کی جاری بہتری اور تاثیر میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں۔

آخر میں، پیشہ ورانہ اخلاقیات اخلاقی کمپاس کے طور پر کام کرتی ہیں جو اساتذہ کے طرز عمل، فیصلہ سازی، اور تعلیمی تناظر میں تعلقات کی رہنمائی کرتی ہے۔ دیانتداری، ایمانداری، تنوع کا احترام، اور پیشہ ورانہ حدود جیسے اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھنا پیشہ ورانہ مہارت کو یقینی بنانے، اعتماد پیدا کرنے، اور ایک تعمیری تعلیمی ماحول پیدا کرنے کے لیے اہم ہے اساتذہ اخلاقی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے، اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھتے ہوئے، اور طلبہ کی کامیابی اور فلاح و بہبود کو فروغ دے کر تدریسی پیشے کی سالمیت اور ساکھ میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)

1. اساتذہ کا بنیادی عزم کس چیز پر مبنی ہے؟
2. طلباء کے تئیں اساتذہ کا عزم کیا ہوتا ہے؟
3. جامع تعلیمی ماحول سے کیا مراد ہے؟

15.10 خلاصہ (Summary)

اس اکائی کے ذریعے، ہم نے تدریسی پیشے کی تشکیل میں پیشہ ورانہ صلاحیتوں، عزائم اور اخلاقیات کے بنیادی کردار کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہے۔ پیشہ ورانہ قابلیتیں موثر تدریس کے لیے ضروری مہارتوں، علم اور رویوں کی ایک رینج کو گھیرے ہوئے ہیں، جب کہ عزائم اساتذہ کی اپنے طلباء، پیشے اور معاشرے کے تئیں لگن کی عکاسی کرتی ہے۔ مزید بر آں، تعلیمی برادری میں دیانتداری، پیشہ ورانہ مہارت اور اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے پیشہ ورانہ اخلاقیات کی پابندی بہت ضروری ہے۔

اس پورے اکائی کے دوران، ہم نے معیاری تعلیم کو اور سیکھنے کے مثبت نتائج کو فروغ دینے میں پیشہ ورانہ قابلیت، عزائم اور اخلاقیات کی اہمیت کو دریافت کیا ہے۔ ہم نے تعلیمی اور ذاتی قابلیت، مسلسل پیشہ ورانہ ترقی، اور تدریسی عمل میں عمدگی کو یقینی بنانے کے لیے طلباء، پیشے اور معاشرے سے وابستگی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

مزید بر آں، اکائی نے اساتذہ کی اخلاقی ذمہ داریوں پر زور دیا ہے، بشمول سالمیت کو برقرار رکھنا، تنوع کا احترام کرنا، اور پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنا۔ اخلاقی معیارات پر عمل پیرا ہو کر اور دیانتداری اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ اخلاقی مخمصوں سے نمٹ کر، اساتذہ محفوظ، جامع اور معاون تعلیمی ماحول تخلیق کر سکتے ہیں جو طالب علم کی کامیابی اور بہبود کے لیے سازگار ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس اکائی نے موثر تدریسی عمل میں پیشہ ورانہ قابلیت، عزم اور اخلاقیات کے ناگزیر کردار کو اجاگر کیا ہے۔ ان عناصر کو ترجیح دے کر، اساتذہ پیشہ ورانہ مہارت کے اعلیٰ ترین معیارات کو برقرار رکھ سکتے ہیں، طالب علم کی تعلیم اور ترقی کو فروغ دے سکتے ہیں، اور مجموعی طور پر تعلیمی برادری اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

15.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس یونٹ کی تکمیل کے بعد، طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1. پیشہ ورانہ قابلیت کے تصور اور تدریس میں ان کی اہمیت کی وضاحت اور وضاحت کریں۔
2. موثر تدریس کے لیے ضروری تعلیمی، ذاتی، اور پیشہ ورانہ ترقی کی قابلیت کی شناخت اور مظاہرہ کریں۔
3. اساتذہ کے اپنے طلباء، پیشے اور معاشرے سے کیے گئے عزائم اور سیکھنے کے مثبت ماحول کو فروغ دینے پر ان کے اثرات پر تبادلہ خیال کریں۔

4. ان اخلاقی اصولوں اور معیارات کی وضاحت کریں جو کلاس روم میں اساتذہ کے طرز عمل اور فیصلہ سازی کی رہنمائی کرتے ہیں۔

5. پیشہ ورانہ مہارت اور طالب علم کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لیے تدریسی عمل میں اخلاقی فیصلہ سازی اور اخلاقی الجھنوں کو دور کرنے کے لیے حکمت عملیوں کا اطلاق کریں۔

15.12 فرہنگ (Glossary)

- **پیشہ ورانہ قابلیت (Professional Competencies)**: وہ مہارتیں، علم اور رویے جو اساتذہ کے پاس ہوتے ہیں تاکہ وہ تعلیم کے میدان میں اپنے کردار اور ذمہ داریوں کو مؤثر طریقے سے انجام دے سکیں۔
- **تعلیمی قابلیت (Academic Competencies)**: مضامین کے علم اور تدریسی مہارتوں میں مہارت جو موثر تدریس اور طالب علم کی تعلیم کے لیے ضروری ہے۔
- **ذاتی قابلیتیں (Personal Competencies)**: باہمی اور مواصلاتی مہارتیں، نیز کلاس روم مینجمنٹ کی صلاحیتیں، جو ایک مثبت اور جامع تعلیمی ماحول پیدا کرنے میں معاون ہیں۔
- **پیشہ ورانہ اخلاقیات (Professional Ethics)**: اخلاقی اصول اور معیارات جو اساتذہ کے طرز عمل، فیصلہ سازی، اور تعلیمی ماحول کے اندر تعامل کو کنٹرول کرتے ہیں۔
- **اخلاقی معیارات (Ethical Standards)**: دیانتداری، تنوع کا احترام، اور اساتذہ کے رویے اور طلباء، ساتھیوں اور کمیونٹی کے ساتھ بات چیت میں پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی توقعات۔
- **اخلاقی مخمصے (Ethical Dilemmas)**: وہ پیچیدہ حالات یا تنازعات جن میں اساتذہ کو اخلاقی معیارات اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو برقرار رکھتے ہوئے مسابقتی اقدار، اصولوں یا مفادات کو نیویگیٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔
- **عکاسی مشق (Reflective Practice)**: بصیرت حاصل کرنے، تدریسی عمل کو بہتر بنانے اور باخبر فیصلے کرنے کے لیے کسی کے عقائد، اقدار اور اعمال کو تنقیدی طور پر جانچنے کا عمل۔
- **مشاورت اور تعاون (Consultation and Collaboration)**: ساتھیوں، سرپرستوں، اور اسٹیک ہولڈرز سے ان پٹ، مشورہ، اور تعاون حاصل کرنا تاکہ اخلاقی مخمصوں کو دور کیا جاسکے اور باہمی تعاون سے باخبر فیصلے کریں۔

15.13 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1. پیشہ ورانہ صلاحیتیں کیا ہیں؟

a. ذاتی دلچسپیاں اور مشاغل

b. مؤثر تدریس کے لیے ضروری ہنر، علم اور رویے (صحیح جواب)

c. سوشل میڈیا کی مہارت

d. موسیقی کی صلاحیتیں

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سا تعلیمی قابلیت کی مثال ہے؟

a. کھیل کھیلنے کی صلاحیت

b. مضامین کے علم میں مہارت (صحیح جواب)

c. غیر ملکی زبانوں میں روانی

d. مصوری میں مہارت

3. طلباء سے وابستگی کا کیا مطلب ہے؟

a. پیشہ ورانہ ترقی کے لیے لگن	b. پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنا
c. طالب علم کی فلاح و بہبود اور ترقی کی ذمہ داری (صحیح جواب)	d. کمیونٹی آؤٹ ریچ میں مشغولیت

4. تدریس میں پیشہ ورانہ اخلاقیات کا کیا کردار ہے؟

a. غیر اخلاقی رویے کو فروغ دینا	b. دیانتداری، پیشہ ورانہ مہارت اور احترام کو برقرار رکھنا (صحیح جواب)
c. بے ایمانی اور فریب کی حوصلہ افزائی کرنا	d. اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کرنا

5. مندرجہ ذیل میں سے کون سا درس میں اخلاقی معیار ہے؟

a. امتیازی سلوک اور تعصب

b. دیانتداری اور دیانت (صحیح جواب)

c. رازداری کی خلاف ورزی

d. طلباء کے ساتھ نامناسب تعلقات

6. عکاس مشق کیا ہے؟

a. خود کی عکاسی اور خود شناسی سے گریز کرنا

b. کسی کے عقائد، اقدار اور اعمال کا تنقیدی جائزہ لینا (صحیح جواب)

c. ساتھیوں اور طلباء کے تاثرات کو نظر انداز کرنا

d. غلطیوں کو تسلیم کرنے سے انکار

7. اساتذہ اخلاقی مخمصوں کو کیسے دور کر سکتے ہیں؟

a. اخلاقی اصولوں سے سمجھوتہ کر کے

b. مشاورت اور تعاون کے ذریعے (صحیح جواب)

c. مخمصے کو نظر انداز کر کے

d. ذاتی مفادات کو ترجیح دے کر

8. پیشہ ورانہ حدود کو برقرار رکھنے کا ایک لازمی پہلو کیا ہے؟

a. طلباء کے ساتھ قریبی دوستی پیدا کرنا

b. طلباء اور ساتھیوں کے ساتھ مناسب تعلقات قائم کرنا (صحیح جواب)

c. طلباء کے ساتھ ذاتی معلومات کا اشتراک کرنا

d. اسکول سے باہر طلباء کے ساتھ سماجی سرگرمیوں میں مشغول ہونا

9. پیشے سے وابستگی میں کیا شامل ہے؟

a. ساتھیوں کے ساتھ تعاون کرنا
b. پیشہ ورانہ معیارات کو برقرار رکھنا(صحیح جواب)
c. کمیونٹی سروس کے منصوبوں میں مشغول ہونا
d. ذاتی مفادات اور مشاغل کا تعاقب کرنا

10. اساتذہ کے لیے زندگی بھر سیکھنے کی کیا اہمیت ہے؟

a. اساتذہ کی ابتدائی تربیت مکمل کرنے کے بعد یہ غیر ضروری ہے۔	b. یہ اساتذہ کو جدید تدریسی رجحانات اور تحقیق کے ساتھ اپ ڈیٹ رہنے کی اجازت دیتا ہے(صحیح جواب)
c. یہ پیشہ ورانہ ترقی اور ترقی میں رکاوٹ ہے۔	d. یہ صرف اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کے لیے متعلقہ ہے۔

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے کیا مراد ہے؟
2۔ موثر تدریس کے لیے درکار دو تعلیمی قابلیتوں کی مختصر وضاحت کریں۔
3. تدریس میں ذاتی قابلیت کی کیا اہمیت ہے؟
4. پیشہ ورانہ ترقی کی وضاحت کریں۔
5. طلباء کے تیئں عزم و وابستگی سے کیا مراد ہے؟
6. تدریسی پیشے سے ایک عزم کا پر نوٹ تحریر کریں۔
7. سماجی انصاف کو فروغ دینے میں اساتذہ کا کیا کردار ہے؟
8. پیشہ ورانہ اخلاقیات کی وضاحت کریں۔
9. تدریس میں اخلاقی معیارات کیا ہیں؟
10. تدریس میں عکاسی کے عمل کی مختصر وضاحت کریں۔

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. پیشہ ورانہ قابلیت کی تعریف کریں اور موثر تدریس کے لیے ضروری تعلیمی قابلیت کی دو مثالیں فراہم کریں۔
2. تدریس میں مواصلات کی مہارتوں کی اہمیت کی وضاحت کریں اور کلاس روم میں طلباء کے ساتھ مواصلات کو بہتر بنانے کے لیے ایک حکمت عملی کی وضاحت کریں۔
3. تاحیات اکتساب کے تصور پر بحث کریں اور وضاحت کریں کہ اساتذہ کے لیے مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول ہونا کیوں ضروری ہے۔
4. اساتذہ کے اپنے طالب علموں سے کیے گئے ایک عزم کی وضاحت کریں اور ایک مثال فراہم کریں کہ یہ عزم کلاس روم کی مشق کو کیسے متاثر کرتا ہے۔
5. پیشہ ورانہ اخلاقیات کی تعریف کریں اور اس بات پر بحث کریں کہ تدریسی پیشے میں اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنا کیوں ضروری ہے۔

15.14 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Materials)

- Darling-Hammond, L., & Bransford, J. (Eds.). (2005). Preparing Teachers for a Changing World: What Teachers Should Learn and Be Able to Do. John Wiley & Sons.
- Campbell, C., Craig, C. J., & Theobald, J. (Eds.). (2020). Professional Learning for Teachers and School Leaders: Strategies for Transformation. Routledge.
- National Council for Accreditation of Teacher Education (NCATE). (2010). Professional Standards for the Accreditation of Schools, Colleges, and Departments of Education. Author.
- Grossman, P., Hammerness, K., & McDonald, M. (2009). Redefining Teacher: Professional Learning for a Changing World. Teachers College Press.
- Ingersoll, R. M. (2012). Beginning Teacher Induction: The Essential Guide. Routledge.
- Shaikh, Dr. *PROFESSIONAL ETHICS and TEACHING COMPETENCY of TEACHERS*. Lulu Publication, 5 Mar. 2022.
- Shabbir, S. W. S. (2014). Code of Professional Ethics for Teachers. NATIONAL JOURNAL OF EXTENSIVE EDUCATION AND INTERDISPLINARY RESEARCH (Peer Reviewed Journal), 2(1).

اکائی 16۔ تدریس بطور پیشہ

(Teaching as a Profession)*

اکائی کے اجزاء

16.0 تمہید(Introduction)

16.1 مقاصد(Objectives)

16.2 تدریس بطور پیشہ(Teaching as a Profession)

16.3 تدریس بطور پیشے کا تصور(Concept of Teaching as a Profession)

16.4 اساتذہ کا کردار اور ذمہ داریاں(Role and Responsibilities of Teachers)

16.5 اساتذہ بطور معمار قوم(Teacher as a Nation Builder)

16.6 قومی تعمیر کا تصور(Concept of Nation Building)

16.7 قومی تعمیر میں اساتذہ کا کردار(Role of Teachers in Nation-Building)

16.8 قومی ترقی میں اساتذہ کا تعاون
(Contributions of Teachers to National Development)

16.9 استاد بطور علم کے تخلیق کار اور سہولت کار
(Teacher as a Creator and Facilitator of Knowledge)

16.10 علم کی تخلیق میں اساتذہ کا کردار(Role of Teachers in Knowledge Creation)

16.11 استاد بطور علم کے سہولت کار(Teacher as a Facilitator of Knowledge)

16.11.1 سہولت کے بنیادی پہلو(Core Aspects of Facilitation)

16.11.2 سہولت کاری کا اثر(The Impact of Facilitation)

16.11.3 چیلنجز اور مواقع(Challenges and Opportunities)

16.12 استاد اور مستقبل کا معاشرہ(Teacher and the Future Society)

16.13 خلاصہ(Summary)

---

* Dr. Shaikh Wasim, Associate Professor, Center for Distance and Online Education, MANUU

16.14 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)
16.15 فرہنگ(Glossary)
16.16 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)
16.17 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Reading Materials)

16.0 تمہید(Introduction)

تدریس، بطور پیشہ، معاشروں کی تشکیل اور آنے والی نسلوں کی پرورش میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ یہ اکائی اساتذہ کے کثیر جہتی کردار کا جائزہ لے کر قوم کے معماروں، تخلیق کاروں اور علم کے سہولت کاروں اور مستقبل کے معاشرے کے معمار کے طور پر ان کی شراکت کا جائزہ لیتی ہے۔ معاشرے میں تدریس کے اہم کردار کو سمجھ کر، ہم اساتذہ کی انفرادی زندگیوں اور وسیع تر معاشرے پر گہرے اثرات کے بارے میں بصیرت حاصل کرسکتے ہیں۔

ایک پیشہ کے طور پر تدریس محض ایک کام نہیں ہے بلکہ ایک عظیم دعوت ہے جس میں لگن، مہارت اور ذمہ داری کے گہرے احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اساتذہ ہمیشہ علم کو پھیلانے، اخلاقیات سکھانے اور طلباء میں تنقیدی سوچ کی حوصلہ افزائی کے لیے ضروری رہے ہیں۔ جب ہم ایک پیشے کے طور پر تدریس کی ترقی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم معاشرے کی اخلاقی اور فکری بنیاد بنانے میں اساتذہ کی مسلسل کوششوں کا احترام کرتے ہیں۔

مزید برآں، یہ اکائی اساتذہ کو قوم ساز کے طور پر تسلیم کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے جو قومی ترقی اور پیشرفت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ طلباء کو ضروری علم، ہنر اور اقدار سے آراستہ کرکے، اساتذہ ایک خوشحال اور جامع معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اساتذہ علم کے تخلیق کار اور سہولت کار کے طور پر بھی کام کرتے ہیں، اور اپنے طلبا کو علم اور تحقیق کے سفر میں مدد کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم ایک پیشے کے طور پر تدریس کی پیچیدگیوں سے نمٹنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ضروری ہے کہ آنے والے چیلنجوں اور مواقع پر غور کیا جائے۔ جدت کو اپنانے، تعاون کو فروغ دینے، اور اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنے سے، اساتذہ طلباء کو بدلتی ہوئی دنیا میں ترقی کے لیے تیار کرسکتے ہیں۔ بالآخر، ایک پیشے کے طور پر تدریس افراد اور معاشروں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے بطور کلید کام کرتی ہے، اور آنے والی نسلوں کے لیے روشن مستقبل کی راہ ہموار کرتی ہے۔

16.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلباء اس قدر قابل ہوجائیں گے کہ:

1. تدریس کے تصور کو بطور پیشے اور معاشرے میں اس کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
2. علم کے حصول میں سہولت فراہم کرنے اور طلباء میں جامع ترقی کو فروغ دینے میں اساتذہ کے کردار اور ذمہ داریوں کو دریافت کرسکیں۔

3. اساتذہ کی خدمات کو قوم ساز اور سماجی تبدیلی کے ایجنٹ کے طور پر تسلیم کر سکیں۔

4. موثر تدریسی طریقوں کے ذریعے طلباء میں جدت اور تخلیقی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے حکمت عملیوں کا جائزہ لے سکیں۔

5. آنے والی نسلوں میں اقدار اور اخلاقیات کی تشکیل اور دیانتداری اور سماجی ذمہ داری کے کلچر کو فروغ دینے میں اساتذہ کی اہمیت کو دریافت کر سکیں۔

16.2 تدریس بطور پیشہ (Teaching as a Profession)

ایک پیشے کے طور پر تدریس میں ذمہ داریوں، مہارتوں، قابلیتوں، اور اخلاقی تحفظات کی ایک وسیع رینج شامل ہے جو اسے دیگر پیشوں سے الگ کرتی ہے۔ اس کی بنیاد میں،، تدریس محض ایک پیشہ نہیں ہے بلکہ معاشرے کی بہتری کے لیے گہرے عزم سے متحرک ایک عمل ہے۔ اس حصے میں پیشے کے طور پر تدریس کی کثیر جہتی نوعیت کا ایک جائزہ فراہم کیا گیا ہے، اس کے تاریخی ارتقاء، بنیادی اصولوں، اور عصری معاشرے میں اساتذہ کے ابھرتے ہوئے کردار کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جب ہم تدریس کو بطور پیشہ دیکھتے ہیں تو ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ تدریس کا تصور صرف کلاس روم تک محدود نہیں ہے بلکہ اساتذہ طلباء کی فکری، سماجی اور جذباتی نشوونما کرتے ہیں، انہیں تعلیمی کامیابی اور ذاتی بہتری کی طرف لے جاتے ہیں۔ مزید برآں، پیشہ ورانہ اور اخلاقی اصولوں کا ایک مجموعہ اساتذہ کے رویے اور طلباء، ساتھیوں، اور وسیع تر کمیونٹی کے ساتھ تعامل کو منظم کرتا ہے۔ جو تدریس کے دائرہ کار کو مزید وسیع اور اہم بناتا ہے۔

16.3 تدریس بطور پیشے کا تصور (Concept of Teaching as a Profession)

ایک پیشے کے طور پر تدریس کا تصور مختلف پہلوؤں پر محیط ہے جو اسے دوسرے پیشوں یا تعلیم میں شامل کرداروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ یہاں، "پیشہ" سے مراد ایک پیشہ یا پیشہ ہے جس میں خصوصی تربیت، علم اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، جو اکثر ضابطہ اخلاق یا مشق کے معیارات سے رہنمائی کرتے ہیں۔ تدریس کے تناظر میں، اس میں درج ذیل کلیدی عناصر شامل ہیں:

1. **خصوصی تربیت (Specialized Training)**: ایک پیشے کے طور پر تدریس کے لیے عام طور پر تدریسیات، موضوع کی مہارت، اور کمرہ جماعت کے انتظام کی تکنیکوں میں رسمی تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اساتذہ کو سخت تیاری سے گزرنا پڑتا ہے، جیسے کہ تعلیم میں ڈگری حاصل کرنا، انٹرن شپ یا عملی تجربات مکمل کرنا، اور تدریسی اسناد یا سرٹیفیکیشن حاصل کرنا۔

2. **علم کی بنیاد (Knowledge Base)**: اساتذہ تعلیمی نظریات، تدریسی حکمت عملیوں اور نصاب کی ترقی کے اصولوں کی گہری سمجھ رکھتے ہیں۔ وہ مضامین کے مواد کے ساتھ ساتھ ہدایات کی فراہمی اور طالب علم کے سیکھنے کا اندازہ لگانے کے موثر طریقوں کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔ اس علمی بنیاد کو مسلسل پیشہ ورانہ ترقی اور تحقیق کے ساتھ مشغولیت کے ذریعے ترقی پذیر رکھا جاتا ہے۔

3. **مہارت اور قابلیت(Skills and Competencies)**: اساتذہ متنوع مہارتوں اور قابلیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں جو موثر تدریس کے لیے ضروری ہیں، بشمول مواصلات کی مہارتیں، باہمی تعلقات کی مہارتیں،، لچک و موافقت اور تنقیدی سوچ کی صلاحیتیں وغیرہ۔ اساتذہ سبق کے دلچسپ منصوبے بنانے، بامعنی سیکھنے کے تجربات کو آسان بنانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ طالب علم کی متنوع ضروریات کو پورا کرنے اور انہیں انفرادی مدد فراہم کرنے میں بھی ماہر ہوتے ہیں۔

4. **اخلاقی معیارات(Ethical Standards)**: تدریس کا پیشہ اخلاقی اصولوں اور طرز عمل کے معیارات سے چلتا ہے جو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اساتذہ کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اور اپنے فرائض کو کیسے انجام دینا چاہئے۔ اساتذہ اخلاقیات کے ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں جو رازداری، پیشہ ورانہ مہارت، دیانتداری اور تنوع کے احترام کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ پیشہ ورانہ حدود کو محفوظ رکھتے ہیں، ایک خوش آئند اور محفوظ تعلیمی ماحول کی حمایت کرتے ہیں، اور طلباء کے حقوق اور فلاح و بہبود کی حفاظت کرتے ہیں۔

5. **مسلسل بہتری کا عزم(Commitment to Continuous Improvement)**: اساتذہ تاحیات سیکھنے اور پیشہ ورانہ ترقی کو ترجیح دیتے ہیں اور اس عزم کا مسلسل مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ مسلسل عکاسی، خود تشخیص، اور ساتھیوں کے ساتھ تعاون میں مشغول رہتے ہیں تاکہ وہ اپنی مشق کو بہتر بنا سکیں اور تعلیمی رجحانات اور طالب علم کی ضروریات کے مطابق خود کو ڈھال سکیں۔ اساتذہ سرگرمی سے پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع تلاش کرتے ہیں، پیشہ ورانہ تنظیموں میں شامل ہوتے ہیں، اور تعلیم کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

مجموعی طور پر، ایک پیشے کے طور پر تدریس کا تصور اعلیٰ معیار کی تعلیم فراہم کرنے اور طالب علم کی کامیابیوں کو فروغ دینے میں علم، پیشہ ورانہ مہارت، اور اخلاقی رویے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ معاشرے میں ان کے کام کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے، اگلی نسل کے ذہنوں، اقدار اور مستقبل کی تشکیل میں اساتذہ کے اہم کردار کو تسلیم کرتا ہے۔

16.4 اساتذہ کا کردار اور ذمہ داریاں(Role and Responsibilities of Teachers)

1. **سیکھنے کے سہولت کار(Facilitators of Learning)**: اساتذہ سیکھنے کے بنیادی سہولت کار ہوتے ہیں، علم، ہنر، اور تفہیم کے حصول کے عمل میں وہ طلباء کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ تدریسی سرگرمیوں کو ڈیزائن اور نافذ کرتے ہیں، سیکھنے کا دلکش ماحول بناتے ہیں، اور طلباء کی متنوع ضروریات اور سیکھنے کے انداز کو پورا کرنے کے لیے نئے نئے تدریسی طریقوں کو اپناتے ہیں۔

2. **مضامین کے ماہرین(Subject Matter Experts)**: اساتذہ اپنے متعلقہ شعبوں کے ماہر ہوتے ہیں، جن کو وہ پڑھاتے ہیں ان میں گہرائی سے علم اور مہارت رکھتے ہیں۔ وہ درست اور تازہ ترین مواد کی فراہمی، تصورات کو واضح کرنے اور طلباء میں فکری تجسس کو فروغ دینے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

3. **نصاب تیار کرنے والے(Curriculum Developers)**: نصاب تیار کرنے والے: اساتذہ تدریسی مواد، سبق کے منصوبے، اور تشخیصات بناتے ہیں جو تعلیمی معیارات اور سیکھنے کے مقاصد کے مطابق ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ نصاب متعلقہ، بامعنی، اور ثقافتی طور پر ان کے طلباء کی ضروریات کے مطابق ہو۔

4. **طالب علم کے اکتساب کا جائزہ لینے والے** (Assessors of Student Learning): اساتذہ مختلف قسم کی تشخیص، جیسے ٹیسٹ، کوئز، پروجیکٹس، اور مشاہدات کے ذریعے طالب علم کی ترقی اور کامیابی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ وہ طلباء کی کارکردگی کی نگرانی کرنے، تاثرات فراہم کرنے، اور طلباء کے سیکھنے اور ترقی میں معاونت کے لیے اور تدریسی مطابقت کرنے کے لیے تشخیصی ڈیٹا کا استعمال کرتے ہیں۔

5. **کمرہ جماعت منتظمین** (Classroom Managers): اساتذہ کمرہ جماعت میں نظم وضبط برقرار رکھتے ہیں، معمولات قائم کرتے ہیں، توقعات کا تعین کرتے ہیں، اور طالب علم کے رویے کو مؤثر طریقے سے منظم کرتے ہیں۔ وہ ایک مثبت اور معاون تعلیمی ماحول پیدا کرتے ہیں جہاں تمام طلبا محفوظ، قابل قدر اور عزت محسوس کرتے ہیں۔

6. **رہنما اور رول ماڈل** (Mentors and Role Models): اساتذہ اپنے طلباء کے لیے رہنما اور رول ماڈل کے طور پر کام کرتے ہیں، انہیں بہترین کارکردگی کے لیے کوشش کرنے، مثبت رویوں، اور اچھے کردار کو فروغ دینے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ رہنمائی، حوصلہ افزائی، اور مدد فراہم کرتے ہیں تاکہ طلباء کو تعلیمی چیلنجوں اور ذاتی ترقی کرنے میں مدد ملے۔

7. **تعاون کرنے والے اور رابطہ کار** (Collaborators and Communicators): اساتذہ طلباء کی کامیابی میں معاونت کرنے اور اسکول کی کمیونٹی میں تعاون کے کلچر کو فروغ دینے کے لیے ساتھیوں، والدین اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ وہ والدین کے ساتھ طالب علم کی ترقی، خدشات اور تعلیمی اہداف کے بارے میں مؤثر طریقے سے بات چیت کرتے ہیں، گھر اور اسکول کے درمیان مضبوط شراکت داری کو فروغ دیتے ہیں۔

8. **طلباء کی ضروریات کے وکیل** (Advocates for Student Needs): اساتذہ اپنے طلباء کی ضروریات اور حقوق کی وکالت کرتے ہیں، وسائل، مواقع، اور معاون خدمات تک مساوی رسائی کو یقینی بناتے ہیں۔ وہ جامع طرز عمل کی وکالت کرتے ہیں جو تنوع کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں، مساوات کو فروغ دیتے ہیں، اور تمام طلباء کو اپنی مکمل صلاحیتوں تک پہنچنے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

9. **سماجی تبدیلی کے نمائندے** (Agents for Social Change): اساتذہ کو اپنے طلباء میں ہمدردی، وابستگی اور سماجی ذمہ داری کے اقدار کو ابھار کر معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تنقیدی سوچ، شہری مشغولیت، اور سماجی انصاف کے مسائل کے لیے وکالت کو فروغ دیتے ہیں، طلباء کو فعال اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

10. **معمار قوم** (Nation Builders): اساتذہ طلباء کو علم، ہنر اور اقدار سے آراستہ کرکے قوم کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تاکہ معاشرے میں بامعنی حصہ ڈال سکیں۔ وہ قومی شناخت، فخر، اور شہری ذمہ داری کے احساس کو پروان چڑھاتے ہیں، قوم کے اندر اتحاد، ہم آہنگی اور ترقی کو فروغ دیتے ہیں۔

11. **تاحیات سیکھنے والے** (Lifelong Learners): اساتذہ پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع کو فعال طور پر حاصل کرتے ہوئے، موجودہ تحقیق اور تعلیم کے بہترین طریقوں سے باخبر رہ کر، اور اپنی تدریسی مہارتوں اور علم کو مسلسل بہتر بناتے ہوئے تاحیات سیکھنے کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ، اساتذہ کا کردار اور ذمہ داریاں کثیر جہتی اور متحرک ہیں، جس میں فرائض کی ایک وسیع رینج شامل ہے جس کا مقصد طالب علم کی تعلیم، ترقی، اور فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے جبکہ سماجی تبدیلی، قوم کے معماروں، اور خود تاحیات سیکھنے والوں کے نمائندے کے طور پر بھی خدمات انجام دینا ہے۔ اساتذہ طلباء کو باخبر، مشغول اور ہمدرد شہری بننے کے لیے بااختیار بنا کر معاشرے کے مستقبل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

16.5 اساتذہ بطور معمار قوم (Teacher as a Nation Builder):

ایک قوم کے معمار کے طور پر، اساتذہ معاشرے کے مستقبل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا اثر کلاس روم سے بہت آگے تک پھیلا ہوا ہے، کیونکہ وہ شہریوں کی اگلی نسل کی پرورش میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں جو قوم کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالیں گے۔ تعلیم کے تئیں اپنی لگن، جذبہ اور وابستگی کے ذریعے، اساتذہ اپنے طلباء میں شہریت، حب الوطنی، اور سماجی ذمہ داری کی اقدار پیدا کرتے ہیں، جو ایک مضبوط اور خوشحال معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔

16.6 قومی تعمیر کا تصور (Concept of Nation Building)

قومی تعمیر کے تصور سے مراد وہ اجتماعی کوششیں ہیں جن کا مقصد کسی قوم کے اندر اتحاد اور ترقی کو فروغ دینا ہے۔ اس میں سماجی ہم آہنگی کو مضبوط بنانے، اقتصادی ترقی کو فروغ دینے، اور شہریوں کی مجموعی بہبود کو بڑھانے کے لیے بنائے گئے مختلف اقدامات اور حکمت عملی شامل ہیں۔ قوم کی تعمیر میں قومی شناخت، فخر، اور عوام کے درمیان تعلق کا احساس پیدا کرنا شامل ہے، نیز شہری مشغولیت، شمولیت اور باہمی احترام کے کلچر کو فروغ دینا شامل ہے۔ اساتذہ علم، اقدار اور مہارتیں فراہم کر کے قوم کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں جو طلباء کو فعال اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں جو اپنی برادریوں اور مجموعی طور پر قوم کی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

16.7 قومی تعمیر میں اساتذہ کا کردار (Role of Teachers in Nation-Building)

اساتذہ مستقبل کے شہریوں کے ذہنوں اور کردار کی تشکیل کرتے ہوئے قوم کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف علمی معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ اپنے طلباء میں شہریت، دیانتداری اور سماجی ذمہ داری کی اقدار بھی پیدا کرتے ہیں۔ قومی شناخت، فخر اور اتحاد کے احساس کو فروغ دے کر، اساتذہ ایک مربوط اور جامع معاشرے کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ تعلیم کے تئیں اپنی لگن اور اچھے لوگوں کی پرورش کے لیے اپنی وابستگی کے ذریعے، اساتذہ ایک روشن مستقبل اور پوری قوم کے لیے پائیدار ترقی کی بنیاد رکھتے ہیں۔

قومی تعمیر میں اساتذہ کا کردار کثیر جہتی اور معاشرے کی ترقی اور پیشرفت کے لیے اہم ہے۔ اس کی تفصیلی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

1۔ **نوجوانوں کو تعلیم دینا**(Educating the Youth): اساتذہ بنیادی طور پر نوجوانوں کو تعلیم دینے، انہیں علم، ہنر اور اقدار سے آراستہ کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں جو معاشرے میں بامعنی کردار ادا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ معیاری تعلیم فراہم کر کے، اساتذہ طلباء کو باخبر، تنقیدی مفکر بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں جو ملک کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر نامے میں فعال طور پر حصہ لے سکتے ہیں۔

2۔ **اقدار کی بیداری اور شہریت**(Awareness of Values and Citizenship): اساتذہ کا اپنے طالب علموں میں شہریت، حب الوطنی اور سماجی ذمہ داری جیسے نظریات پیدا کرنے میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اساتذہ ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی کو بڑھانے والی سرگرمیوں میں فعال طور پر حصہ لینے کی ترغیب دے کر اپنے طلباء میں قومی شناخت اور فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

3۔ **سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینا**(Promoting Social Cohesion): اساتذہ جامع اور ہم آہنگ تعلیمی ماحول بنا کر سماجی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دیتے ہیں جہاں متنوع پس منظر کے طلباء اکٹھے ہو سکتے ہیں، ایک دوسرے سے سیکھ سکتے ہیں، اور باہمی احترام اور افہام و تفہیم کو فروغ دیتے ہیں۔ ہمدردی، رواداری اور قبولیت کو فروغ دے کر، اساتذہ ایک زیادہ مربوط معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

4۔ **مستقبل کے رہنماؤں کو بااختیار بنانا**(Empowering Future Leaders): اساتذہ کے پاس مستقبل کے رہنماؤں کی حوصلہ افزائی اور بااختیار بنانے کی طاقت ہے جو مختلف شعبوں میں مثبت تبدیلی اور اختراعات کو آگے بڑھائیں گے۔ رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے ذریعے، اساتذہ اپنے طلباء میں قائدانہ خصوصیات کو پروان چڑھاتے ہیں، انہیں قائدانہ کردار ادا کرنے اور ملک کی ترقی و بہبود میں حصہ ڈالنے کے لیے تیار کرتے ہیں۔

5۔ سماجی مسائل سے نمٹنا (Addressing Social Issues): اساتذہ تعلیم کے ذریعے سماجی مسائل جیسے عدم مساوات، غربت اور ناانصافی کو حل کر سکتے ہیں۔ بیداری بڑھانے، تنقیدی سوچ کو فروغ دینے، اور سماجی سرگرمی کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو تبدیلی کے ایجنٹ بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں جو اپنی برادریوں میں سماجی انصاف اور مساوات کی وکالت کر سکتے ہیں۔

6۔ **شہری مصروفیت کو فروغ دینا**(Cultivating Civic Engagement): اساتذہ طلباء کو ان کے حقوق، ذمہ داریوں اور شہری امور میں فعال شرکت کی اہمیت کے بارے میں تعلیم دے کر شہری مصروفیت کو فروغ دیتے ہیں۔ طلباء کو باخبر رہنے اور مصروف شہریوں کی ترغیب دے کر، اساتذہ ایک زیادہ جمہوری اور شراکت دار معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

7۔ **پائیدار ترقی کو فروغ دینا**(Promoting Sustainable Development): اساتذہ طلباء کو ماحولیاتی تحفظ، وسائل کے انتظام اور پائیدار طریقوں کے بارے میں تعلیم دے کر پائیدار ترقی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ماحولیاتی ذمہ داری اور پائیداری کی اقدار کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو ماحولیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے تیار کرنے اور ایک زیادہ پائیدار مستقبل کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالنے میں مدد کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قوم کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار ایک خوشحال، جامع اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تعلیم کے تئیں اپنی لگن، جذبہ اور وابستگی کے ذریعے، اساتذہ ایک روشن مستقبل کی بنیاد رکھ سکتے ہیں، طلباء کو فعال اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں جو اپنی قوم کی ترقی میں مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے (Check Your Progress)

1. تدریس کو بطور پیشہ کن پہلوؤں کی وجہ سے دوسرے پیشوں سے منفرد مانا جاتا ہے؟
2. اساتذہ کے بنیادی کردار اور ذمہ داریاں کون سی ہیں؟
3. قوم کی تعمیر میں اساتذہ کس طرح حصہ لیتے ہیں؟

16.8 قومی ترقی میں اساتذہ کا تعاون

(Contributions of Teachers to National Development)

قومی ترقی میں اساتذہ کا تعاون کثیر جہتی اور گہرا ہے، جس میں مختلف پہلو شامل ہیں جو کسی قوم کی ترقی اور خوشحالی پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہاں ان کلیدی طریقوں کا تفصیلی جائزہ ہے جن میں اساتذہ قومی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں:

1. انسانی سرمائے کی ترقی (Human Capital Development): اساتذہ انسانی سرمائے کی نشوونما میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، جو معاشی ترقی، اختراعات اور مسابقت کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے۔ معیاری تعلیم اور ہنر کی تربیت فراہم کر کے، اساتذہ طلباء کو افرادی قوت میں کامیاب ہونے اور معیشت میں بامعنی حصہ ڈالنے کے لیے ضروری علم، ہنر اور قابلیت سے آراستہ کرتے ہیں۔

2. سماجی ہم آہنگی اور اتحاد (Social Cohesion and Unity): اساتذہ جامع تعلیمی طریقوں کو فروغ دے کر سماجی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دیتے ہیں جو تنوع کا احترام کرتے ہیں، باہمی احترام کو فروغ دیتے ہیں، اور ثقافتی، نسلی، اور سماجی-اقتصادی تقسیم کے درمیان پل بناتے ہیں۔ اپنی تعلیم کے ذریعے، اساتذہ رواداری، ہمدردی اور افہام و تفہیم کی اقدار کو فروغ دیتے ہیں، جس سے ایک زیادہ مربوط اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

3. شہری مصروفیت اور شرکت (Civic Engagement and Participation): اساتذہ طلباء میں شہری ذمہ داری اور مشغولیت کا احساس پیدا کرتے ہیں، انہیں جمہوری عمل میں فعال طور پر حصہ لینے، سماجی انصاف کی وکالت کرنے، اور اپنی برادریوں کی بہتری میں حصہ ڈالنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ شہری تعلیم اور جمہوری اقدار کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو باخبر، مشغول اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

4. اخلاقی قیادت اور اقدار کی تعلیم (Ethical Leadership and Values Education): اساتذہ اخلاقی رہنما اور رول ماڈل کے طور پر کام کرتے ہیں، مضبوط اخلاقی کردار، دیانتداری، اور اخلاقی اقدار کی نشوونما میں طلباء کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اقدار کی تعلیم اور کردار سازی کے اقدامات کے ذریعے، اساتذہ ایمانداری، احترام اور ہمدردی جیسی خوبیاں پیدا کرتے ہیں، جو ایک منصفانہ اور اخلاقی معاشرے کی تعمیر کے لیے ضروری ہیں۔

5. اختراع اور علم کی تخلیق (Innovation and Knowledge Creation): اساتذہ تحقیق، استفسار پر مبنی اکتساب، اور تخلیقی تدریسی طریقوں سے اپنی وابستگی کے ذریعے جدت اور علم کی تخلیق کو تحریک دیتے ہیں۔ تجسس، تنقیدی سوچ، اور مسئلہ حل کرنے کے کلچر کو فروغ دے کر، اساتذہ طلباء کو نئے آئیڈیاز دریافت کرنے، اختراعات کی پیروی کرنے اور مختلف شعبوں میں علم کی ترقی میں تعاون کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

6. معاشرے کی ترقی اور بااختیاریت (Community Development and Empowerment): اساتذہ سماجی چیلنجوں سے نمٹنے، پائیدار ترقی کو فروغ دینے، اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اسٹیک ہولڈرز اور مقامی کمیونٹیز کے ساتھ فعال طور پر مشغول رہتے ہیں۔ کمیونٹی آؤٹ ریچ پروگراموں، خدماتی اکتساب کے اقدامات، اور باہمی تعاون کے منصوبوں کے ذریعے، اساتذہ طلباء کو اپنی کمیونٹیز میں مثبت اثر ڈالنے اور مقامی ترقی کی کوششوں کو آگے بڑھانے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

6. معاشرے کی ترقی اور بااختیاریت (Community Development and Empowerment): اساتذہ سماجی چیلنجوں سے نمٹنے، پائیدار ترقی کو فروغ دینے، اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ شراکت داری کو یقینی بناتے ہیں اور مقامی کمیونٹیز کے ساتھ فعال طور پر مشغول رہتے ہیں۔ ساتھ ہی کمیونٹی آؤٹ ریچ پروگراموں، خدماتی اکتساب کے اقدامات، اور باہمی تعاون کے منصوبوں کے ذریعے، اساتذہ طلباء کو اپنی کمیونٹیز میں مثبت اثر ڈالنے اور مقامی ترقی کی کوششوں کو آگے بڑھانے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

7. تاحیات اکتساب اور پیشہ ورانہ ترقی (Lifelong Learning and Professional Development): اساتذہ حیات اکتساب اور پیشہ ورانہ ترقی کو اپناتے ہوئے، طلباء اور معاشرے کی ابھرتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنی مہارت، علم، اور تدریسی طریقوں کو مسلسل اپ ڈیٹ کرتے رہتے ہیں۔ موجودہ رجحانات اور تعلیم کے بہترین طریقوں سے باخبر رہ کر، اساتذہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ وہ موثر اور ذمہ دار اساتذہ رہیں جو قومی ترقی کی جاری کوششوں میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قومی ترقی میں اساتذہ کی شراکتیں متنوع اور دوررس ہیں، جس میں تعلیمی، سماجی، اقتصادی اور ثقافتی جہتیں شامل ہیں۔ تدریس میں عمدگی کے لیے اپنی غیر متزلزل وابستگی اور طلبہ کی ہمہ گیر ترقی کے لیے اپنی لگن کے ذریعے، اساتذہ اپنی قوموں کے مستقبل کو سنوارنے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک روشن کل کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

16.9 استاد بطور علم کے تخلیق کار اور سہولت کار

(Teacher as a Creator and Facilitator of Knowledge)

علم کے تخلیق کار اور سہولت کار دونوں کے طور پر، اساتذہ طلباء کو نئی چیزیں سیکھنے اور زندگی بھر تنقیدی انداز میں سوچنے میں مدد کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف علم کو منتقل کرتے ہیں بلکہ وہ سیکھنے کے تجربات تخلیق کرتے ہیں جو دلچسپی کو جنم دیتے ہیں اور سوالات اور دریافت کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اساتذہ طلباء کو وہ الات دیتے ہیں جو انہیں اپنے علم کو بڑھانے، نئی چیزوں کو آزمانے، اور سیکھنے کے عمل میں شامل ہونے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ وہ طلباء کو اعتماد کے ساتھ اور قابلیت کے ساتھ ایک ایسی دنیا سے نمٹنے کے لیے تیار کرتے ہیں جو زیادہ پیچیدہ اور باہم مربوط ہوتی جا رہی ہے۔

16.10 علم کی تخلیق میں اساتذہ کا کردار (Role of Teachers in Knowledge Creation)

اساتذہ کا موجودہ علم کی فراہمی کے علاوہ نئے علم کی تخلیق، پھیلاؤ اور اطلاق میں ایک فعال کردار ہوتا ہے۔ یہاں، اس بات کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا ہے کہ اساتذہ علم کی تخلیق میں کس طرح مدد کرتے ہیں:

1. تحقیق اور علمیت (Research and Scholarship): اساتذہ اپنی مہارت کے شعبے میں علم کو فروغ دینے کے لیے علمی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں، جیسے تحقیق کرنا، تعلیمی مقالے شائع کرنا، اور کانفرنسوں میں شرکت کرنا۔ اساتذہ تجرباتی مطالعات، نظریاتی سوالات، اور تدریسی تحقیق کر کے اپنی مہارت کے شعبے میں علم کو آگے بڑھاتے ہیں۔

2. نصاب کی ترقی (Curriculum Development): موجودہ تعلیمی رجحانات، تحقیق، اور سماجی ضروریات کی عکاسی کرنے کے لیے نصاب کے مواد کو تیار کرنے اور اس پر نظر ثانی کرنے میں اساتذہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نصاب کے ڈیزائن اور اختراع کے ذریعے، اساتذہ نئے مواد، طریقہ کار، اور ٹیکنالوجیز کو اپنے تدریسی طریقوں میں ضم کرتے ہیں، اس طرح طلباء کے لیے بامعنی اور دلچسپ سیکھنے کے تجربات کی تخلیق کو فروغ دیتے ہیں۔

3. تنقیدی سوچ کی مہارت کو فروغ دینا (Promoting Critical Thinking Skills): اساتذہ معلومات کا تنقیدی تجزیہ کرنے، شواہد کا جائزہ لینے، اور معقول نتائج اخذ کرنے کے لیے طلبہ کو چیلنج دے کر تنقیدی سوچ کی مہارت کو فروغ دیتے ہیں۔ مسئلہ حل کرنے کی سرگرمیوں اور پروجیکٹ پر مبنی سیکھنے کے کاموں کے ذریعے، اساتذہ فکری تجسس کو ابھارتے ہیں اور طلباء کو پیچیدہ مسائل کے بارے میں تنقیدی انداز میں سوچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

4. عملی تحقیق اور کمرہ جماعت میں استفسار (Action Research and Classroom Inquiry): اساتذہ تدریس اور سیکھنے کے مسائل کو دریافت کرنے، مخصوص چیلنجوں سے نمٹنے، اور تدریسی طریقوں کو بہتر بنانے کے لیے ایکشن ریسرچ اور کلاس روم انکوائری پروجیکٹس کا انعقاد کرتے ہیں۔ کلاس روم کے مظاہر کی منظم طریقے سے چھان بین کر کے، ڈیٹا اکٹھا کر کے، اور اپنے تجربات پر غور کرتے ہوئے، اساتذہ عملی علم اور شواہد پر مبنی حکمت عملی تیار کرتے ہیں جس سے وسیع تر تعلیمی برادری کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

5. تخلیقی اظہار کی حوصلہ افزائی (Encouraging Creative Expression): اساتذہ طلباء کو تخلیقی طریقوں سے اپنے خیالات، بصیرت اور نقطہ نظر کے اظہار کے مواقع فراہم کر کے تخلیقی اظہار اور اصل سوچ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ فنکارانہ اظہار، تحریری

اسائنمنٹس، ملٹی میڈیا پروجیکٹس، اور ہینڈ آن سرگرمیوں کے ذریعے، اساتذہ طلبہ کو تخلیقی انداز میں اظہار کرنے اور علم کی تخلیق میں حصہ ڈالنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

6. معلومات اور وسائل تک رسائی فراہم کرنا(Providing Access to Information and Resources): اساتذہ طلباء کو معلومات، وسائل اور سیکھنے کے وسیع مواقع تک رسائی فراہم کرتے ہیں۔ متعلقہ مواد کو درست کرکے، علمی ذرائع کی سفارش کرکے، اور تعلیمی ٹیکنالوجیز تک رسائی کی سہولت فراہم کرکے، اساتذہ طلباء کو متنوع نقطہ نظر کو تلاش کرنے اور ان کے مطالعہ کے میدان میں تازہ ترین تحقیقی نتائج تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔

7. بین المضامین نقطہ نظر کا انضمام(Integration of Interdisciplinary Perspectives):اساتذہ بین الضابطہ نقطہ نظر اور علم کے مختلف ذرائع کو نفسیات، سماجیات، نیوروسائنس، اور ثقافتی علوم جیسے مضامین پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، اپنی ہدایات میں شامل کرتے ہیں۔ اساتذہ اپنے طالب علموں کی تنقیدی سوچ، تخلیقی صلاحیتوں، اور پیچیدہ حالات کی جامع تفہیم کو متنوع اور تادیبی نقطہ نظر متعارف کروا کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

8. ٹیکنالوجی انضمام اور ڈیجیٹل خواندگی(Technology Integration and Digital Literacy):اساتذہ تدریسی اور اکتسابی تجربات کو بڑھانے، معلوماتی خواندگی کو فروغ دینے، اور ڈیجیٹل دور میں علم کی تخلیق میں سہولت فراہم کرنے کے لیے ٹیکنالوجی ٹولز اور ڈیجیٹل وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کو اپنی ہدایات میں ضم کرکے، اساتذہ طلباء کو معلومات تک رسائی، تشخیص اور مؤثر طریقے سے تخلیق کرنے کے لیے بااختیار بناتے ہیں، اور اس طرح ڈیجیٹل خواندگی کی مہارت اور ڈیجیٹل شہریت کو فروغ دیتے ہیں۔

9. کمیونٹی کی مشغولیت اور تجرباتی تعلیم(Community Engagement and Experiential Learning):اساتذہ کمیونٹی پر مبنی سیکھنے کے تجربات اور عملی سرگرمیاں فراہم کرتے ہیں جو طلباء کو کلاس روم کی معلومات کو حقیقی دنیا کی ترتیبات میں لاگو کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ اساتذہ کمیونٹی تعاون، انٹرن شپس، اور مشترکہ پروجیکٹس کا استعمال کرتے ہیں تاکہ طلباء کو مستند استفسار، مسائل حل کرنے، اور علم کی تخلیق میں مشغول ہونے کے مواقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی کمیونٹی کے ترقی میں حصہ ڈال سکیں۔

10. تاحیات متعلم(Lifelong Learners):اساتذہ اپنی پیشہ ورانہ ترقی اور فکری نشوونما کے لیے وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاحیات متعلم کے رول ماڈل کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اساتذہ پیشہ ورانہ ترقی کی سرگرمیوں جیسے کانفرنسوں، سیمینارز، اور تحقیقی منصوبوں میں فعال طور پر حصہ لے کر مسلسل سیکھنے کے تصور کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور وہ طلباء کو فکری دریافت میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ علم کی تخلیق میں اساتذہ کا کردار متحرک اور کثیر جہتی ہے، جس میں تحقیق، نصاب کی ترقی، ایکشن ریسرچ، تعاون، بین الضابطہ انضمام، ٹیکنالوجی کا انضمام، اور کمیونٹی کی شمولیت شامل ہے۔ علم کی تخلیق اور پھیلاؤ میں فعال طور پر حصہ لے کر، اساتذہ اپنے پیشے کی ترقی، تعلیمی عمل کو بہتر بنانے، اور اپنے طالب علموں کو تاحیات سیکھنے والوں اور تنقیدی مفکرین کے طور پر بااختیار بنانے میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

16.11 استاد بطور علم کے سہولت کار(Teacher as a Facilitator of Knowledge):

جیسا کہ تعلیم کا ارتقاہوا ہے، استاد کا کردار علم کا واحد ذریعہ فراہم کرنے سے سیکھنے میں شاگردوں کی مدد کرنے پر منتقل ہو گیا ہے۔ اساتذہ طالب علموں کے لیے سرپرست کے طور پر خدمات انجام دیتے ہیں، پیچیدہ معلومات تک رسائی حاصل کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں، گہری مشغولیت، تنقیدی سوچ، اور زندگی بھر سیکھنے کی مہارتوں کو فروغ دیتے ہیں۔

16.11.1 سہولت کے بنیادی پہلو(Core Aspects of Facilitation):

1. باہمی تعاون کے ساتھ سیکھنے کا ماحول بنانا(Creating a Collaborative Learning Environment):اساتذہ کمرہ جماعت میں ایک خوش آئند اور حوصلہ افزا ماحول بنا سکتے ہیں جہاں تمام طلباء اپنی قدر اور حوصلہ افزائی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ماحول طلباء کو خیالات کا اشتراک کرنے، سوالات پوچھنے اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

2. ہدایت شدہ استفسار اور دریافت(Guided Inquiry and Discovery) :اساتذہ بطور علم کے سہولت کار طلباء کو تنقیدی طور پر سوچنے، مسائل کو حل کرنے اور تحقیق کرنے کی ترغیب دینے کے لیے استفسار پر مبنی تدریسی تکنیک کا استعمال کرتے ہیں۔ فکر انگیز سوالات پیش کر کے، اساتذہ طلباء کو تحقیق اور استدلال کے ذریعے جوابات اور حل تلاش کرنے کی مہارتوں کو فروغ دینے میں مدد کرتے ہیں۔

3. تنقیدی سوچ اور مسائل کے حل کو فروغ دینا(Promoting Critical Thinking and Problem-Solving):اساتذہ طلباء کو محض معلومات پیش کرنے کے بجائے، معلومات کا تنقیدی تجزیہ اور ترکیب کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر سیکھنے والوں کو ذرائع کا جائزہ لینے، مختلف نقطہ نظر کو سمجھنے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔

4. ٹیکنالوجی کا انضمام(Integration of Technology) : سہولت کار کی ٹول کٹ میں ٹیکنالوجی ایک اہم ٹول ہے۔ اساتذہ سیکھنے کے تجربات کو بڑھانے کے لیے ڈیجیٹل وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور طلبہ کو سکھاتے ہیں کہ ٹیکنالوجی کو مؤثر طریقے سے اور ذمہ داری سے کیسے استعمال کیا جائے۔ انٹرایکٹو ایپس سے لے کر آن لائن باہمی تعاون کے پلیٹ فارم تک، ٹیکنالوجی سیکھنے کے لیے ایک میڈیم اور ایک عامل دونوں کام کرتی ہے۔

5. انفرادی اکتساب کے انداز کو اپنانا(Adapting to Individual Learning Styles):اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ طلباء معلومات کو مختلف طریقے سے جذب کرتے ہیں اور اس پر کارروائی کرتے ہیں، اساتذہ مختلف اکتسابی انداز سے مطابقت کرنے کے لیے اپنے

طریقوں کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں مختلف ترجیحات اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بصری امداد، انٹرایکٹو سرگرمیاں، یا ہینڈ آن پروجیکٹس کا استعمال شامل ہو سکتا ہے۔

6. عکاسی سوچ اور خود تشخیص کی حوصلہ افزائی کرنا (Encouraging Reflective Thought and Self-Assessment) طلباء جرائد، پورٹ فولیو، اور ہم مرتبہ کے جائزوں جیسی سرگرمیوں کے ذریعے، اپنے کام کا اندازہ لگانا اور بہتری کے لیے شعبوں کی نشاندہی کرنا سیکھتے ہیں۔ سہولت کار طلباء کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ وہ اپنے سیکھنے کے عمل اور نتائج پر اس لحاظ سے غور کریں۔

7. تاحیات متعلم بننے کی ترغیب (Motivating to become Lifelong Learners): طلباء میں سیکھنے کا شوق پیدا کر کے، اساتذہ طلباء کو نہ صرف امتحان کے لیے، بلکہ زندگی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ وہ طالب علموں کو سکھاتے ہیں کہ کس طرح سیکھنا ہے، نئے چیلنجوں سے کیسے نمٹا جائے، اور تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں کس طرح متجسس اور مشغول رہنا ہے اس کی ترغیب دیتے ہیں

16.11.2 سہولت کاری کا اثر (The Impact of Facilitation)

ہدایت سے تدریس میں سہولتی کردار کی طرف منتقلی کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سیکھنے والوں کی آزادی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، انہیں باہمی تعاون اور متحرک کام کے سیاق و سباق کے لیے بہتر طور پر تیار کرتا ہے، اور ڈیجیٹل اور گلوبلائزڈ ثقافت میں درکار مہارتوں پر زور دیتا ہے۔ مزید برآں، یہ جدید تعلیمی فلسفوں سے مطابقت رکھتا ہے جو غیر فعال سیکھنے کی بجائے فعال سیکھنے کی قدر پر زور دیتا ہے۔

16.11.3 چیلنجز اور مواقع (Challenges and Opportunities)

ایک سہولت کار کردار کو اپنانے سے جہاں بے شمار فوائد ہوتے ہیں، وہیں یہ چیلنجز بھی پیش کرتا ہے۔ اساتذہ کو نئی تعلیمی ٹیکنالوجیز اور تدریسی رجحانات کی تبدیلی کے جواب میں اپنی مہارتوں اور حکمت عملیوں کو مسلسل اپ ڈیٹ کرنا چاہیے۔ مزید برآں، مؤثر طریقے سے سہولت فراہم کرنے کے لیے متنوع اور ذمہ دار اکتساب کی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کے لیے وقت میں ایک اہم سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان چیلنجوں کے باوجود، سہولت کی طرف تبدیلی تعلیمی اختراع کے وسیع مواقع فراہم کرتی ہے۔ یہ مزید ذاتی نوعیت کے سیکھنے کے سفر کی اجازت دیتا ہے اور ایک ایسا تعلیمی ماحول تیار کرتا ہے جہاں استاد طلباء کے ساتھ مل کر سیکھتا ہے، کمرہ جماعت کی متحرک حالت کو مسلسل تیار کرتا ہے۔

آخر میں، اساتذہ علم کے سہولت کار کے طور پر نہ صرف طلباء کے سیکھنے کے طریقے کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ یہ بھی کہ وہ دنیا کے بارے میں کس طرح سوچتے ہیں اور ان کے ساتھ مواصلات کرتے ہیں۔ علم کی فراہمی سے اس کی سہولت کی طرف

منتقلی تعلیمی فلسفے میں ایک گہرے تبدیلی کی نمائندگی کرتی ہے — جو کہ طالب علموں کو جدید دنیا کی پیچیدگیوں اور ان سے نمٹنے کے آلات سے آراستہ کرتی ہے۔

16.12 استاد اور مستقبل کا معاشرہ (Teacher and the Future Society)

معاشرے کے مستقبل کی تشکیل میں اساتذہ کے کردار پر غور کرتے ہوئے، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اساتذہ نہ صرف علم فراہم کرتے ہیں بلکہ آنے والی نسل کے ذہنوں اور اقدار کی پرورش بھی کرتے ہیں۔ اساتذہ معاشرے کے معمار کے طور پر کام کرتے ہیں، نوجوان ذہنوں کو ڈھالتے ہیں، تنقیدی سوچ کی مہارتوں کو ابھارتے ہیں، ہمدردی کو فروغ دیتے ہیں، اور لوگوں کو بدلتی ہوئی دنیا کی پیچیدگیوں سے نمٹنے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ یہاں اس بات کی تفصیلی وضاحت ہے کہ اساتذہ کس طرح مستقبل کے معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان سے متاثر ہوتے ہیں:

1. **تاحیات سیکھنے والوں کی تیاری (Cultivating Lifelong Learners):** مستقبل کے معاشرے میں، جہاں تکنیکی ترقی اور تیز رفتار تبدیلیاں معمول ہیں، مسلسل سیکھنے کی صلاحیت سب سے اہم ہو گی۔ اساتذہ سیکھنے کے تجسس کو فروغ دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتے جس کا دائرہ صرف کمرہ جماعت تک محدود نہیں بلکہ اس سے آگے بھی ہے۔ تجسس، لچک، اور ترقی کی ذہنیت کو پروان چڑھانے سے، اساتذہ افراد کو ذاتی اور پیشہ ورانہ ترقی کے ذریعہ زندگی بھر سیکھنے کو اپنانے کا اختیار دیتے ہیں۔

2. **تنقیدی سوچ اور مسئلہ حل کرنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا (Fostering Critical Thinking and Problem-Solving):** چونکہ معاشرے پیچیدہ چیلنجوں جیسے کہ سماجی عدم مساوات، موسمیاتی تبدیلی، اور تکنیکی رکاوٹوں سے نبرد آزما ہیں، تنقیدی سوچ اور مسئلہ حل کرنے کی مہارتوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اساتذہ طلباء کو معلومات کا تنقیدی تجزیہ کرنے، شواہد کا جائزہ لینے اور حقیقی دنیا کے مسائل کے جدید حل تیار کرنے کی صلاحیت سے آراستہ کرتے ہیں۔ ان صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر، اساتذہ باخبر، ذمہ دار شہری تیار کر سکتے ہیں جو مستقبل میں معاشرے میں مثبت کردار ادا کریں گے۔

3. **تنوع اور شمولیت کو فروغ دینا (Promoting Diversity and Inclusion):** مستقبل کا معاشرہ آبادیاتی اور نقطہ نظر دونوں کے لحاظ سے تنوع میں اضافے سے نمایاں ہو گا۔ اساتذہ جامعیت کو فروغ دے کر اور طلباء کے درمیان ہمدردی اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جامع تعلیمی ماحول بنا کر جہاں ہر فرد قابل قدر اور قابل احترام محسوس کرتا ہے، اساتذہ ایک زیادہ ہم آہنگ اور مساوی معاشرے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

4. **تکنیکی ترقی کے مطابق ڈھالنا (Adapting to Technological Advancements):** مستقبل کا معاشرہ ٹیکنالوجی کے ذریعے نمایاں طور پر تشکیل پاتا رہے گا، جو ہمارے کام کرنے، رہنے اور مطالعہ کرنے کے طریقے کو بدل دے گا۔ اساتذہ کو سیکھنے کے تجربات کو بڑھانے اور طالب علموں کو ڈیجیٹل دور کے لیے تیار کرنے کے لیے تکنیکی ترقی کو بطور ٹولز اپنانا چاہیے۔ اساتذہ ڈیجیٹل خواندگی سکھانے کے

ساتھ ساتھ ذاتی نوعیت کی تعلیم، تعاون اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دے سکتے ہیں اور ٹیکنالوجی کے ذمہ دارانہ استعمال کو مہارت سے اپنے سبق کے منصوبوں میں شامل کر سکتے ہیں۔

5. **عالمی شہریت کے احساس کو فروغ دینا**(**Developing a sense of Global Citizenship**): آج کی باہم جڑی ہوئی دنیا میں، عالمی خدشات کو سمجھنا اور ان میں مشغول ہونا بہت ضروری ہے۔ اساتذہ طلباء کو مختلف ثقافتوں، نقطہ نظر اور عالمی خدشات سے متعارف کروا کر عالمی شہریت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اساتذہ بین الثقافتی بیداری، ہمدردی، اور عالمی برادری کے لیے ذمہ داری کا احساس پیدا کر کے طلبہ کو باہمی انحصار اور رابطے کی دنیا پر گفت وشنید کرنا سکھا سکتے ہیں۔

6. **اخلاقی قیادت کو فروغ دینا**(**Modelling Ethical Leadership**): اساتذہ رول ماڈل اور سرپرست کے طور پر کام کرتے ہیں، جو نہ صرف طلباء کیا سیکھتے ہیں بلکہ اس پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں کہ وہ کیا بننا چاہتے ہیں۔ مستقبل میں، اخلاقی قیادت پیچیدہ اخلاقی مسائل کو حل کرنے اور معاشرے کو زیادہ پائیدار اور مساوی مستقبل کی طرف لے جانے کے لیے اہم ہو گی۔ اساتذہ کے پاس اپنے طلباء کے لیے اخلاقی رویے، دیانتداری اور سماجی ذمہ داری کا نمونہ بنانے، ان اصولوں کی تعلیم دینے اور اخلاقی رہنماؤں کی آنے والی نسلوں کو تحریک دینے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔

7. **مسلسل پیشہ ورانہ ترقی**(**Continued Professional Development**): معاشرے کے مستقبل کی تشکیل میں اپنا کردار مؤثر طریقے سے نبھانے کے لیے اساتذہ کو مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول ہونا چاہیے۔ اس میں ابھرتے ہوئے تعلیمی رجحانات سے باخبر رہنا، تدریسی طریقوں کو بہتر بنانا، اور طالب علم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق ڈھالنا شامل ہے۔ اپنی ترقی میں سرمایہ کاری کر کے، اساتذہ اپنے طلباء کو مستقبل کے چیلنجوں اور مواقع کے لیے تیار کرنے کے لیے خود کو بہتر طریقے سے لیس کر سکتے ہیں۔

آخر میں، اساتذہ کا کردار صرف پڑھانے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ سماجی تبدیلی کے ایجنٹ ہیں، ہر طالب علم کو تشکیل دے کر معاشرے کے مستقبل کو متاثر کرتے ہیں۔ اساتذہ زندگی بھر سیکھنے کا احساس پیدا کر کے، تنقیدی سوچ اور مسئلہ حل کرنے کی مہارتوں کو فروغ دے کر، تنوع اور شمولیت کو فروغ دے کر، تکنیکی ترقی کے مطابق ڈھال کر، عالمی شہریت کے احساس کو بااختیار بنا کر، اخلاقی قیادت کی ماڈلنگ، اور جاری پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول رہ کر، باخبر، مساوی، اور پائیدار مستقبل کے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

16.13 خلاصہ (Summary)

یہ اکائی بڑے پیمانے پر افراد، برادریوں اور معاشرے کی تشکیل میں اساتذہ کے اہم کردار کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس پورے اکائی کے دوران، ہم نے ایک پیشہ کے طور پر تدریس کی کثیر جہتی نوعیت اور تبدیلی اور ترقی کے ایجنٹ کے طور پر اساتذہ کے گہرے اثرات کو تلاش کیا ہے۔

ہم نے ایک پیشے کے طور پر تدریس کے تصور کا جائزہ لے کر شروع کیا، طلباء میں فکری، سماجی اور جذباتی نشو و نما کو فروغ دینے میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ علم کے تخلیق کاروں اور سہولت کاروں کے طور پر، اساتذہ تجسس کو ابھارنے، سیکھنے کے جذبے کو بھڑکانے، اور اپنے طلباء میں تنقیدی سوچ کی مہارت پیدا کرنے کی منفرد صلاحیت رکھتے ہیں۔ مزید بر آں، ہم نے اساتذہ کی بے شمار ذمہ داریوں کا جائزہ لیا، اخلاقی رہنما، سرپرست، اور مساوات اور انصاف کے حامیوں کے طور پر ان کے کردار پر زور دیا۔

مزید بر آں، ہم نے مستقبل کی نسلوں کو تعلیم دینے اور بااختیار بنانے کی کوششوں کے ذریعے قومی ترقی میں ان کے تعاون کو تسلیم کرتے ہوئے، قوم کے معماروں کے طور پر اساتذہ کے تصور کی کھوج کی۔ اقدار کو ابھار کر، شہری مشغولیت کو فروغ دے کر، اور سماجی ذمہ داری کے احساس کو فروغ دے کر، اساتذہ معاشرے کے اخلاقی تانے بانے کو تشکیل دینے اور باخبر، مصروف شہریوں کی پرورش میں اہم کردار ادا کرتے ہیں یہ جاننے کی کوشش کی۔

اس کے علاوہ، ہم نے طالب علموں میں جدت اور تخلیقی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کی اہمیت پر تبادلہ خیال کیا، ایک ایسے ماحول کو پروان چڑھانے میں اساتذہ کے کردار پر زور دیا جو تجسس کو فروغ دیتا ہے۔ جدید تدریسی طریقوں کو اپنانے اور تخلیقی صلاحیتوں کی ثقافت کو فروغ دینے سے، اساتذہ طلباء کو تنقیدی سوچ، پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور ایک بہتر مستقبل کا تصور کرنے کی طاقت دیتے ہیں۔

آخر میں، ہم نے آنے والی نسلوں میں اقدار اور اخلاقیات کی تشکیل میں اساتذہ کے کردار کا جائزہ لیا، اخلاقی بیداری، ہمدردی، اور اخلاقی فیصلہ سازی کی مہارت کو فروغ دینے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ رول ماڈلنگ، واضح ہدایات، اور خاندانوں اور کمیونٹیز کے ساتھ تعاون کی کوششوں کے ذریعے، اساتذہ طلباء کو اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھنے، دیانتداری کے ساتھ کام کرنے، اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

خلاصہ طور پر، اس اکائی نے تدریس کی تبدیلی کی اہمیت اور اساتذہ کے افراد، برادریوں اور پوری دنیا پر گہرے اثرات کو اجاگر کیا ہے۔ ہم نے اس پر بھی غور کیا کہ، معلم، سرپرست، اور رہنما کے طور پر اپنے کردار کو اپناتے ہوئے، طلباء کو اپنی مکمل صلاحیتوں کا ادراک کرنے، ذمہ دار عالمی شہری بننے، اور سب کے لیے ایک زیادہ جامع، مساوی، اور خوشحال مستقبل کی تشکیل کے لیے بااختیار بنا سکتے ہیں۔

اپنی پیش رفت جانچیے(Check Your Progress)

1. قومی ترقی میں اساتذہ کا بنیادی کردار کیا ہے؟
2. اساتذہ علم کے تخلیق کار اور سہولت کار کس طرح بنتے ہیں؟
3. مستقبل کے معاشرے کی تشکیل میں اساتذہ کن پہلوؤں سے اثر انداز ہوتے ہیں؟

16.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے تکمیل کے بعد، طلباء اس قابل ہو گئے کہ:

1. ایک پیشے کے طور پر تدریس کے تصور کی وضاحت کریں اور انفرادی ترقی اور سماجی ترقی کو فروغ دینے میں اس کی اہمیت پر تبادلہ خیال کریں۔
2. سازگار تعلیمی ماحول پیدا کرنے اور طلباء کی ترقی میں معاونت کرنے میں اساتذہ کے متنوع کرداروں اور ذمہ داریوں کی نشاندہی کریں۔
3. قومی ترقی میں اساتذہ کی شراکت اور مثبت سماجی تبدیلی کے لیے عامل کے طور پر ان کے کردار کا تجزیہ کریں۔
4. طلباء میں جدت، تخلیقی صلاحیتوں اور تنقیدی سوچ کی مہارت کو فروغ دینے کے لیے حکمت عملیوں کو نافذ کریں۔
5. تعلیم کے اخلاقی جہتوں اور آنے والی نسلوں میں اقدار اور اخلاقیات کو فروغ دینے میں ان کے کردار کی سمجھ کا مظاہرہ کریں۔

16.15 فرہنگ (Glossary)

1. تدریس بطور پیشہ (Teaching As a Profession): طلباء کو تعلیم دینے کا کیریئر یا پیشہ، جس کی خصوصیت خصوصی تربیت، اخلاقی معیارات، اور سیکھنے اور ترقی کو فروغ دینے کا عزم اور لگن ہے۔
2. معمار قوم (Nation Builder): ایک اصطلاح جو نوجوان نسل کو علم، ہنر اور اقدار فراہم کر کے قوم کے مستقبل کی تشکیل میں اساتذہ کے اہم کردار کو بیان کرتی ہے۔
3. علم کا سہولت کار (Facilitator of Knowledge): صرف معلومات فراہم کرنے کے بجائے طلباء کے درمیان علم اور ہنر کے حصول میں رہنمائی اور سہولت فراہم کرنے میں استاد کے کردار کو بیان کرتا ہے۔
4. مستقبل کا معاشرہ (Future Society): اس اجتماعی برادری اور ثقافت سے مراد ہے جو موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اساتذہ کی طرف سے فراہم کردہ اقدار، مہارتوں، اور نقطہ نظر سے متاثر ہو کر ترقی کرے گی۔
5. سماجی تبدیلی (Social Change): سماجی رویوں، طرز عمل اور ڈھانچے کو تبدیل کرنے کا عمل، جو اساتذہ تعلیم، اور کمیونٹی کی مصروفیت کے ذریعے کرتے ہیں۔
6. عالمی شہریت (Global Citizenship): عالمی شہریت یہ خیال ہے کہ کسی کی شناخت جغرافیائی یا سیاسی حدود سے تجاوز کرتی ہے۔ عالمی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے باہمی ربط اور ذمہ داری کی پہچان، اساتذہ کی طرف سے طلباء کی بیداری، ہمدردی، اور عالمی مسائل اور نقطہ نظر کے ساتھ مشغولیت پیدا کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

16.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1. معاشرے میں استاد کا بنیادی کردار کیا ہے؟

A. تفریح فراہم کرنا
B. اقدار اور علم کو فروغ دینا
C. قوانین کو سختی سے نافذ کرنا
D. انفرادیت کو فروغ دینا

2. استاد کے لیے "قوم کا معمار" ہونے کا کیا مطلب ہے؟

A. صرف اقتصادی ترقی میں حصہ ڈالنا
B. حب الوطنی اور قومی شناخت کو فروغ دینا
C. تقسیم اور تنازعات کو فروغ دینا
D. معاشرتی مسائل کو نظر انداز کرنا

3. اساتذہ طلبہ میں جدت اور تخلیق کی حوصلہ افزائی کیسے کر سکتے ہیں؟

A. تجسس کی حوصلہ شکنی کر کے
B. مطابقت کو فروغ دے کر
C. آزادی اظہار کی اجازت دے کر
D. سخت ہدایات نافذ کر کے

4. اساتذہ مستقبل کی نسلوں میں اقدار اور اخلاقیات کی تشکیل میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

A. طلباء کی اقدار پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا
B. وہ اخلاقی رہنمائی کے لیے مکمل طور پر والدین پر انحصار کرتے ہیں۔
C. وہ اخلاقی رویے کا نمونہ بناتے ہیں اور رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
D. وہ اخلاقی مسائل پر بات کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

5. علم کے حوالے سے اساتذہ کی بنیادی ذمہ داری کیا ہے؟

A. معلومات تک رسائی کو محدود کرنے کے لیے
B. سیکھنے اور سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے
C. تنقیدی سوچ کی حوصلہ شکنی کرنا
D. حفظ کو ترجیح دینا

6. ایک پیشے کی اہم خصوصیت کیا ہے؟

A. خصوصی علم کی کمی
B. اخلاقی معیارات کی عدم موجودگی
C. خود مختاری اور خود ضابطہ
D. بیرونی کنٹرول پر انحصار

7. اساتذہ کے لیے مسلسل پیشہ ورانہ ترقی میں مشغول رہنا کیوں ضروری ہے؟

A. فرسودہ طریقوں کو برقرار رکھنے کے لیے
B. پیشہ ورانہ ترقی سے بچنے کے لئے
C. بہترین طریقوں کے ساتھ اپ ڈیٹ رہنے کے لیے
D. ان کے علم اور ہنر کو محدود کرنا

8. اساتذہ ملکی ترقی میں کس طرح کردار ادا کرتے ہیں؟

A. ذاتی مفادات کو ترجیح دے کر
B. معاشرتی مسائل کو نظر انداز کر کے

C. تنقیدی سوچ اور مسئلہ حل کرنے کی مہارت کو فروغ دے کر D. جہالت کو فروغ دے کر

9. مستقبل کے معاشرے کی تشکیل میں اساتذہ کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

A. ان کا معاشرتی ترقی پر کوئی اثر نہیں ہے۔ B. وہ صرف سیاسی لیڈروں پر انحصار کرتے ہیں۔

C. وہ مستقبل کے شہریوں کو تعلیم اور بااختیار بناتے ہیں۔ D. وہ شہری مصروفیت کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔

10. اساتذہ کے لیے پیشہ ورانہ مہارت کیوں ضروری ہے؟

A. یہ انہیں اخلاقی معیارات کو نظر انداز کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ B. یہ ساکھ اور اعتماد کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔

C. یہ اطمینان اور اعتدال پسندی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ D. یہ تفرقہ بازی اور تصادم کو فروغ دیتا ہے۔

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. معاشرے میں اساتذہ کا کیا کردار ہے؟

2. اساتذہ قومی ترقی میں کس طرح حصہ ڈالتے ہیں؟

3. مستقبل کی نسلوں کی تشکیل میں اساتذہ کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

4. اساتذہ طلباء میں تخلیقی صلاحیتوں کو کیسے فروغ دے سکتے ہیں؟

5. تدریس میں اقدار اور اخلاقیات کی کیا اہمیت ہے؟

6. اساتذہ طلبہ میں تنقیدی سوچ کی مہارت کو کیسے فروغ دیتے ہیں؟

7. طلبہ کو مستقبل کے لیے تیار کرنے میں اساتذہ کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

8. اساتذہ کلاس روم کی ایک مثبت ثقافت کی تعمیر میں کس طرح کردار ادا کرتے ہیں؟

9. طلباء کو سیکھنے میں مشغول کرنے کے لیے کچھ حکمت عملی کیا ہیں؟

10. طلباء کی تعلیم میں مدد کے لیے اساتذہ خاندانوں اور کمیونٹیز کے ساتھ کیسے تعاون کرتے ہیں؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. مستقبل کے معاشرے کی تشکیل میں قوم کے معمار، تخلیق کار، اور علم کے سہولت کار کے طور پر اساتذہ کے کثیر جہتی کردار پر بحث کریں۔

2. وہ کون سی اہم خصوصیات ہیں جو تدریس کو بطور پیشہ ممتاز کرتی ہیں، اور یہ معاشرے کی مجموعی ترقی میں کس طرح معاون ہیں؟

3. اساتذہ اخلاقی تعلیم کو مؤثر طریقے سے اپنے تدریسی طریقوں میں کیسے ضم کر سکتے ہیں، اور ایسا کرنے میں انہیں کن چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

4. جاری پیشہ ورانہ ترقی اساتذہ کی بطور معلم کی تاثیر اور قومی ترقی میں ان کے تعاون پر کیا اثر ڈالتی ہے؟

5. طلباء میں جدت، تخلیقی صلاحیتوں اور تنقیدی سوچ کی مہارت کو فروغ دینے میں اساتذہ کی اہمیت پر غور کریں تاکہ انہیں مستقبل کے معاشرے کے چیلنجوں اور مواقع کے لیے تیار کیا جا سکے۔

6. پیشہ ورانہ ترقی اور مسلسل سیکھنے کے عزم کے ذریعے اساتذہ قومی ترقی میں کن طریقوں سے اپنا حصہ ڈالتے ہیں؟

7. مستقبل کی نسلوں کی اقدار اور اخلاقیات کو مؤثر طریقے سے تشکیل دینے کے لیے اساتذہ طلبہ کی اخلاقی ترقی کی رہنمائی کیسے کر سکتے ہیں؟

8. اساتذہ کلاس روم میں اختراعی ثقافت کو فروغ دینے اور طلباء کو تبدیلی کے ایجنٹ بننے کے لیے با اختیار بنانے کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں؟

9. سماجی ترقی اور قوم کی تعمیر کے وسیع اہداف کے ساتھ بطور پیشے تدریس کے باہمی تعلق کو دریافت کریں۔ اساتذہ معاشرے کی مجموعی ترقی میں کس طرح کردار ادا کرتے ہیں؟

10. طلباء کی اخلاقی ترقی کی رہنمائی اور کلاس روم اور اس سے باہر اخلاقی طرز عمل کو فروغ دینے میں اساتذہ کی اخلاقی ذمہ داریوں پر غور کریں۔

16.17 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Materials)

1. Banks, J. A. (Ed.). (2015). Encyclopaedia of Diversity in Education. Sage Publications.
2. Joshi, A. (2018). Teaching as a Profession: A Comprehensive Guide. Sterling Publishers.
3. Sharma, R. K. (2017). Teacher Education: A Reflective Perspective. PHI Learning Pvt. Ltd.
4. Sen, A. (2014). Development as Freedom. Oxford University Press.
5. NCTE. (2016). National Curriculum Framework for Teacher Education. National Council for Teacher Education.
6. Singh, Y. (2019). Teacher Professional Development: Issues and Challenges. Nova Science Publishers.
7. UNESCO. (2015). Education for All Global Monitoring Report 2015: Achievements and Challenges. UNESCO Publishing.
8. Mohan, J. S. (Ed.). (2018). Indian Education: Institutional Discourses. Routledge.
9. Goyal, R. (2017). Ethics in Education. Rawat Publications.

10. Das, B. P. (2016). Teachers and Society: Roles and Responsibilities. Disha Books.

11. Shaikh Shabbir, Shaikh & Jadhav, Dr. (2014). Code of Professional Ethics for Teachers. 2. 62-66.

12. Shaikh Shabbir, Shaikh. (2018). CHANGING PEDAGOGIES TO COPE UP WITH NEW GENERATION.

13. Shaikh, Dr. Professional Ethics and Teaching Competency of Teachers. Lulu Publication, 5 Mar. 2022. Retrieved from https://scholar.google.com/scholar?oi=bibs&cluster=16119949652916245838&btnI=1&hl=en

Model Question Paper / نمونۂ امتحانی پرچہ

تعلیم کی فلسفیانہ بنیادیں

Maximum. Marks 70 : جملہ نشانات	Time : وقت : 3 Hrs گھنٹے

ہدایات:

یہ پرچۂ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃ ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات / خالی جگہ پُر کرنا / مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (10 x 1 = 10 Marks)
2. حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں، اس میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دوسو (200) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔ (5 x 6 = 30 Marks)
3. حصہ سوم میں 5 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی تین سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (3 x 10 = 30 Marks)

حصہ اول

سوال:(1)

(i) ٹیگور کہاں پیدا ہوئے؟

(a) کلکتہ (b) الہ آباد (c) لکھنو (d) ممبئی

(ii) "Towards an Englihtened Human Society" یہ کس کمیٹی کی رپورٹ کا نام ہے؟

(a) رام مورتی کمیٹی (b) یش پال کمیٹی (c) مدالیار کمیٹی (d) قومی تعلیمی پالیسی

(iii) وڈز ڈسپاچ کب شائع ہوا؟

(a)1945 (b)1857 (c) 1854 ` (d)1857

(iv) ''اسودار کی معنویت صرف اس وقت ہوتی ہے جب وہ فرد اور سماج کے لیے کارآمد ہوتی ہے۔'' یہ بیان کس کی عکاسی کرتا ہے۔

(a) فلسفہ تصوریت (b) فلسفہ عملیت (c) جمہوریت (d) فلسفہ جودیت

(v) یوگا کی فلسفہ کی عملی شکل ہے؟

(a) دھرما (b) سالکھیہ (c) دویتۃ (d) نیایہ

(vi) کمرہ جماعت کے تعاملات (Interaction) میں جمہوری اقدار کا خیال رکھنے کا مطلب ہے۔

(a) معلم صرف اپنی بات پیش کرے (b) طلبا آپس میں گفتگو کرتے رہیں

(c) بامعنی پیش کشی کے لیے ہر ایک کو موقع ملے (d) صرف طلبا نمائندوں کو موقع ملے

(vii) اپنے پیشے کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کے احساس کو۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں

(a) پیشے ورانہ استعداد (b) پیشے ورانہ دلچسپی

(c) پیشے ورانہ مہارت (d) پیشہ ورانہ پابندی عہد

(viii) تو صف کے بنیادی اصولوں میں سے نہیں ہے؟

(a) ایمان (b) اسلام (c) تبلیغ دین (d) احسان

(ix) ذیل میں فلسفہ فطرت کے اہم فلاسفر ہیں۔

(a) ہربٹ اسپنر (b) جان ڈیوی (c) کلپاٹرک (d) سقرات

(x) مغلیہ دور میں ذریعہ تعلیم تھا۔

(a) عربی (b) ہندی (c) فارسی (d) ترکی

حصہ دوم

(2) ایک معلم کو فلسفہ کیوں جاننا چاہیے؟ سمجھائیں۔

(3) فلسفہ اور تعلیم کے باہمی رشتہ پر مختصر نوٹ لکھیے۔

(4) اقدار (Value) کے تصورات کو واضح کرتے ہوئے اقدار کی درجہ بندی پر نوٹ لکھیے۔

(5) اقدار میں بحران کا ذمہ دار آپ کن عوامل کو مانتے ہیں؟

(6) فلسفہ وجودیت کا کوئی مستقل فلسفہ نہیں ہے؟ واضح کیجیے۔

(7) فلسفہ عملیت میں مابعد الطبیعیات کے تعلق سے کون سے خیالات پائے جاتے ہیں؟

(8) صوفی ازم کے اہم فلسفیانہ نکات کو مختصراً لکھیے۔

(9) ویدوں کے دور تعلیم کی نمایاں خصوصیات بیان کیجیے۔

حصہ سوم

(10) ''مسلم دور میں مدارس میں مذہبی تعلیم کے علاوہ اس دور کے جدید مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔'' تفصیلی طور را پنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

(11) تصوف کے بنیادی اصولوں پر بحث کیجیے۔

(12) معلم کے معمار قوم کیوں کہا جاتا ہے؟ سماج کی تعمیر و تشکیل میں معلم کے کردار تفصیل سے وضاحت کیجیے۔

(13) لارڈ کرزن کی تعلیمی پالیسی کا تفصیل سے جائزہ لیجئے۔

(14) کوٹھاری کمیشن کی سفارشات پر تفصیل روشنی ڈالیے۔

☆☆☆

Notes/ اہم نکات

Notes/ اہم نکات

Notes/ اہم نکات